UNIVERSAL
LIBRARY

OU_224762

UNIVERSAL
LIBRARY

OUP—391—29-4-72—10,000.

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. 901 Accession No. 21388

Author ل ہوٹنی، ڈبلیو ہڈی ۱۳۸۸

Title ل ن وطالم ل ن

This book should be returned on or before the date last marked below.

لسان و مطالعۂ لسان

مصنفۂ

پروفیسر ڈبلیو ۔ ڈی ۔ ھوٹنی

مترجمہ

حمیداللہ خاں یوسف زئی

پروفیسر اف پرشین ۔ گورنمنٹ کالج ۔ اجمیر

حصہ اول

مطبوعہ

مسلم یونیورسٹی پریس علی گڈھ

کتاب خانہ دانش محل امین الدولہ پارک

دیباچہ

جہاں تک مجھے علم ہے اردو کا خزانہ لسانیات سے قریب قریب خالی ہے ؛ صرف گذشتہ چند سال میں کچھ کتابیں تصنیف و تالیف ہوئی ہیں مگر یہہ کل اصول لسانیات پر حاوی نہیں - '' علم اللسان '' مولوی سید احمد صاحب مصنف فرہنگ آصفیہ کی ایک سہ جزی تصنیف ہے اور '' سرگذشت الفاظ '' کا ماخذ پادری ٹرینچ صاحب کا '' مطالعہ الفاظ '' - ان کے علاوہ تیسری کتاب خواجہ کمال الدین صاحب کی '' ام الالسنہ '' ہے - خواجہ صاحب کی کتاب بہت سے اصول لسانیاتی کی حامل ہے مگر موصوف کا مقصد یہہ تھا کہ عربی کو دنیا بھر کی زبانوں کا ماخذ ثابت کریں چنانچہ محض انہیں اُصول کو معرض بحث میں لائے جو حصول مدعا میں اعانت کرتے تھے اور یہہ چند اصول بھی اسی تصنیف سے لئے گئے ہین جس کا مکمل ترجمہ اب ہدیۂ ناظرین ہے- یہہ سرمایہ کافی نہیں کہا جا سکتا اس لئے میں نے پروفیسر ہوٹنی کی تصنیف کا ترجمہ پیش کرنے کی جرأت کی ہے- نہیں کہہ سکتا کہ یہہ اضافہ موجودہ کمی کو پورا کردے گا لیکن کتاب کی جامعیت امید دلاتی ہے کہ ممکن ہے ایسا ہی ہو - بہر صورت اور کچھہ نہیں تو اس میں بھی کلام نہیں کہ جو عمارت تیار کی جارہی ہے اس کی تعمیر میں اسکی اعانت نظرانداز نہ کی جا سکے گی *

اس ترجمے پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے اور وہ یہہ کہ جو مثالیں دی گئی ہیں اور ان سے جو اصول اخذ کئے گئے ہیں ان کو اردو سے کوئی تعلق نہیں - یہہ اعتراض تمام و کمال صحیح نہیں - مثالیں بےشک انگریزی سے لی گئی ہیں لیکن جو نتیجے نکالے گئے ہیں وہ ہمہ گیر و جامع ہیں - اس کے ثبوت کی ضرورت نہیں : کتاب کا مطالعہ اس رائے کی تصدیق و تائید کرتا ہے *

یہہ کہا جا سکتا ہے کہ جب اصول ہمہ گیر ہیں تو پھر مثالیں ہی کیوں نہ بدل دی گئیں کہ اس وقت جو غرابت و تنافر پایا جاتا ہے دور ہوجاتا مگر ترجمے کی نسبت میرا اصول جداگانہ ہے - میں اس کو خلاف دیانت سمجھتا ہوں کہ ترجمے میں دخل دے کر اصل کی صورت مسخ کر دی جائے - میرے نزدیک یہہ کام مولف کا ہے بلکہ اس کا بھی نہیں مصنف کا جو ان اصول کی جو بذریعہ ترجمہ اس تک پہنچے ہیں جرح و قدح کریگا اور اپنی زبان پر ان کا اطلاق و انطباق

کرکے دکھائے گا کہ آیا ان کی جامعیت اس کی زبان پر حاوی ہے یا نہیں۔ اس وقت اگر کسی بات کی ضرورت ہے تو اس کی کہ علمائے مغرب نے جو اصول لسانیات قایم کئے ہیں ان سے جہاں تک ہوسکے اردوخواں پبلک کو روشناس کیاجائے اور اس غرض کےلئے یہہ ترجمہ کافی ہے

بہت سے نئے لفظ تراشے گئے ہیں۔ اس سے مفر بھی نہ تھا۔ ہندی میں بھی آج کل لسانیات پر زور دیا جا رہا ہے ۔ "مادھوری" اور "سرسوتی" میں جو چوٹی کے رسالے ہیں اکثر اس پر مضمون نکلتے رہتے ہیں ۔ سنسکرت سی وسیع زبان دست اعانت دراز کئے ہوئے ہے مگر نئے لفظ تراشنے یا قدیم لفظوں کو نئے معانی سے آراستہ کرنے کے سوا چارہ نہیں ۔ acts ideas, اور facts کے سے لفظوں کے لئے ایک قدیم لفظ چن لیا جاتا اورخطوط وحدانی کے درمیان انگریزی لفظ بھی فوراً لکھہ دیا جاتا ہے تاکہ مطلب سمجھنے میں غلطی نہو ۔ نئے لفظ حتی‌الامکان " وضع اصطلاحات" (مصنفۂ مولوی وحیدالدین صاحب سلیم) کے اصول مدنظر رکھہ کر تراشے گئے ہیں ۔ کچھہ لفظ " فرہنگ اصطلاحات علمیہ " (مرتبۂ انجمن ترقی اردو ، ۔ اورنگ آباد ۔ دکن) اور اس فہرست الفاظ سے بھی لئے گئے ہیں جو " جذبات " (مولفہ جناب عبدالماجد صاحب) کے آخر میں درج ہیں *

جو فہرست اس ترجمے کے آخر میں درج ہے اس میں صرف وہی لفظ داخل ہیں جو نئے ہیں یا مخصوص معنی میں استعمال کئے گئے ہیں

طباعت میں کچھہ غلطیاں رہ گئی ہیں مگر غلط نامہ میں وہی چند لفظ لکھے گئے ہیں جو معنی عبارت کو مسخ کرتے ہیں *

اس ترجمے کی اشاعت میں مسٹر سلیم جعفر سے مدد ملی ہے ان کا تہ دل سے شاکر ہوں

گورنمنٹ کالج ہوسٹل ۔ اجمیر

حمیداللہ خاں یوسف‌زئی

پہلا لیکچر

تاریخ لسانیات

جو لوگ کہ تحقیقات لسان میں مصروف ہیں اُنہوں نے تھوڑا ہی زمانہ ہوا کہ اپنے مطالعہ کی نسبت دعوی کیا ہے کہ وہ بھی ایک علم ہے اور اس خطاب کا مستحق ہے — اگرچہ پتا لگتا ہے کہ اس کے جرائیم بہت ہی قدیم زمانہ میں موجود تھے لیکن لسانیات کی نشو و نما کلیۃ موجودہ صدی کا کارنامہ ہے — ارضیات ، کیمیا اور نجوم وغیرہ کی طرح، جن کی بنیاد اختبارات و استدلال پر قایم ہے ، در حقیقت اس کی بھی ایک تاریخ ہے جس کی بنیاد زمانہ حال کی دماغی بلند پروازی نے گذشتہ زمانے کے قلیل اختبارات اور ناقص استدلال پر رکھی ہے — انسان کم و بیش ہمیشہ زبانیں سیکھتا اور اپنی مادری زبان میں ہمسایہ قوموں کے محاورات کا اضافہ کرتا رہتا ہے تاکہ ان سے بات چیت کرسکے اور ان کے علوم و خیال تک اُس کی رسائی ہو — ایسا زمانہ شاید کبھی نہیں گذرا جب کہ کچھ نہ کچھ لوگ زبانیں حاصل کرتے کرتے مطالعہ زبان کی طرف نہ مائل ہوگئے ہوں — انسان کی یہہ پیش بہا اور حیرت انگیز ملک یعنی زبان، جو کہ باقی ماندہ ذی روح سے اُس کے افضل ہونے کی علامت اور ذریعہ ہے ، ہر زمانہ میں غور کرنے والوں اور فلسفیوں پر اپنا گہرا اثر ڈالتی اور اُن کو اُبھارتی رہتی ہے کہ وہ اُس کی نوعیت ، تاریخ اور اصل پر غور کریں — الفاظ کے شجروں اور تعلقات کی تحقیقات نے بے اِنتہا نسلوں کے متجسس اور تیز دماغوں کی جودت کو مصروف کار رکھا ہے اور اس تحقیقات سے جو تاریخی نتائج حاصل اور قوموں کے ماخذ اور تعلق باہمی منکشف ہوئے زمانہ نے تسلیم کیئے ہیں — مطالعہ لسان کے عام مقاصد و طریقے اس قدر بین اور پر لطف ہیں کہ اُن کو کچھ نہ کچھ وقار اس وقت

سے حاصل ہے جبکہ انسان نے پہلے پہل اشیاء اور اُن کے اسباب و علل کی تحقیقات شروع کی تھی

زمانہ ماضی میں اقلیم لسان میں جو تحقیقات ہوئی اگر وہ اس قابل نہیں کہ اس کو سائنس کے لقب سے ملقب کیا جائے تو علم کیمیا اور نجوم کی تحقیقات ماضیہ بھی اس قابل نہیں — عاجلانہ کلیات، بے بنیاد مفروضات ، نا مکمل استنباط ، لسانیات میں بھی اُس وقت ایسے ہی مروج تھے جیسے کہ کیمیا اور نجوم میں — اُس زمانہ کے ہر علم میں ایک ہی سی دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے یعنی اختبارات کم اور محقق نے جو روش اختیار کی وہ غلط — نہ تو کافی اسباب و واقعات جمع کیئےگئے اور نہ اُن کی تقسیم‌ہوئی کہ اُن سے صحیح طریقوں کے قایم کرنے اور سچے اصولوں کو وسعت دینے کے لیئے استدلال کیا جاسکتا — اس کے دوش بدوش اور کسی قدر انہیں وجوہ سے بجائے استدلال کے تعصب اور مفروضات کا دور دورہ تھا — مخالف کیفیات نے تو لسانیات کے دایرہ تحقیقات‌کی حدود کو تنگ کیا ہی تھا مگر قومی تفاخر اور پشت‌ہا پشت کے تعصب نے بھی اس کا ہاتھہ بٹایا نتیجہ یہہ ہوا کہ وہ اس فراخدلی سے محروم ہوگیا جو کہ ہر علم کی ترقی کے لیئے ناگزیر ہے — قدیم قوموں میں سے ہر ایک کا یہی خیال تھا کہ میری زبان ہی اصلی زبان ہے اور دیگر زبانیں محض وحشیانہ و مہمل کلام جس کا مطالعہ فضول ہے — موجودہ قومیں اپنی تاریخ ، تربیت اور عیسائیت کی بدولت اس قدر خودبین اور تنگ دل نہیں — یونانی اور لاطینی کے محاورات اور عہد عتیق کی زبان یعنی عبرانی کے احترام نے اُن کے لسانی زاویۂ نظر میں وسعت پیدا کردی اور رفتہ رفتہ وہ تاریخ نوعیت نطق انسان کے ساتھہ زیادہ انصاف اور فراخ دلی سے پیش آنے لگیں — اُنیسویں صدی کے بے چین اور تہ تک پہنچنے والے جوش تحقیقات نے جو واقعات پر مرتا ، استدلال پر جان دیتا ، انسانی مفاد کی وحدت کو مانتا ، اور تسلیم کرتا ہے کہ وہ تمام

ذرائع پیش بہا ہیں جن سے انسانی کوائف و تاریخ کا علم ہو ، مطالعۂ لسان کی رفتار فرقی میں اسی قدر تیزی پیدا کردی جتنی کہ اُن علوم کے مطالعہ میں جن کا ذکر ہوچکا ہے - جب اس صداقت کو ایک دفعہ مان لیا گیا کہ کوئی بولی (dialect) خواہ کیسی ہی بیہودہ اور حقیر کیوں نہ ہو کچھ نہ کچھ قدر و قیمت ضرور رکھتی ہے اور شستہ سے شستہ اور تربیت یافتہ سے تربیت یافتہ زبانوں کے افہام و تفہیم سے اُس کا تعلق ہے تو پھر جو کچھ ظہور میں آیا اُس کا آنا ضروری تھا - مواد لسان ہر گوشہ سے اکٹھا کیا گیا - علم ، تجارت ، انسانی ہمدردی الغرض ہر قسم کی جد و جہد نے اس کے جمع کرنے اور اچھی طرح جانچنے اور پرتالنے میں آسانیاں بہم پہنچائیں — قدیم تحریریں تاریکی سے روشنی میں لائی اور پڑھی گئیں — نئی زبانیں گوشۂ گمنامی سے نکالی گئیں اور ان کا مطالعہ کیا گیا *

جب ایک دفعہ صراط مستقیم کی جادہ پیمائی شروع ہوگئی تو اس کے تسلیم کرنے میں کیا توقف ہو سکتا تھا کہ یورپ کی بڑی بڑی زبانوں میں باہم تعلق ہے اور یہ زبانیں جنوبی مشرقی ایشیا کی زبانوں سے بھی واسطہ رکھتی ہیں یعنی انڈو یورپین (Indo-European) زبانوں کے خاندان (family) کی بنیاد پڑی — اس نے اس کی تاریخ میں ایک نیا باب کھولا اور لسانیات کی حقیقی ابتدا ہوئی — اس خاندان کی بے انتہا بولیوں (dialects) نے ، جن کا ماخذ مشترک تھا اور چار ہزار سال سے دوش بدوش ترقی کر رہی تھیں ، وہ اسباب مہیا کردئے جو اس علم کی ترقی کے لیئے ضروری تھے - طریق عمل خود بخود پیدا ہوگئے - مقاصد صاف نظر آنے لگے اور اُن کے حصول کے ذرائع ایجاد ہوگئے — بار آور تحقیقات کا حقیقی طریقہ ہاتھ لگ گیا - یہ نظر آنے لگا کہ ہم جنس محاورات کا وسیع اور متجسسانہ تقابل ہی وہ طریقہ ہے کہ جس سے اُن کی تاریخ کا پتا لگ سکتا ہے اور تاریخ زبان کے سوانح اور نمو واقعی طور سے سمجھ میں آسکتے ہیں - تقابل لسانیات

(comparative philology) تاریخ اور قومیات *(Ethnology) کی خدمت پر کمر بستہ ہوگیا اورعلم نطق انسانی کا ہادی و بانی بن گیا

اور کسی بات نے اس کی رفتار ترقی میں اتنی تیزی نہیں پیدا کی جتنی کہ مغربی علما کے تحصیل سنسکرت نے — اس کی بہت ہی طویل عمر ، اس کا قدیمی مصالح اور شکلوں کا حیرت انگیز تحفظ ، اس کی لاثانی صاف نظر آنے والی ساخت اس میں بحث کی گنجائش نہیں چھوڑتی کہ انڈویورپین زبانوں میں سنسکرت کرسی صدارت پر متمکن ہے — جب ان کا مقابلہ کیا گیا تو سنسکرت نے صاف صاف بتادیا کہ انڈویورپین زبانوں میں بدیہی تعلق ہے ، ان کے الفاظ کا ماخذ ایک ہی ہے ، ان کے مطالعہ کے لیئے تحقیقات کے فلاں فلاں قواعد مد نظر رکھنے چاہیئیں اور نیز یہہ کہ ان اصول کی پابندی اور زبانوں کے مطالعہ کے وقت بھی لازمی ہے — اگر لسانیات کی بنیاد انڈویورپین بولیوں پر نہ رکھی گئی ہوتی یا انڈو یورپین لسانیات کو سنسکرت کی اعانت نہ نصیب ہوتی تو لسانیات کی کیا حالت ہوتی اس پر غور کرنا فضول ہے — لیکن اس میں شک نہیں کہ یہہ قواعد اس قدر جلد ترقی نہ کرتے اور ایک عرصہ تک عروج کی اُس منزل پر نہ پہنچتے جس پر ہم آج اون کو دیکھتے ہیں — یہہ تاریخی حقیقت ہے کہ نطق انسان کا محققانہ مطالعہ انڈو یورپین زبانوں کے تقابل لسانیات کا مرہون منت ہے، اِس سے یہہ نہ سمجھئے کہ سنسکرت کی امداد و اعانت سے انکار ہے *

ترقی لسانیات کی ابتدا سے زمانہ حال تک کی مفصل تاریخ کا بیان کرنا، اس کے مدارج کا دکھانا ، اور جن علماء نے اس کی ترقی کا قدم آگے بڑھایا اُن کا ذکر کرنا ان لیکچروں کے مباحث سے خارج ہے — اس لیئے چند لفظوں پر اکتفا کی جاتی ہے — جرمنی سب ملکوں سے بڑھکر مطالعہ لسانی کا گہوارہ و وطن ہے — اس صدی کے اوائل میں وہاں

---

* علم جس میں بنی نوع کے دماغی و جسمانی اختلافات اور ان کے اسباب سے بحث کی جاتی ہے *

بہت اہم و وسیع پیمانہ پر ابتدائی مواد اکٹھا کیا گیا یعنی بولیوں کے نمونے جمع کیئے گئے اور اُن کی تقسیم کی کوشش کی گئی—جیکب گرم (Jacob Grimm) نے جرمنی بولیوں کی ایک قواعد لکھی جس سے ہر بولی کی نوعیت وتاریخ سےدیگر تمام بولیوں کی نوعیت وتاریخ منکشف ہوجاتی تھی اور تمام بولیاں من حیث المجموع ہر ایک بولی کی نوعیت و تاریخ پر روشنی ڈالتی تھیں - یہہ پہلا موقع تھا کہ جب یہہ ظاہر ہوا کہ تحقیقات لسانی میں تقابل کو کس قدر دخل اور اس کی کیا قدر و قیمت ہے — وہیں سنہ ۱۸۱۹ع میں بوپ (Bopp) نے انڈو یورپین تقابل لسانیات کا سنگ بنیاد اپنی تصنیف "جرمن فارسی لا طینی اور یونانی زبانوں کے طریق تصریف سے زبان سنسکرت کے طریق تصریف کا تقابل" (Conjugation system of the Sanskrit Language as compared with the Greek, Latin, Persian and German) سے رکھا - اس کے بعد اس نے ایک اور کتاب لکھی جس کا نام ہے " انڈو یورپین خاندان کی تمام خاص خاص زبانوں کے قواعد کا تقابل "- یہی وہ تصنیف ہے جس نے سب تصانیف سے زیادہ اس علم کو مدون و منظم کیا - یہیں شلیگل (Schlegel) پوٹ (Pott) اور ولہیلم وان ہمبولٹ (Wilhelm Von Humboldt) جیسے علماء نے اس میں وسعت نظر پیدا کی اور اس کے اصولوں کے کلیات قائم کیئے جس کی بدولت یہہ نطق انسانی کے ایک شعبہ کی تحقیقات تاریخ کے تنگ دائرہ سے نکل گیا اور اس میں ایک عالمگیر زبان کے مظاہر اور اُن کے اسباب وقوع سے باقاعدہ اور فلسفیانہ بحث ہونےلگی —لسانیات کے بانیوں میں راسک (Rask) اور بیورنوف (Burnouf) کا ذکر بھی ضرور ہے - اول الذکر باشندۂ ڈنمارک، عالم و سیاح تھا اور آخر الذکر کا وطن فرانس ہے - علوم کے اس نئے شعبہ کے عرصۂ وجود میں آنے کے لیئے زمانہ کس قدر مساعد تھا اور جس ماحول میں اس نے جنم لیا اُس کا یہہ کس قدر ایک طبعی اور فطری نتیجہ یہہ اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قریب قریب ایک ہی

زمانہ میں مختلف ممالک کے علماء نے بلا اعانت غیرے اس کے اہم اصول ایجاد کیئے اور اُن پر کچھہ نہ کچھہ عمل کیا

یورپ کے ہر حصہ میں اور امریکہ میں بھي اُن عالموں کے جن کا ہم نے ذکر کیا ہے ، بے شمار قابل حریف اور سعادت مند متبع پیدا ہوگئے جنھوں نے اُن کے کام کو جاري رکھا - اُن کي دست گیري سے یہہ علم اس عروج پر پہنچ چکا ہے کہ دیکھکر حیرت ہوتي ہے کہ جمعہ جمعہ آٹھہ دن کي پیدایش اور یہہ ترقي - اگرچہ یہہ علم ابھي ارتقاء کي ابتدائي منزلیں روز افزوں ترقي کے ساتھہ طے کررہا ہے اور اس کي قلمرو کي وسعت کے تعین کو تھوڑاھي زمانہ گزرا اور اس وسعت کے تھوڑے ھي سے حصہ پر قبضہ ہوا ہے تاہم اس کي اساس میں کافي وسعت اور عمق موجود ہے ، اس کے طریقہ وقوانین محقق ہیں اور جو مقاصد کہ مدنظر ہیں اور جو نتائج کہ اس سے مترتب ہوتے ہیں وہ بنفسہ اور اُس اثر کے خیال سے جو علم انساني کے دیگر شعبوں پر پڑتا ہے ، اہم ہیں - اور ان کي بناء پر یہہ صف علوم میں بجا طورسے جگہ پانے کا دعوي کرسکتا ہے - اگرچہ کم عمر ہے مگر حقیر ہم نشین نہیں - اس کے اوصاف ہر عالم اور اچھي تعلیم کے آدمي کي توجہہ اپني طرف منعطف کرنے کا حق رکھتے ہیں *

مواد و مقاصد لسانیات

لسانیات کا مواد و موضوع زبان من حیث المجموع ہے یعني نطق انساني (human speech) کي تمام اقسام مع اپنے کثیرالتعداد اختلافات کے ، خواہ وہ انسان کے دماغ میں جلوہ افگن اور زبان پر جاري ہیں یا پارینہ تحریریں اُن کي محافظ ہیں یا پیتل اور پتھر کے کمیاب مگر دست برد زمانہ سے کم متاثر ہونے والے کتبوں میں منقوش ہیں — اس کا میدان و وسعت کسي خاص زمانہ کے دامن سے وابستہ نہیں اور نہ گروہ انساني کے کسي خاص طبقہ اور حصہ سے مخصوص - گمنام سے گمنام اور نہایت کم عقل قوموں کي بولیاں اُسي طرح اس کے سایۂ عاطفت میں

پناہ گزین ہیں جس طرح اُن اقوام کی بولیاں جو تاریخ عالم میں سو برآوردہ ہیں - جب اور جہاں کہیں اب انسان سے کوئی صدا اس غرض سے نکلی کہ وہ اس کی وجدانی کیفیت کو غیروں پر ظاہر کردے ، اس نے اُسے اٹھاکر اس خیال سے سینہ سے لگا لیا کہ یہہ بھی اس قابل ہے اور اس میں بھی وہ وصف ہے کہ اس کا غور و خوض سے مطالعہ کیاجائے- ہر زبان کا ہر واقعہ طالب علم لسانیات سے طالب تحقیقات ہے کیونکہ وہ صرف کل ہی کی مدد سے جزو کی کنہہ وحقیقت سمجھہ سکتا ہے — طالب علم لسانیات کی کوششوں کا مقصود یہہ ہے کہ تمام مظاہر (phenomena) لسانی کو یکجا کرے ، انہیں ترتیب دے اور اُن کی تشریح کرے تاکہ وہ الگ الگ اور ہر حیثیت سے کامل طور سے سمجھہ میں آجائیں- اُس کی حدود قلمرو جداگانہ ہیں باوجودیکہ ایک طرف تو وہ ماہر لسانیات یعنی خیالات ومعلومات انسانی کا جیسے کہ وہ ادبیات میں محفوظ ہیں مطالعہ کرنے والے کی حدود سے اور دوسری طرف عالم السنہ یعنی زبانوں کو مطلب برآری کے لیئے سیکھنے والے کی حدود سے ملتے ہیں — اور باوجودیکہ وہ ماہر لسانیات اور عالم السنہ دونوں سے مدد لیتا اور دونوں کو مدد دیتا ہے ، وہ زبان کو آلہ و ذریعہ اظہار خیالات تصور کر کے بحث کرتا ہے نہ کہ خزانہ مکتوبات سمجھکر — اس کے مبحث الفاظ و مرکبات ناقص ہوتے ہیں نہ کہ جمل وعبارات — اس کا مقصود ہوتا ہے کہ زبان کی حیات باطنی کا پتا لگائے ، اس کے ماخذ کو ڈھونڈ نکالے ، اس کے مدارج ترقی کو ایک ایک کرکے طے کرے اور ان قوانین کا استنباط کرے جو مسخ صورت کا باعث ہوئے ہیں اور جن کے تسلیم کرنے سے وہ موجودہ ہیئات کی وحدت و اختلاف کو سمجھہ جائے گا — اس کا مدعا ہوتا ہے کہ وہ سمجھہ سکے کہ زبان کی بہ حیثیت وصف انسانی کیا ماہیت ہے ، خیال سے اُس کا کیا تعلق ہے، تربیت و ترقی دماغ و علم پر اس کا کیا اثر ہے، اور دماغ و علم کا یہہ کیسا مرقع ہے *

اس قسم کي تمام تحقیقات کي بے انتہا دل چسپي آنکھ اُٹھاتے هي نظر آجاتي هے — لیکن جوں جوں غور کرتے هیں اس میں اضافه هوتا جاتا هے - هماري عادت هے که روز مرہ کي اور چیزوں کي طرح زبان کو بھي معمولي بات سمجھتے هیں اور وہ راز اور گہرے معني جو اس کي تہ میں پنہاں هیں اُن تک نظر نہیں پہنچتي - هم اپنے خیالات کو بغیر فکر و کوشش کے الفاظ و مرکبات ناقص کا جامه پہنادیتے هیں اگر کچھه خیال رهتا هے تو یہه که اُن کے اظہار و اعلام سے کیا مقصود اور اس کا کیا اثر هے - همیں اس کا خیال بھي پر نہیں آتا که هر لفظ جو همارے منه سے نکلتا هے کوئي طویل تاریخ رکھتا هے ، اس کے معني و اشکال میں کوئي تغیر هوا هے ، اس کے عرصه وجود میں آنے اور رفته رفته وسیع المعني بنانے کے لیئے بولنے اور غور و فکر کرنے والوں کي متواتر نسلوں نے محنت کي هے — هم کبھي غور نہیں کرتے که یہه قابلیت اظہار خیال همارے لیئے کس قدر اهمیت رکھتي هے - اور نه کبھي سوچتے هیں که اگر هم اس قوت سے بہرہ مند نہوتے تو تاریخ انسان کي حالت کسقدر متغیر هوتي اور اگر همارے بزرگ اپنے دماغي اور روحاني اکتسابات کي بولتي یادگاریں نه چھوڑ جاتے تو وہ روشني دماغ جس پر آج هم فخر کرتے هیں همارے حصه میں کس قدر کم آتي *

مختصر یہه هے که اگر نعمت نطق سے محروم هوتے تو هماري فطرت کے نفیس ودایع قطعي نا تربیت یافته اور بیکار پڑے رهتے — اس میں شک نہیں که نه تو اس کي توقع کي جاتي هے اور نه خواهش هے که زبان کے حیرت انگیز احساس کا بھوت هروقت همارے دماغوں پر مسلط رهے تاهم یہه امر نا قابل معافي هوگا اگر هم زبان کي ایسي تحقیقات سے قطعي غفلت کریں که جس کي بدولت هم اس کي ماهیت و تاریخ کو سمجھه سکتے هیں اور جو همارے ذهن میں اس کے تمام و کمال مفهوم کو منقوش کردے گي بشرطیکه هم غور کریں *

قدر و قیمت لسانیات

زبان کا محققانہ مطالعہ کرنے والے کا مقصود یہہ اور اسی قسم کی باتیں ہیں لیکن ان کے علاوہ کچھہ اور باتیں بھی ہیں جن کی نوعیت مختلف ہے اور جن کی جانب اس کی تحقیقات فوراً اُس کی رہبری کرتی ہے اور جو اس دلچسپی کا جزو لاینفک ہیں جس سے یہہ تحقیقات معمور ہے — اس حقیقت سے کہ زبان قبل التاریخ زمانہ کے انسان کے اعمال و افعال کی سودمند تحقیقات کا خاص ذریعہ ہے ، آج کل کے لوگ اتنے ہی واقف ہیں جتنے کہ پچاس برس پہلے کے لوگ اسے سنکر جدت سمجھتے اور حیرت سے دیکھتے تھے — اس سے ہم بنی نوع کے مختلف حصص کے تعلقات کا درجہ دریافت اور اُن کو ایسے خاندانوں میں تقسیم کر سکتے ہیں جن کے اراکین نے کسی زمانہ میں ایک ہی وطن سے خروج کیا ہوگا اور جن کی عادات واطوار ایک ہی رنگ میں رنگے ہوں گے اگرچہ جس وقت اُن پر آفتاب تاریخ کی شعاعیں پہلے پہل پڑی ہیں اُن کی خصایل وانجمنوں میں کیسا ہی بین فرق کیوں نہ نظر آتا ہو اور اُن کے وطنوں میں کتنا ہی بعد کیوں نہ ہو — مطالعہ زبان ہی پر قومیات یعنی وہ علم جو اقوام کے شجروں سے بحث کرتا ہے ، بالخصوص مبنی ہے — ہم نے لفظ بالخصوص استعمال کیا ہے لیکن اس سے ہمارا مقصد علم طبیعیات کے دعاوی کی تحقیر نہیں — ہم اپنی تحقیقات میں آگے چلکر اس سے بحث کریں گے کہ علوم طبیعیات ولسان میں باہم کیا واسطہ ہے اور قومیات کو دونوں نے فرداً فرداً اور ملکر کیا فائدہ پہنچایا — لیکن زبان میں قوموں کے متعلق ایسی معلومات بھری پڑی ہیں جن تک علم طبیعیات کی رسائی نہیں — اس میں صاف صاف شواہد ملتے ہیں کہ دماغی و اخلاقی اوصاف و استعداد کا کیا عالم تھا ، تربیت کس پایہ پر پہنچی ہوئی تھی ، معلومات فلسفہ ومذہب کی تاریخ کی کیا کیفیت تھی ، اور اس کے بولنے والوں کے طبیعیاتی ماحول کا کیا نقشہ تھا — قصہ مختصر

زبان تاریخي معلومات گونا گوں کا ایک صحیفه هے جنهیں خدا نے اس قابل بنایا هے وه اسے پڑهیں اور جو سبق یهه سکهاتي هے سیکهیں

ان لیکچروں کے مباحث

ان مختصر لیکچروں میں گنجایش کهاں که لسانیات کے وسیع میدان پر نظر ڈال کر سرسري طور هي سے جن جن امور پر یهه حاوي هے اور جو جو نتائج ان کي تحقیقات سے حاصل هوئے هیں ان کو دکهاویں لهذا اس کي کوشش نه کي جائیگي که اس کو باقاعده اور منظم طریقه سے هدیه ناظرین کیا جائے یعني اس کے مختلف شعبوں کي بناء قایم کر کے اُن کي حدود اور اُن حدود کے فطري تعلقات کي تشریح کي جائے — کسي قدر عام اور مروج طریقه سے حیات لساني کے حقایق کي بحث هي زیاه مفید معلوم هوتي هے — یهه وه حقایق هیں جو زبان کے وصف ذاتي کو بهت هي صاف صاف ظاهر اور اُس کے طریق مطالعه کو مشخص و معین کرتے هیں — اسي طرح شهادت لساني کي ماهیت اور جو مواد اس میں موجود هے اس سے شهادت کے اخذ کرنے کا طریقه ، اور اس شهادت میں کس بات کے اور کس طریقه سے اس بات کے ثابت کرنے کي صلاحیت هے—سب کچهه سمجهه میں آجائیگا —مختصر یهه که اس طرح هم اس علم کے اصول اساسي سمجهه سکیں گے اور جبکه اس کے سمجهنے کي کوشش کر رهے هوں گے که زبان کیا شے هے ، اس سے انسان کو کیا نفع پهنچا اور تاریخ انساني میں وه کون سے عظیم الشان حقایق هیں جن کو اس نے ثابت کیا تو اس کا بهي موقع مل جائیگا که شهادت لساني کي بدولت جو خاص خاص فواید حاصل هوئے هیں اُن پر ایک سرسري نظر ڈال جائیں *

ان مقاصد کے حصول کے لیئے هم پهلے پهل چند ابتدائي مسائل سے بحث کریں گے جس سے معلوم هوگا که زبان کیونکر زنده رهتي اور بڑهتي هے ، اس کي تحقیقات کیسے کي جاني چاهیئے

اور یہہ کیونکر ہمیں بتاتي ہے کہ صف علوم میں اسکا کیا رتبہ ہے- اس کے بعد ہم آگے بڑھیں گے اور نمونے لسان کے اعمال ارتقاء کي مفصل جانچ پرتال کریں اور بتائیں گے کہ یہہ اعمال ارتقاء بلحاظ ہیئت ومعني زبان میں ہمیشہ کیا کیا تغیر وتبدل کیا کرتے ہین — زبان بعد اُن اسباب سے بحث ہو گي جن کے تغیر وتبدل سے زبان کي نوعیت و رفتار پر اثر پڑتا ہے اور آخر میں اس پر توجہ کي جائیگي کہ اعمال نمو کي وجہ سے زبان کیونکر ٹکڑے ٹکڑے ہوکر بولیاں بن جاتي ہے— اس طریقہ سے بولیاں اور وہ زبانیں جو ایک ہي خاندان سے تعلق رکھتي ہیں ایک رشتہ میں منسلک کي جاسکیں گي اور اُس شہادت کا امتحان و موازنہ کیا جا سکے گا جو اُن کے تعلق کو ثابت کرسکتي ہے — اس خاندان کي تاریخ اور لساني وسعت و اہمیت بتائي جائے گي اور اُس کي ترقي کا طرز مجمل بتایا جائیگا — اس کے بعد اُن خاندانوں پر بھي ایک نظر ڈالي جائیگي اور اُن کي خصوصیات بتائي جائیں گي جن پر نطق انساني کي معروف ومعلوم کیفیات منقسم ہیں —پھر اُن چند نہایت دلچسپ اہم اور عام مسائل کي نوبت آئے گي جن کي جانب یہہ تبصرہ رہبري کرتا ہے مثلاً کسي قوم کے بارہ میں لساني شہادت کي قدر و قیمت اور سند کو طبیعي شہادت کي قدر و قیمت اور سند سے کیا نسبت ہے — اور زبان کا اس مسئلہ پر کیا اثر پڑتا ہے کہ آیا انواع انسان کا منبع ایک ہي ہے یا الگ الگ، سب سے آخر میں اس پر غور کرنے کي باري آئیگي کہ زبان کا ماخذ کیا ہے ، خیال سے اس کا کیا تعلق ہے ، اور بہ حیثیت عنصر ترقي انسان اس کا کیا رتبہ ہے — یہاں پہنچ کر زبان کو تحریر کردہ کلام (written and recorded speech) سے جو مدد ملي ہے اس کا تقاضہ ہے کہ فن تحریر کي تدریجي نمو کي تاریخ پر بطور ضمیمہ ہي سہي، مگر ایک سر سري نظر ڈالي جائے *

طریقۂ بحث

ہمارا طریق عمل حتی الامکان تفصیلي ہوگا نہ کہ اجمالي تجسس و تفحص اس کے اوصاف ہوں گے نہ کہ کورانہ تقلید — سب سے زیادہ اسکي

کوشش کی جائیگی کہ سلاست و وضاحت ہو اس لیئے صریح و واضح امور سے غامض و دقیق امور کی طرف قدم بڑھایا جائے گا اور جو باتیں کہ ہر تعلیم یافتہ شخص کے دایرہ معلومات میں داخل ہیں اُنہیں سے اصول مستنبط کیئے جائیں گے اور مثالیں بھی خواہ اُن سے کسی امر کی توضیح ہوتی ہو یا نمونہ نظر آتا ہو روز مرہ کے محاورات ہی کے مظاہر سے انتخاب کی جائیں گی کیونکہ ہر زندہ زبان کی ذات میں ایک بات ہوا کرتی ہے جو اُن ضروری حقائق و اصول کی مثال پیش کیا کرتی ہے جو نطق انسانی من حیث المجموع سے تعلق رکھتے ہیں — حتی الامکان مرصع و مسجع عبارت اور اصطلاحات علم الہیات و صنعت و حرفت سے بھی احتراز کیا جائیگا یعنی سیدھی سادی سلیس زبان میں گفتگو ہوگی — بہت سے لوگ یہہ سمجھتے ہیں کہ یہہ مضمون دقیق اور راز سر بستہ ہے— اس کی وجہہ یہہ ہے کہ عام طور سے ایسی اصطلاحات برتی جاتی ہیں کہ جن کا ماخذ واقعات کے بجائے مشابہات و مماثلات (analogies) ہیں اور اُن کے مدلول پر تخیل کا پردہ ڈالدیا جاتا ہے بجائے اس کے کہ اُن کی صاف اور واضح تصویر کھینچی جائے ۔

ہم انگریزی کیوں بولتے ہیں

گر کوزہ میں دریا بند کرنا ہو تو تحقیقات لسانی کے بارہ میں یہہ (جو کل مضمون پر حاوی ہے) کرلینا کافی ہے کہ "ہم جس طرح بات چیت کرتے ہیں کیوں کرتے ہیں" — مطالعہ انسان بہ حیثیت نطق انسانی اور مطالعہ السنہ مختلفہ میں خاص مابہ الامتیاز یہہ ہے کہ مطالعہ لسان ہرجگہ واقعات تلاش نہیں کرتا بلکہ وجوہ واقعات ڈھونڈھتا ہے — ہم کیونکر بولتے ہیں یا ہمیں کیا بولنا چاہیئے یہہ نہیں پوچھتا بلکہ یہہ کہ کس وجہ سے ہمیں یوں بولنا چاہیئے — ان اسباب کی جستجو میں یہہ تاریخ انسانی کے واقعات کی تہ تک جا پہونچتا اور فطرۃ انسان کی گہرائیوں میں غوطہ زنی کرتا ہے — تا کہ یہہ سوال

تحقیقات کے کل میدان پر حامی آجائے ضرورت ھے کہ اسے صورت بدل بدل کر پیش کیا جائے — بطور تمہید بحث ھم سب سے پہلے نہایت آسان زبان اور محدود معنی میں سوال کرتے ھیں کہ ھم انگریزی کو بطور مادری یا ملکی زبان کیوں بولتے ھیں ؟ نطق انسانی کی بہت سی انواع واقسام ھیں ان میں سے کسی کو کیوں نہیں بولتے ؟ سوال تو سیدھا ھے مگر آئندہ کی ترقی اس کا صاف و صحیح جواب دینے پر منحصر ھے— اس کی بدولت بہت سے ناقص بلکہ غلط خیالات رفع ھوجائیں گے جو طالب علم لسانیت کی راہ کے خس و خاشاک بن کر مانع رفتار ھوتے ھیں *

ھم نے اپنی مادری زبان کیونکر سیکھی

عام جواب تو اتنا صاف ھے کہ بتانے کی بھی ضرورت نہیں — ھم انگریزی یوں بولتے ھیں کہ بچپن اور زمانہ نمو میں جو لوگ ھمارے گرد و پیش تھے انہوں نے سکھادی — یہہ ھماری مادری زبان ھے کیوں کہ ھماری ماؤں کے پیارے ھونٹوں سے یہی صدائیں نکلتی تھیں— ھماری ملکی زبان ھے اس لیئے نہیں کہ ھم اسے ساتھہ لیکر پیدا ھوئے تھے بلکہ اس لیئے کہ ھم اُس ملک میں پیدا ھوئے جہاں کے باشندے اسے ھم سے پہلے بولتے تھے اور انہوں نے بھی اسے ایسے ھی سیکھا تھا جیسے کہ ھم نے — اس کی ایجاد ھمارے لیئے نہیں اُٹھا رکھی گئی تھی کہ ھم اس مسئلہ کو حل کرتے کہ بات کیوں کر کریں — ھم نے اپنے باطنی ودائع کی مدد سے مظاھر پر غور کرکے دانستہ اپنے لیئے زبان نہیں بنائی — فطری وجدان نے خیالات کی قطع برید کرکے اُن کے اظہار کے لیئے موزون و مناسب محاورات نہیں پیدا کیئے — بلکہ جیسے ھی ھمارے دماغ میں اس قدر پختگی آئی کہ وہ خیالات اور اُن کی علامات کو باھم مربوط کرسکے پہلے ھم نے گرد و پیش کی چیزوں اور آدمیوں کو اُن ناموں سے پہچاننا سیکھا جو مستعمل تھے اور پھر خود بھی انہیں کو بولنے لگے مثلاً ھم نے پہل " ماں " اور " باپ " کے لیئے وہ لفظ سیکھے جو بچے استعمال

کرتے ھیں مگر ان کا تلفظ بدل دیا گیا تاکہ بچے ادا کرسکیں اور پھر ھم جیسے جیسے بڑے ھوتے گئے اور ھمارا اکتساب کچھہ بلا واسطہ تعلیم سے اور کچھہ تقلید سے روزانہ ترقی کرتا گیا ھمارے سر پرستوں نے اپنے خیالات میں اب کتر بیونت کی اور زبان میں سادگی پیدا کی تاکہ ھماری کمزور عقلیں انہیں سمجھہ جائیں - وہ نہایت شوق سے ھر آواز پر جس پر ھم حاوی ھوتے جاتے تھے کان لگائے رھتے تھے - ھماری بے انتہا غلطیوں کو درست کرتے اور جن باتوں کو ھم اچھی طرح نہ سمجھتے انہیں سمجھاتے رھتے تھے - جب کبھی لفاظی اور عبارت آرائی کا شوق ھوا اور ھم نے ٹھوکر کھائی انہوں نے فورا سنبھالا ، اور وہ آوازیں سکھادیں جو بچے بدقت ادا کر سکتے ھیں - ھر شخص کو جو تعلیم و تربیت دی گئی اس کی نوعیت و درجہ میں ایسا ھی فرق تھا جیسا کہ ھر شخص کی ضروریات یعنی خوراک لباس اور اخلاقی تعلیم وغیرہ کے لیئے جو انتظامات کیئے گئے انمیں تھا — جس طرح بعضوں کو بچپن میں مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا ھے بھوکوں مرتے ، چیتھڑے لگائے پھرتے ھیں ، ھڈیاں نکلی ھیں پھر بھی تھوڑی بہت خبر گیری کی جاتی ھے ورنہ جیتے کیونکر ، یہی حال زبان کا بھی ھے - بعضوں کو بہت کم اور بھدی تعلیم ملتی ھے مگر ابتدائی درجہ کی اتنی تعلیم تو ضرور مل جاتی ھے کہ بولنا سیکھہ جائیں — نا موافق سے نا موافق حالات میں بھی ھماری عمر کے ابتدائی حصہ میں ھم میں سے ھر شخص کے گردو پیش تھوڑی بہت ایسی گفتگو اور اس کے اسلوب ضرور موجود تھے اور ھمارے اکتساب سے ارفع اور ھماری دسترس سے بالا تھے - ھمارا اکتساب زبان اس وقت یہہ تھا کہ جیسی جیسی ھم میں قابلیت بڑھتی گئی ھم اس خزانہ میں سے لے لے کر قبضہ کرتے گئے - جیسی جیسی ھمارے دماغوں کی حرکت اور قوت فہم میں ترقی ھوئی اور ھماری معلومات میں اضافہ ھوا ، ھمارے خیالات و تصورات وہ صورت اختیار کرتے گئے جو ھمارے ماحول کے اشخاص کے خیالات و تصورات سے ملتی جلتی تھی اور ھم نے وہ اسمائے اشیاء استعمال کرنے

شروع کردیئے جنہیں وہ استعمال کرتے تھے۔ مثلاً جب ہم نے رقیق ، بے رنگ اور سفید چیزیں دیکھیں تو بیٹھ کر ان کے خواص کا مطالعہ اور اُن پر غور نہیں کیا کہ ان کےلیئے موزوں نام گھڑیں یہاں تو 'پانی' اور 'دودھ' پہلے ہی تراشے جا چکے تھے ہم بھی یہی بولنے لگے — وہ پانی جو گڑھوں میں بھرا یا سبز کناروں کے درمیان بہتا تھا اسے ہم نے حالات کے لحاظ اور اپنے معلم کی تعلیم کو ترجیح دینے کی وجہ سے 'ندی' نالا، 'تالاب' کہنا شروع کردیا — فاصلہ پر نیلگوں سطح مرتفع نظر آتی تھی یا پاس ہی کھڑی آسمان سے باتیں کررہی تھی ، اس نے ہماری توجہ کو جذب کیا اور ہمارے منہ سے بےساختہ نکلا کہ یہہ کیا ہے، جواب ملا 'پہاڑ' یا 'پہاڑی' اس جواب نے ہمارے خزانہ لغات میں اضافہ کیا، اسی طرح اس سے پہلے بھی بہت سے اضافات ہو ئے تھے — ظاہر اور محسوس اشیاء کے ناموں کے ساتھ ساتھ ہم نے ان کی وہ تقسیم وتفریق بھی سیکھ لی جس کو زبان تسلیم کرتی ہے — ہمیں ندی اور نالہ، پہاڑ، اور پہاڑی، درخت اور جھاڑی، بیل اور پودے وغیرہ کے فرق کی تمیز ہوگئی — اسیطرح بہت سے کام جو ہم کرتے ہیں ان میں سے چند کو خاص خاص ناموں سے مخصوص کرنا بھی آگیا مثلاً بہت کچھ گھڑکیاں جھڑکیاں کھاکر ہم بالکل بچہ ہی تھے کہ سمجھنے لگے کہ چیخنے، مارنے، دھکا دینے، لات مارنے، کاٹنے اور بہت سی ان شرارتوں میں، جو بچپن کا مقتضا ہیں اور اُن بچوں سے بھی سرزد ہوتی ہیں جن کی تعلیم کی بہت نگرانی کی جاتی ہے کیا ، فرق ہے—معلوم نہیں کہ کسی قسم کی مدد نہ ملنے کے باعث ہماری دماغی کیفیات کب تک واہمہ کے لیئے ایک غیر ممیز ومعین دفتر پریشان بنی رہی ہیں لیکن ہم کو بہت جلد ہی امداد مل گئی اور ہم نے ان میں سے چند کو اوروں سے الگ کرلیا اور موزوں نام سے پہچان لیا مثلاً ایک پرجوش احساس تشفی و تعلق کا اظہار لفظ 'محبت' سے کرایا گیا اور اس سے ادنیٰ تر احساس کے لیئے لفظ 'پسند' اور ان دونوں کی نقیض کے لیئے لفظ ' نفرت ، سکھادیا گیا — اس سے پہلے کہ ہم اس قابل ہوں

کہ اشیاء کے مالہ و ماعلیہ پر غور کرنے سے 'سچ' اور 'جھوٹ' 'بھلائی' اور 'برائی' کا تصور پیدا ہو نہایت احتیاط سے یہہ لفظ ہمارے سامنے رکھدئے گئے اور اُن کے صحیح معنی زجز و توبیخ یا اس سے بھی زیادہ نا گوار طریقہ سے سمجھا دئے گئے — بھی نہیں ہوا کہ اس طرح سے ہمیں اپنے نفس اور اس دنیا کو جس میں ہم پھنسے ہوے تھے پہچاننے میں مدد دی گئی ہو بلکہ فوراً اُن چیزوں سے بھی ہمارا تعارف شروع کردیا گیا جو ہماری پہنچ سے باہر تھیں بہت سی اشیاء و مقامات و حیوانات کے نام جنکو ہم نے نہ جب دیکھا تھا اور نہ آج تک دیکھا ہے محض سنکر یا پڑھکر سیکھہ لیئے اور تعلیم بلاواسطہ کے طفیل ہم نے کچھہ مخصوص باتیں بھی منسوب کردیں مثلاً ہم جانتے ہیں کہ انگلستان ایک ملک ہے اور خاص خاص اوصاف کی بناء پر اور ملکوں سے الگ ہے لیکن اس غرض کے لیئے نہ تو ہم نے کبھی سمندر پار کیا اور نہ اس سے پرے جو جزیرہ ہے اس کے کنارے کشتی میں گھومتے پھرے اور طرفہ یہہ ہے کہ جن ملکوں سے ہم اسے جداگانہ تصور کرتے ہیں انہیں بھی کبھی آنکھہ سے نہیں دیکھا — انگلستان سے سننے اور پڑھنے سے واقف ہوئے تھے ان سے بھی سننے اور پڑھنے ہی سے واقفیت ہوئی *

اس قدر مثالیں کافی ہیں — ان سے صاف صاف ظاہر ہے کہ ترجمہ شدہ زبان ہماری بہت ہی ابتدائی زمانہ کی تعلیم وتربیت کا ایک جزو تھا — ہم نے اپنی زبان یا اسکا کوئی حصہ خود نہیں گھڑا — نہ تو ہم نے اشیاء، جیسے افعال ، دماغی کیفیات اور تعلقات کا اس لیئے انتخاب کیا کہ اُن کے الگ الگ نام رکھیں گے اور نہ ان میں فرق و تمیز پیدا کرنے کے لیئے الگ الگ نام ہی رکھے — جو کچھہ ہمارے معلموں نے سامنے لا رکھا اس میں سے جتنا ہم سے لیا گیا لے لیا اور جہانتک بن پڑا کام میں لائے — نہ تو کسی نے حوصلہ بڑھایا اور نہ اجازت دی کہ ہم جس طرح چاہیں بولیں بلکہ خود ہمیں بھی نہ سوجھی کہ ہم اوروں

کي تقليد کيوں کرتے ہيں ـــ ہماري غرض يہہ تھي کہ جن لوگوں ميں قسمت نے لا ڈالا ہے اُن سے مبادلہ خيالات ہو ، اپني سمجھاديں اور اُن کي سمجھ ليں ـــ اس مدعا کے حصول کے ليئے ہميں جيسے وہ غور وفکر کرتے اور بولتے تھے ويسے ہي غور وفکر کرنا اور بولنا پڑا ، اور ہم نے اسي پر قناعت کي ـــ ہم نے کبھي ادھر توجہ ہي نہيں کي کہ کيوں فلاں فلاں مجموعۂ اصوات سے فلاں خيال موسوم کيا گيا ، ہم تو اتنا ہي جانتے يا جاننا چاہتے تھے کہ اور لوگ بھي فلاں خيال کو فلاں مجموعۂ اصوات سے ظاہر کرتے ہيں يا نہيں ـــ مثلاً يہہ امر ہمارے نزديک قطعي بے معني تھا کہ لفظ ''پہاڑ'' کا مادہ کيا ہے، اسے ہم نے کہيں سے مستعار ليا ہے يا مرور ايام نے ہمارے ہي لفظ کي صورت مسخ کردي اور ''پہاڑي'' ميں 'ي' بڑھا کر جو تصغير بنالي گئي يہہ کس اصول کے مطابق ہے ـ ہم نے الفاظ اور مدلول الفاظ کے درميان کبھي کوئي حقيقي تعلق تسليم ہي نہيں کيا ، جو کچھہ ہم نے تسليم کياوہ يہہ ہے کہ ہمارے ذہن نے گرد و پيش کے اشخاص کي ہدايت اور تقليد کي وجہ سے اشياء اور مدلول اشياء ميں ايک خود ساختہ انتساب پيدا کرديا ـ جب ذرا بڑے ہوئے اور دل ميں کبھي خيال آيا کہ فلاں لفظ کے يہہ معني کيوں اور وہ کيوں نہيں تو ايک حيرت سي ہوئي ليکن معاملہ محض حيرت ہي حيرت تک رہا ـ ايسا کبھي نہيں ہوا کہ اگر کسي لفظ کے معني کي وجہ نہ معلوم ہوسکي يا معلوم ہوگئي اور ہيچ و ناکافي ہوئي تو ہم نے اس بناء پر اُس لفظ ہي کو ترک کرديا ہو ـ ہر لفظ محض ايک علامت تھا اور يہہ علامت اصول و قواعد کي قيد سے آزاد اور رسم و رواج کي زنجيروں ميں جکڑي ہوئي تھي ـ قيد اصول و قواعد سے آزاد اس ليئے کہ ہزارون لفظوں ميں سے ہر لفظ اسي طرح آساني سے سيکھا جاسکتا تھا اور جو خيال چاہتے اس سے منسوب کرسکتے تھے ، ليکن اس کام کو ہم نے کسي اُصول و قاعدہ کے مطابق نہيں کيا ، رسم و رواج کي زنجير ميں جکڑا ہوا اس ليئے کہ جس لفظ کو ہم نے سيکھا اس کے سيکھنے کي محض يہہ وجہ تھي کہ جس جماعت کا ہم جزو تھے اُس نے اُسے سند رواج و قبول عطا کر رکھي تھي

یہ اظہر من الشمس ہے کہ نسل و خون کو ہماری زبان کی تعیین و تشخیص سے کوئی بالواسطہ تعلق نہ تھا — انگریزی حسب و نسب کی وجہ سے ہم ہرگز انگریزی نہیں بول سکتے تھے۔ آبا و اجداد سے قطع نظر اگر ہمارے گردوپیش کے لوگ بجائے water (پانی) اور milk (دودھ) کے wasser and milch *or* eau and lait *or* hüdōr and gala بولتے تو ہم بھی یہی الفاظ بولنے کے عادی ہوتے — ایسے ہی جو والدین آرزو مند ہیں کہ اُن کے بچے جیسے جیسے بڑے ہوتے جائیں ویسے ہی ویسے شائستہ اور قابل ہوں، وہ اپنے بچوں کو فرانسیسی نرسوں کے حوالہ کردیتے اور اس کی احتیاط کرتے ہیں کہ اُن کے سامنے انگریزی نہ بولی جائے۔ اب اگر اُن کی رگوں میں برطانیہ بھر کے انگریزوں کا خون بھردیا جائے تو بھی وہ بچے پہلے پہل فرانسیسی ہی بولیں گے گویا اُن کی مادری زبان فرانسیسی ہی ہے — اسی طرح فرض کرلو ایک جہاز غرق ہوگیا اور موجوں نے ایک جیتا بچہ ماں کی گود سے چھین کر ساحل پر پھینکدیا، اب یہ بچہ اُن لوگوں کی زبان سیکھے اور بولے گا جن لوگوں نے اُس کی پرورش کی ہے — بھولے سے بھی طبعی اور آباواجداد کی زبان کا کوئی لفظ منہ سے نہ نکلے گا کہ پتہ لگے کہ اس کا وطن کونسا ہے — جس بچے کے ماں اور باپ کے ملکوں کی زبان الگ الگ ہے وہ بچہ دونوں زبانوں میں سے اُس ملک کی زبان سیکھتا ہے جس کی وہ دونوں سکھانا چاہیں اور جس ماحول میں وہ رہا ہے یا دونوں کی زبانیں بے تکلف سیکھتا اور بولتا ہے اور اُسے تمیز نہیں ہوتی کہ میری مادری زبان کونسی ہے — افریقیوں کے وہ گروہ جنہیں امریکی پکڑلاتے ہیں ایک ہی پشت میں اپنے کانگو (Congo) اور مینڈی (Mendi) کھوبیٹھتے اور ایک گنوارو بولی سیکھ جاتے ہیں جو اُن کے آقاؤں اور ہم پیشہ غلاموں کے درمیان آلۂ اظہار خیالات بن جاتی ہے — ہزاروں غیر ملکی سواحل امریکا پر نئے وطن کی تلاش میں پہنچتے اور اپنی اپنی زبانیں ساتھ لاتے ہیں — یہ چند ہی روز میں غائب ہوجاتی ہیں اور اگر باقی رہتی ہیں تو وہیں جہاں کسی بولی کے بولنے والے ایک ہی

جگہ آباد ہیں — آئرلینڈ کے کسان جب کہ وہ نوآباد انگریزوں سے ملتے جلتے اور تعداد میں ان سے کم ہوتے ہیں ، انگریزی طرز حکومت کے تابع ہوتے ہیں ، بھلائی اور برائی ہر معاملہ میں اُن پر اعلیٰ تر انگریزی تہذیب کا پورا پورا اثر پڑتا ہے اور حضیض فلاکت و جہالت سے بغیر انگریزی زبان پر قادر ہوئے نہیں نکل سکتے تو رفتہ رفتہ اپنی سیلٹی (Celtic) بھول جاتے اور حکمراں و تربیت یافتہ طبقہ کی زبان اختیار کرلیتے ہیں *

مجھے اعتماد کامل ہے کہ کوئی شخص اس کے تسلیم کرنے میں پس و پیش نہ کریگا کہ تحصیل مادری زبان کے طریق کا یہہ بیان صحیح ہے — ہر شخص اس کو مانتا ہے کہ زبان سے بہت بڑا فائدہ یہہ ہے کہ اس میں وہ خزائن، حقائق و علوم پوشیدہ ہیں جو ہر پشت نے حاصل کیئے ہیں یا جن تک اس کی رسائی ہوئی ہے اور اس کی وساطت سے وہ آیندہ نسلوں کے سپرد کیئے جا سکتے ہیں — اس کی اصلا حاجت نہیں کہ ہر شخص بذات خود دنیا کا مطالعہ کرے تاکہ وہ اشیاء کو بلحاظ اوصاف و تعلقات تقسیم کر کے اُن کے لیئے نام تراشے ، ہمارے پیشرو یہہ کام کرچکے اور اب ہم اُن کی مساعی سے مستفیض ہوتے ہیں — یہہ تو ابوالبشر کا کام تھا کہ جب کوئی چرند مرغزاروں میں چرتا یا پرند ہوا میں اُڑتا نظر آئے تو سوچے کہ اسے کیا کہے ، ہر ذی روح مخلوق کو اُس نے جس لفظ سے موسوم کیا وہی اُس کا نام پڑگیا جس کا استعمال صرف اسی کی ذات تک محدود نہ رہا ، بلکہ اس کا کنبہ اور اولاد بھی ہر چیز کے لئے اسی نام کے بولنے پر قانع ہوگئے جو اُن کے باپ نے استعمال کیا تھا *

مگر اب تک تحصیل زبان کا جتنا حال بیان کیا گیا یہہ جزوی اور ناقص ہے *

ہر شخص کی انگریزی ایک مخصوص ہیئت رکھتی ہے

اول تو یہہ کہ جس انگریزی کو ہم نے اس طرح سیکھا وہ اُس خاص شکل یا مقام سے وابستہ ہے جس کو ہمارے معلم یا جن کی ہم تقلید کرتے تھے، بولتے تھے — یہہ بالکل قرین قیاس ہے کہ پیدائش کے وقت سے

ایک شخص ایسے ہی لوگوں میں رہا ہو جن کی گفتگو بالکل معیار کامل کے مطابق ہو پھر بھی اگر وہ کوئی ایسی بات سیکھ جائے جو ٹکسال باہر اور مسلمہ انگریزی کے خلاف ہو تو یہہ اُسی کا قصور ہے ، لیکن ایسی مثالیں ' الشاذ کالمعدوم ' کی مصداق ہیں - اس سے قطع نظر کہ بہت کم لوگ اس مسئلہ پر متفق ہیں کہ انگلستان اور امریکا میں کس کے محاورات اعتراض سے ارفع ہیں اس میں شک کو بہت کم گنجائش ہے کہ دونوں مقامات کے باشندوں میں چند ہی ایسے ہیں جو محاورات کو صحیح صحیح جانتے اور بولتے ہیں - ایسے لوگ شاذ و نادر ہی ہیں کہ جن پر بچپن میں مقامی زبان کا ، ان دھقانی محاورات کا جو ان کے طبقہ یا پیشہ سے مخصوص ہیں ، حتیٰ کہ ان لوگوں کا جنہوں نے ان پر اسرار زبان منکشف کئے رنگ نہ چڑھا ہو - اب اس کا ظہور خواہ تلفظ کے بھونڈے پن یعنی خاص خاص الفاظ کے طرز ادا یا لب و لہجہ سے ہو خواہ خلاف قواعد جملوں اور ناموزوں تراکیب سے ہو، خواہ اس قسم کے فقیہ کلام مثلاً ' سمجھے ، آپ جانیئے وغیرہ ، سے ہو، خواہ ایسے روز مرہ سے ہو جو شائستہ و عمدہ صحبتوں میں منہ سے نہ نکلنا چاہیئے ، اور خواہ ایسے الفاظ سے ہو جو کسی بولی میں مروج ہیں مگر زبان انہیں تسلیم نہیں کرتی - یہہ سب عیوب یا انمیں سے کوئی ایک یا ان سے ملتے ہوئے عیوب ہم اپنی زبان کے ساتھ ساتھ سیکھ لیتے ہیں اور ہمیں نیک و بد کی تمیز بھی نہیں ہوتی - ہم تم جانتے اور افسوس بھی کرتے ہیں کہ اکثر غلطیاں اور عیوب اس طرح ہمارے ذہن میں گھر کر لیتے، اور ہماری طرز ادائے خیالات کا ایسا جزو بن جاتے ہیں کہ بڑے ہوکر ہزار احتیاط کریں یا سمجھایا جائے مگر وہ نہیں چھٹتے — افسوس کہ بہت سے تعلیم یافتہ اور قابل اشخاص ایسے ملتے ہیں جن سے عمر بھر ایسی باتیں ظاہر ہوتی رہتی ہیں کہ جن سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی بچپن کی تعلیم و تربیت ناقص وخراب تھی — عادات کا زبان پر بھی اتنا ہی اثر پڑتا ہے جتنا کہ امر بہت سی باتوں کا جن کو ہم حاصل کرتے اور جن پر عمل کرتے رہتے ہیں -

صرف یہی سچ نہیں ہے کہ جس نے ایک دفعہ انگریزی اچھی طرح سیکھہ لی پھر وہ اس قابل نہیں رہتا کہ کسی غیر زبان کو ایسا سیکھہ سکے کہ گفتگو میں اہل زبان کی سی سہولت ، صحت اور فصاحت ہو بلکہ یہہ بھی سچ ہے کہ اگر خراب انگریزی کسی کے رگ وپے میں سرایت کرجائے تو پھر لاکھہ کوشش کیوں نہ کرے مگر اپنی مادری زبان کے مقبول ومستند معیار تک نہ پہنچ سکے گا — مگر ایسے زبردست اور کثیر اسباب بھی ہیں کہ جو مقامی خصوصیات اور شخصی اغلاط کو دبادیتے اور بیخ و بن سے اکھاڑ ڈالتے ہیں — ان میں سے سب سے زیادہ اثر مدرسہ کی تعلیم کا ہے — ہماری تعلیم کا یہہ اہم جزو قرار دیا گیا ہے کہ صحیح صحیح زبان بولیں اور لکھیں — قابل اور دیانتدار معلم اپنے شاگرد کو پڑھنا، بولنا، فقروں کو منہ سے ادا کرنا اور قلم سے لکھنا اس طریقے سے سکھاتا ہے کہ جس کو ہر جگہہ کے اچھے تعلیم یافتہ پسند کرتے ہیں- باہمی صحبتیں بھی کچھہ کم ذریعہ تربیت نہیں ہیں اور اُن کا اثر بھی دیر پا ہوتا ہے — جب تک ہم جیتے ہیں ایسے اشخاص کی صحبت سے جو صحیح بولتے ہیں ہماری غلطیاں ہمیں معلوم ہوتی رہتی ہیں اور انکو درست کرنے کی تحریص ہوتی اور تعلیم ملتی رہتی ہے — پڑھنا، جو در حقیقت اس قسم کی صحبت کی بدلی ہوئی صورت ہے ، مستند اساتذہ کے کلام کا مطالعہ اور مختلف قسم کے علمی ذوق بھی اس میں مدد دیتے ہیں— طالب‌علم بننے اور اپنے سے بہتر بولنے والوں کی تقلید کرنے سے ہماری گفتگو جیسی پہلے تھی اس سے ترقی کرتی اور کمال کو پہنچتی ہے — جو شخص دل و جان سے مادری زبان کی تکمیل پر مائل ہے وہ کامیاب ہوکے رہے گا خواہ اس کی بچپن کی تعلیم ویسی ہی ناقص کیوں نہ ہو— جیسے وہ ایک غیر زبان مثلاً جرمن اور فرانسیسی وغیرہ میں مواقع ذاتی استعداد ، محنت اور مدت مطالعہ کے لحاظ سے کچھہ نہ کچھہ کمال حاصل کرلیگا ویسے ہی مادری زبان میں بھی ضرور کریگا

هر شخص کي انگريزي کي حد و غايت

جو طريق هائے تربيت و تعليم اوپر بيان کيئے گئے هيں اگرچه ان سے بالعموم کلام ميں صحت و سهولت پيدا هوجاتي هے ليکن اس سے انگريزي کے تمام اصناف پر همه گير قدرت نهيں حاصل هوتي - يهه کوني عظيم الشان غير منقسم اور مفرد شے نهيں که جسے يا تو تمام و کمال سيکهه سکيں يا بالکل نه سيکهه سکيں — يهه ايک مجموعهٔ افراد هے اور هر شخص اس ميں سے کم و بيش بقدر ذرائع و استعداد حاصل کر ليتا هے مثلاً بچه جن الفاظ کے استعمال کرنے کي قوت حاصل کرتا هے ان کي تعداد قليل هوتي هے - اس کا اکتساب گفتگو کے نهايت هي ضروري اجزا پر موقوف و محصور هوتا هے يعني معمولي معمولي چيزوں کے نام ، پيش پا افتاده خيالات اور سيدهے سادے تعلقات - بچے سے چند قسم کے محدود معاملات هي پر گفتگو کي جا سکتي هے — جو کتاب خاص طور سے اس کے ليئے نه لکهي گئي هو اس کا جزو اعظم وه سمجهتا هي نهيں کيوں که ابهي تک اس نے اظهار خيالات کے ليئے جو علامات اس ميں لکهي هيں وه سيکهي هي نهيں — ان علامات کا ايسي علامات ميں ترجمه کيا جانا ضروري هے جو اُسے آتي هيں ورنه اُن خيالات تک اس کي عقل کي رسائي نه هوگي کيونکه جو بات بتائي جارهي هے وه اس کے دائره علم سے خارج هے - ليکن اس لحاظ سے تو هم تم سبهي بچے هيں، وه کون هے جو اپني مادري زبان کي تکميل کرچکا اور دعوي کرسکتا هے که ميں نے ميدان مار ليا - انگريزي لغات ميں ايک لاکهه الفاظ هيں اور يهه بهي ايک بڑي تعداد سے انتخاب کئے گئے هيں - اگر وه تمام علامات خيال (الفاظ) جو همارے اسلاف نے برتي هيں اور جو اب موجود هيں اکٹها کي جائيں ، اگر تمام متروک لفظ ، اصطلاحات ، صنعت و حرفت اور بوليوں کے وه لفظ جو انگريزي کے لفظ نهيں هيں اور کسي مروجه زبان سے منسوب بهي نهيں کئے جاسکتے سب يک جا کئے جائيں ، تو مذکوره تعداد بهت بڑه

جائیگی — اس کثیر تعداد میں سے صرف تین ہزار سے پانچ ہزار تک لفظ ایسے ہیں جو معمولی اغراض کے حصول کے لیئے کافی ہیں — محض عام آدمیوں کی اغراض نہیں بلکہ نہایت تعلیم یافتہ اشخاص کی اغراض اس سے پوری ہوسکتی ہیں — انگریزی بولنے والی جماعت کا ایک بڑا حصہ، جس میں ان پڑھ اور جاہل بھی شامل ہیں، تین ہزار الفاظ سے بھی کام نہیں لیتا — یہہ تو بچوں کی طرح صرف وہی لفظ جو معمولی سے معمولی اور سیدھے سادے خیالات کی علامات ہیں استعمال کرتا ہے — اس ذرا سے سرمایہ میں ہر حرفہ والا خواہ وہ جاہل ہی ہو اپنے پیشہ کی اصطلاحات مثلاً اوزاروں، طریق کار اور اس کے نتایج وغیرہ کے نام کا بھی اضافہ کردیتا ہے جنہیں وہ روزانہ تجربہ کی بناء پر جانتا ہے، لیکن وہ لوگ جو اس کے ہم پیشہ نہیں ہیں ان سے ناواقف ہیں— جاہل سے جاہل پیشہ ور بھی بہت سے معاملات پر ایسی گفتگو کرسکتا ہے جس کا ایک لفظ بھی تمہاری سمجھ میں نہیں آسکتا — مذکورہ لکھہ لفظوں کی فہرست ایسی ہی اصطلاحات سے بھری پڑی ہے—حرفت اور صنعت اور سائنس کے ہر شعبہ کی بولی الگ الگ ہے اور اس کو وہی خوب سمجھتے ہیں جنہوں نے اس میں کمال پیدا کیا ہے — تقاضائے حیات یہہ ہے کہ ہر باخبر اور تعلیم یافتہ شخص کو خاص خاص شعبوں میں دسترس ہو اور حسب ضرورت ان کی زبان بھی آتی ہو لیکن وہ شخص بلاشبہ عجوبہ روزگار ہے جس نے ان سب کی زبانوں پر قدرت کامل حاصل کرلی ہو — کون ہے وہ جس کو مروجہ لغات کے ہر صفحہ پر چند لفظ ایسے نہیں ملتے جن سے وہ ناواقف نہیں، جن کو اُسے سمجھانے کے لیئے تشریح کی ضرورت نہیں، اور جن کا محل استعمال اُسے ٹھیک ٹھیک آتا ہے — اور یہہ نہ سمجھو کہ یہہ حال محض اصطلاحات ہی کے بارے میں ہے ، بہت سے لفظ یا اُن کے معنی ایسے ہیں جو اب عام طور سے نہیں بولے یا لکھے جاتے ، یا پرانے یا عنقریب ترک کیئے جانے والے ہیں - لیکن باوجود اسکے

انکو مروجہ انگریزي کي محفل میں جگہ دینے سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ بہت سي چیزیں ایسي ہیں جن پر معمولي لوگوں یا ایک پوري کي پوري جماعت کي نظر نہیں پرتي چنانچہ ان کے ناموں سے جب انہیں سابقہ پرتا ہے تو وہ ان سے صحیح صحیح خیال منسوب کرنے سے عاجز ہوتے ہیں - بہت سے تصورات و احساسات وغیرہ بہتوں کے آئینہ دل پر کبھي منطبع هي نہیں ہوئے چنانچہ ان کے اظہار کا نہ تو انہیں موقع هي پیش آیا اور نہ وہ ان کے ظاہر کرنے هي پر قدرت رکھتے ہیں - خیال کے ہر شعبہ میں صدہا قسم کے فرق ہیں انکي تفریق اور ان کا تسمیہ ہر شخص کو نہیں آتا اسپر طرہ یہہ کہ ایک هي بات کے اظہار کے لیئے کئي کئي اسالیب ہیں اور ہر شخص ان پر قادر نہیں - ایک مصنف و مقرر کے سامنے ہر قسم کے لفظ ہاتھہ باندھے کھڑے رہتے ہیں اور اسکے پاس اظہار خیالات کے لیئے طرح طرح کے مرکبات ناقص ہیں وہ ان کا گلدستہ سجا کر ہمارے سامنے رکھہ دیتا اور مشام جان کو معطر کر دیتا ہے اس کا لفظ لفظ بے تکلف سمجھہ میں آتا ہے بر خلاف اس کے ایک اور صاحب ہیں جو علم و فضل اور دوربیني میں تو اس کے هم پلہ ہیں مگر لفظ نہیں سوجھتے اور طرز بیان بھونڈا ہے ، وہ اپنے خیالات بے ڈھنگے پن سے پیش کرتے ہیں اور عبارت غیر مربوط ہوتي ہے — ان کا مطلب تو سمجھہ میں آتا ہے لیکن دماغ سوزي اور جگر خراشي کرني پرتي ہے — اگرچہ یہہ بزرگ اوروں کا کہا سب سمجھتے ہیں مگر ان کي نسبت یہہ کہنا کہ زبان پر حاوي ہیں غلط ہے — ان کا حال غیر زبان کے اس طالب علم کا سا ہے جو اس کا ترجمہ بآساني کرلیتا ہے لیکن اُس زبان میں گفتگو کا موقع آئے تو رواني مفقود ہو جاتي ہے— اس مثال سے بخوبي سمجھہ میں آگیا ہوگا کہ معاورات کیونکر مختلف اشخاص کي اکتسابي قابلیت اور فطري ودیعت کا فرق عیاں کرتے ہیں — جیسے دو آدمي ایک هي خد و خال کے ملنے دشوار ہیں ویسے هي دو آدمی ایسے بھي نہیں مل سکتے جن کو زبان پر بالکل برابر کا عبور ہو •

ہر شخص کی انگریزی کے الفاظ کے معنی مخصوص ہیں

ایک بات اور سنئے ! کسی زبان کے سب بولنے والے کسی ایک لفظ کے بھی ایک ہی معنی نہیں لیتے — ہم لفظوں کا مفہوم یا تو اُن کی تعریف سے سمجھتے ہیں یا جن مواقع پر بولے جاتے ہیں ان سے اخذ کرتے ہیں - تعریف میں تو یہہ دقت ہے کہ یہہ نہ تو آج تک درست و کامل ہوئی ہے اور نہ کبھی ہوگی اور اخذ و استنباط کی یہہ صورت ہے کہ اس میں غلطی کا کھٹکا لگا ہوا ہے - سب جانتے ہیں کہ بچے ہمیشہ لفظوں کے معنی سمجھنے میں دھوکا کھا جاتے اور ان کا غلط استعمال کیا کرتے ہیں—جبتک تحصیل زبان ترقی نہیں کرتی بچہ ہر شخص کو ''ابا'' ہی کہتا ہے ، لفظ ''آسمان'' سیکھہ لیا تو چھت کو بھی آسمان ہی کہنے لگا - اسکے نزدیک ''گدھے'' اور ''خچر'' دونوں کو ''گھوڑا'' کہنا درست ہے اور یہہ کوئی خلاف بات بھی نہیں کیونکہ جن جانوروں کے لیئے وہ ''کتا'' استعمال کرتا ہے ان کی شکلیں آپسمیں اس قدر مشابہ نہیں ہیں جتنی کہ گھوڑے گدھے اور خچر کی- جب تک تحصیل زبان جاری ہے اس قسم کی غلطیوں کا کھٹکا لگا ہوا ہے- لفظ خیالات کا من و عن نمونہ تو ہیں ہی نہیں وہ تو فقط ان کی علامات ہیں جن کا مفہوم حتی الامکان سمجھ میں آتا ہے اور پھر ایک دماغ دوسرے دماغ سے اس قسم کا ربط و تعلق بھی تو نہیں پیدا کرسکتا کہ جن کیفیات کا مورد ایک ہو بالکل انہیں کیفیات کا دوسرا ، اور جو اسے سوجھے بالکل وہی اُسے— فقرات مجسمات خیالات تو ہیں ہی نہیں جن کا عکس ایک مصفا آئنہ میں پڑرہا ہے اور نہ وہ فوٹو کی تصویریں ہیں کہ جن میں صرف رنگ بھرنے کی ضرورت ہے، وہ تو ناقص اور ادھورے نقش ہیں جن کے خطوط صرف اتنے ہی ہیں کہ جس کے سامنے پیش کیئے جائیں وہ جو منظر مقصود ہے اسے سمجھہ سکے اور جو کچھہ باقی رھگیا ہے اسے پورا کرکے ایک مکمل تصویر بنالے — اب رہا تکمیل کا

مسئلہ سو کوئي سي بھي دو طبیعتیں کبھي کوئي ایسي تصویر نہ تیار کریں گي جو ایک دوسرے سے من و عن ملتي ہو یا بالکل اصل کے مطابق ہو *

مختلف اقسام کے الفاظ کے مختلف معاني کے درجات بھي جداگانہ ہیں — اگرچہ مدرک بالحواس اشیاء کے ناموں کے مفہوم سمجھنے اور بولنے میں کسي سخت غلطي کا اندیشہ کم ہے تاہم کچھہ کم اختلاف کي گنجائش نہیں کیونکہ جس کا علم بڑھا ہوا یا تخیل عمدہ ہے وہ اس خیال میں، جو کسي شے کے نام سے دل میں پیدا ہوتا ہے، وہ جادو بھر دیتا ہے جو دوسرے کے امکان ہي سے خارج ہے - مثلاً دو آدمي لفظ ''سورج'' بولتے ہیں ، اس کے معني بھي دونوں سمجھتے ہیں لیکن ایک کے نزدیک تو یہہ محض ایک گرم اور روشن گولا ہے جو ہر روز صبح آسمان پر نمودار ہوتا اور شام کو غائب ہوجاتا ہے، لیکن دوسرے کي زبان پر جب اس کا نام آجاتا ہے تو فوراً اُس کا خیال اس جانب متبادر ہوتا ہے کہ سائنس نے اس عظیم‌الشان روشن شے کے بارہ میں کیا کیا بتایا اور زمین پر اس کا کیا کیا اثر پڑتا ہے- اسي طرح بہت سے آدمیوں کے سامنے لفظ ''پیکن'' بولا گیا اور سبھوں نے اسے سمجھہ لیا لیکن ان میں سے بعض تو صرف اتنا ہي جانتے ہیں کہ یہہ ایشیا کے ایک بہت بڑے شہر کا نام ہے جو چین کا دارالسلطنت ہے، بعض نے ملک چین کي عادات و رسوم کا مطالعہ کیا ہے، وہاں کے مناظر، عمارات، لباس اور حرفت کي تصویریں دیکھي ہیں انہیں اس لفظ سے جو تصور پیدا ہوتا ہے اسکے ساتھہ ساتھہ کچھہ وہاں کي کیفیات کا بھي خیال آتا ہے - ان ہي میں ایک شخص ایسا ہے جو وہاں گیا بھي ہے اُس کے کان میں اس لفظ کي آواز پڑتے ہي سیکڑوں باتوں کي یاد تازہ ہوگئي، اس‌کي چشم‌تصور کے سامنے جو تصویر آتي ہے وہ حقیقي رنگوں سے بنائي گئي ہے- مجھے اعتماد کامل ہے کہ رنگ کا جو اثر میري قوت ادراک پر پڑتا ہے وہي میرے دوست کي قوت ادراک پر بھي پڑتا ہے اور جب ہم دونوں

الفاظ ' لال ، اور' نیلا، بولتے ہیں تو ہمارا مقصود واحد ہوتا ہے مگر اس صورت میں بھی اس کا امکان ہے کہ ہم دونوں میں سے کوئی عمی اللون (colour blind) ہو اور ان الفاظ سے ایک ان رنگوں کو جتنا گہرا یا ہلکا سمجھتا ہے دوسرا نہ سمجھتا ہو - اسی طرح زبان کے ہر جزو پر متکلم کی شخصیت کا اثر پڑتا ہے اور سب سے زیادہ اُن معاملات میں جن کا تعلق ہر شخص کے تعقل ذاتی یا فہم موضوعی (subjective apprehension) سے ہے مثلاً عیاش، مغلوب الغضب اور ظالم ، فلسفی اور نیک مزاج جب' محبت ، یا 'نفرت ، بولتے ہیں تو ہرگز ان کا مقصود ایک ہی قسم کا نہیں ہوتا — ہماری زبان میں جو لفظ روز مرہ بولے جاتے ہیں اگر بولنے والوں سے کوئی کہے کہ ان کی تعریف کیجئے تو بہت سے نصف تعداد کی بھی ایسی تعریف نہ کرسکیں گے جو اُنہیں الفاظ کی اوروں کی تعریف سے ملتی ہوئی ہو ، کون نہیں جانتا کہ اکثر لفظی بحثیں ہوا کرتی ہیں جن کا مدار محض معانی الفاظ پر ہوتا ہے اور یہہ جھگڑے ختم ہونے نہیں آ

مذکورۂ بالا سے اس کی صراحت ہوتی ہے کہ اگر ہم یہہ دعویٰ کریں کہ اگرچہ ہم سب بولتے تو انگریزی ہی ہیں لیکن ہم میں سے دو کی انگریزی بھی من وعن یکساں نہیں یعنی اس کی شکل الگ ہے ،اس کی وسعت الگ ہے اور اس کے معنی الگ ہیں تو یہہ مبالغہ نہ ہوگا *

انگریزی زبان کیا ہے اور اسکی ہستی کیسے قایم ہے

اچھا تو پھر انگریزی زبان ہے کیا ؟ اس کا جواب ہم دیتے ہیں— یہہ ایک بہت بڑا مجموعہ ہے منہہ سے ادا کی ہوئی علامات خیالات (الفاظ) کا جن کو ایک بڑی جماعت نے تسلیم کرلیا ہے اور جو اس میں رائج ہیں — اس جماعت کو ہم انگریزی بولنے والی جماعت کہتے ہیں اور اس میں باشندگان امریکا اور کثیر تعداد ساکنان برطانیہ اعظم مع اُن لوگوں کے جو دنیا کے اور حصوں میں آباد ہیں

لیکن گفتگو ان‌هی کی سی کرتے هیں شامل هیں — یہہ حاصل جمع هے اس جماعت کے مختلف افراد کی زبانوں کا یا یوں کہئے کہ اوسط هے کیونکہ هر شخص بعض باتیں ایسی یا اس طریقے سے کہتا هے جو انگریزی کے اعلیٰ معیار پر پوری نہیں اترتیں — یہہ مذکورہ مجموعہ کا وہ حصہ هے جسے کثیر تعداد استعمال کرتی هے لیکن یہہ کثرت محض شمار پر منحصر نہیں بلکہ اس سے تعلیم و تربیت یافتہ اشخاص کا بہت بڑا حصہ مراد هے - یہہ کلام انسانی کا ایک بہت هی وسیع جزو هے جسکی حدود کسیقدر غیر معین اور گھٹتی بڑھتی رهتی هیں —اس وسیع جزو کا ایک حصہ هر شخص کے قبضہ میں هے لیکن ایک وسطی حصہ اسکا ایسا بھی هے جو ملک مشترکہ هے اور یہاں سب دوستانہ حیثیت سے ملتے هیں اس سے باهر نکلے اور پھر ایک دوسرے کو پہچانتا بھی نہیں - اگرچہ زبان ایک هے لیکن اس کی بے انتہا اقسام هیں جنکی نوعیت و درجات میں بڑا فرق هے مثلاً ایک قسم وہ هے جس کا تعلق هر شخص کی ذات سے هے، دوسری وہ جس پر جماعت کا اثر پڑا هے اور تیسری وہ جو مقام و مکان سے اثر پذیر هوئی ، اسلیئے یہہ بعید از مکان نہیں کہ دو شخص اسطرح بات کریں کہ ایک کا مطلب دوسرا نہ سمجھہ سکے - جو بات اس زبان میں وحدت پیدا کرتی هے وہ یہہ هے کہ اسکے تمام بولنے والے ایک بڑی حد تک بہت هی عام وضروری معاملات پر اس‌طرح گفتگو کرسکتے هیں‌کہ آپس میں مطلب سمجھہ لیں *

مذکورۂ بالاصراحت سے صاف صاف عیاں هے کہ اس زبان کے قایم رهنے کی کیا وجوہ هیں — تسلسل روایت اسے زندہ رکھتا هے اور هر نسل آنے والی نسل کو اسے ورثہ میں دیجاتی هے - هر شخص اس کام میں شریک هے اور همارا یہہ کہنا بے جا نہوگا کہ جس طرح حیوانات کا هر فرد اپنی نوع کی بقا کا بنفسہ کفیل هے اسی طرح هر انسان بھی بقاے زبان کا بنفسہ ضامن هے — هر شخص اپنی بساط بھر اس کی اشاعت میں کوشش کرتا هے یعنی اپنی جبلی اور اکتسابی

خصوصیات کے لحاظ سے زبان کی وسعت واسلوب کے لیئے جو کچھ بن پڑتا ہے کرتا ہے اور اگرچہ ہم میں سے ہر شخص کے حصہ میں جو کام آتا ہے وہ ہیچ ہی کیوں نہ ہو لیکن سبھوں کے جمع ملکر زبان کے منتقل ہونے کا سبب پیدا کردیتے ہیں — اگر کوئی ایسی زبان ہو جیسی کہ ہماری ہے تو علم ادب بھی شخصی کوشش میں بہت مدد دیتا ہے — ہر کتاب ایک انسان ہے جو پنجۂ شاہین اجل سے مامون و مصئون ہے اس کے مخاطبین کی تعداد اُس تعداد سے کہیں زیادہ ہے جسے کوئی شخص مخاطب کرسکتا ہے اور جو زبان خود بولنا ہے سکھانا چاہتا ہے۔ مسلم الثبوت اور مستند اساتذہ کا کلام اُس قوم میں پہنچ کر ، جسے اس کا شوق ہے اور اس پر فخر کرتی ہے، زبان کی حفاظت اور منتقل ہونے کا ایسا ذریعہ بن جاتا ہے کہ جس میں مبالغہ کو کوئی دخل نہیں — تاریخ لسانی کی تحقیقات کرتے ہوئے جب ہم آگے بڑھیں گے تو قدم قدم پر علم ادب کے اثرات کا خیال رکھنا پڑیگا۔ لیکن باوجود اس کے ہر تصنیف ہے کیا ؟ ایک انسان جس کی کوششوں کا دائرہ تنگ ، جس کی ذات خامیوں کا مخزن اور جس کا اثر پابند حدود —کون تبحر اورقدرالکلامی میں شیکسپیر کا مقابلہ کر سکتا ہے لیکن وہ بھی صرف پندرہ ہزار لفظ استعمال کرتا ہے اور ملٹن اس کے نصف سے کچھ ہی زیادہ ، یہہ تعداد ہمہ گیر انگریزی زبان کا محض جزو حقیر ہے — اگر زبان کسی تنہا فرقہ یا شخص کی ملک ہوجائے تو بہت جلد اس کی قوت کا خاتمہ بھی ہو جائے — بقائے زبان کے لیئے تمام قوم کی متفقہ مساعی کی ضرورت ہے، ہر فرقہ ہر طبقہ مختلف طبائع، مختلف کوائف، مختلف ضروریات سب کو اس کام میں شریک ہونا پڑتا ہے

تغیرات زبان انگریزی

اگرچہ ہماری زبان ان لوگوں کی بدولت جو اسے خود سیکھتے اور سیکھ کر اوروں کو سکھاتے ہیں نسلاً بعد نسل آگے بڑھ رہی ہے لیکن ایک ہی حالت پر قائم نہیں ہے — اسی اثناء میں آہستہ آہستہ اصلاحات ہورہی ہیں حتی کہ ایک دن وہ آئیگا جب اسکی صورت

اس قدر بدل جائے گي نہ آج جو اسے بول رہے ہیں وہ اسے نہ سمجھہ سکیں گے — اگر اُس کا یقین نہ ہو تو اس کي گذشتہ تاریخ پر نظر ڈالو اور اُس زمانہ کا حال پڑھو جس کي ترقي کي آئینہ داري اُس وقت کی تحریرات کر رہي ہیں ، خود یقین آجائیگا — آج ہم جو کچھہ بول رہے ہیں، اور ہر شخص سمجھتا ہے ، ملکہ الزبتھہ کے زمانہ والوں سے اس کي نسبت دریافت کیا جائے تو کہینگے کہ اس کا بہت کچھہ حصہ مہمل و غیر مانوس ہے — اسي طرح اُس وقت کي زبان کا بہت کم حصہ آج کل کے روز مرہ کا جزو ہے ۔مثلاً شیکسپیر کي گفتگو کے بہت سے مرکبات ناقص اور تراکیب، اس موقع کے سوا جب اُس کے مقولات نقل کرنے ہوں، آج بھول کر بھي کسي کي زبان پر نہیں آتے ، اُس وقت کے بہت سے لفظ تو یاد ہي نہیں رہے اور بہت سے ایسے ہیں جن کے معني کچھہ کے کچھہ ہوگئے — اب رجعت قہقري شروع کرو اور پچاس پچاس برس کے زمانہ پر نظر ڈالو حالت بد سے بدتر ہي دکھائي دیگي حتیٰ کہ چاسر (Chaucer) اور گوور (Gower) کے زمانے میں تو زبان محض ایک بولي رہ جاتي ہے جو قریب قریب اجنبي نظر آتي اور بغیر غور و فکر اور شرح کي مدد کے سمجھہ میں نہیں آتي ہے حالانکہ انکو گزرے فقط پانسو برس ہوئے اور پندرہ پیس ہي پشتوں کا فرق ہے—اور پانسو برس آگے چل کر شہنشاہ الفریڈ کے عہد کے سیکسن انگریزوں (Anglo-Saxons) کا زمانہ آجاتا ہے ، اب زبان کا رنگ بالکل بدلا ہوا ہے ایک لفظ بھي سمجھ میں نہیں آتا گویا جرمني زبان ہے اور اس کي تحصیل بھي اُتني ہي دشوار جتني کہ جرمني زبان کي — لیکن کون کہہ سکتا ہے کہ انگریزوں کي ان تیس یا چالیس پشتوں میں سے جن کا سلسلہ نسب الفریڈ کے وقت کے لوگوں تک پہنچتا ہے ایک پشت بھي ایسي تھي جو ہماري طرح یہہ نہ چاہتي تھي کہ ہم اپني اولاد کو ورثہ میں وہي زبان دیجائیں جو ہمیں اپنے آباؤ اجداد سے ملي ہے— یہہ صحیح ہے کہ آج کل اس کے

مسخ ہونے کے اسباب بہت کم ہوگئے اور شاید ہزار برس میں ہماری مشترکہ زبان میں جو تغیر و تبدل ہوگا وہ گذشتہ تغیر و تبدل کے دسویں حصہ کے برابر بھی نہ ہو لیکن جو اسباب اُس وقت اس کے تغیر کا باعث تھے وہ اب بھی موجود ہیں اور جو اثر اُن کا اُس وقت تھا وہی آج ہے۔ یہہ دونوں باتیں اس کی سرشت میں داخل ہیں اور اگر آپ اسے بولتے رہیں گے تو انہیں اس سے نکال نہیں سکتے - ایک مختصر سی تحقیقات سے یہہ معاملہ صاف صاف سمجھ میں آجائیگا *

ہماری زبان کا سب سے سریع اور ممتاز تغیر وہ ہے جو ہمیشہ ہمارے لغات کے معنی اور ان کی وسعت کو بدلتا رہتا ہے - زبان انگریزی اس لیئے عرصہ وجود میں آئی ہے کہ جو کچھہ ہمیں معلوم ہے اوروں کو بتاتے رہیں - جسطرح الفاظ کا وہ خزانہ جو ہر شخص کے پاس ہے اسکے مبلغ علم کا پتہ دیتا ہے اسیطرح کسی قوم کے مبلغ علم کا پتہ بھی اسکی زبان کے خزانہ لغات سے لگتا ہے - جن چیزوں سے وہ واقف ہے ، جو مابہ الامتیاز اس نے انمیں پیدا کیئے ہیں ، اور مادی اور ذہنی عالم میں جو تجربات اسے ہوئے ، اور جو دلائل اسنے قایم کیئے ہیں ، سب کو موزوں طریقہ سے ظاہر کرنا ضروری ہے - کہا جاتا ہے کہ زبان اس سے زیادہ نہیں ظاہر کرسکتی جتنا کہ اسکے بولنے والوں کے ذہن میں ہے - بجا ، لیکن اسمیں بھی کلام نہیں کہ وہ اس سے کم بھی نہیں کرسکتی یعنی زبان اور اسکے بولنے والوں کا علم دونوں کی وسعت برابر ہے - سارا انحصار علم پر ہے اور علم کی یہہ کیفیت ہے کہ ہر پشت کے علم کو دوسری پشت کے علم سے کوئی نسبت ہی نہیں رہتی - تجارت ، صنعت ، فن اور سائنس اپنے اپنے سامان ، طریق کار اور اسکے ثمرات کو بدل رہے ہیں اسکے ساتھہ ہی ساتھہ انکی بولیاں بھی بدلتی جاتی ہیں - پس اس تغیر کا اس قدر حصہ جسے عوام سے تعلق ہے لوگوں کے روز مرہ میں داخل ہوتا جاتا ہے - جیسے جیسے ہماری مادی حالت ، ہمارا طرز زندگی ، ہماری شخصی اور عام انجمنیں کایا پلٹتی ہیں ویسے ہی ویسے ہماری

زبان میں اس کایا پلٹ کي جھلک آتي جاتي ھے - آجکل ریل ، جھاز ، فوٹو گرافي ، کیمیا ، ارضیات ، نئے نئے ملبوسات ، سامان آرائش ، طرز عمارات ، اشیائے خوردني اور طرح طرح کے عیش و عشرت کا دور دورہ ھے اسلیئے ھر شخص کي زبان سے بہت سے لفظ ایسے نکلتے ھیں جو ایک صدي قبل کے عالم متحیر کي سمجھہ میں نہیں آسکتے ، بفرض محال وہ قبر سے نکلکر ھمارے بازاروں میں سیر کرنے آجائے - زبان کا جو حصہ خاص طور سے بدلتا رھتا ھے وہ مادي اشیاء اور ان کے باھمي تعلقات کے ظاھر کرنے والے محاورات اور صنعت و حرفت کي تشریحات ھیں کیونکہ انہیں میں بالخصوص تبدیلي کي ضرورت پیش آتي ھے - ھر زبان کا خاص اور نہایت ضروري حصہ اشیاء ، املاک اور افعال کے اسماء سے مرکب ھے جن کا مفہوم اتنا ھي قدیم ھے جتني کہ نوع انسان ، جنکو انسان نے اسي وقت سیکھا تھا جب کہ بولنا سیکھا ، اور جو نہ معدوم ھوسکتے ھیں اور نہ اُن کي جگھہ اور اسماء چھین سکتے ھیں - الفاظ "سرخ ، سبز ، نیلا ، زرد" یا ان کے مرادفات کا پتا کلام انساني کے ابتدائي سے ابتدائي زمانے تک لگتا ھے - نئے ناموں کي تلاش کي ضرورت تو اسوقت ھوئي جب نئے نئے دلفریب رنگ ایجاد ھوئے مثلاً مجنتا (Magenta) سولفرینو (Solferino)، یہہ نام اُن مقامات کے نام پر رکھے گئے جن کو اس وقت کے واقعات نے یک بہ یک شہرت دیدي - حضرت آدم سے لیکر آج تک کے دو دھقاني حسب ضرورت اُپس میں " مٹي ، چٹان ، کنکر اور پتھر " وغیرہ کي نسبت گفتگو کر سکتے ھیں مگر موجودہ صدي کے آغاز سے ماھر معدنیات و ارضیات نے سیکڑوں نئي باتیں زمین کي سطح اور اُن چیزوں کي، جن سے وہ بني ھے، تاریخ اور ساخت کے بارہ میں دھونڈہ نکالي ھیں، زمین کے طبقات اور ان طبقات کے اجزا کي تدوین و تقسیم کي ھے ، عقدہ و محلول، اصل و تاریخ وغیرہ کے تعلقات کو منکشف اور اُن کے اظہار کے لئے انگوریزي زبان میں بہت سي اصطلاحات کا اضافہ کیا ھے جن کي تعداد ھر سال بڑھتي جاتي ھے - یہي حال نباتات ، الہیات اور سائنس اور فنوں کے شعبوں کا ھے - اور اگرچہ اصطلاحات کا بہت بڑا حصہ محض

اصطلاحات هي کے دائرے میں مقید رهتا هے یعني اُس کو وهي سمجھتے اور کام میں لاتے هیں جو اُن شعبوں کا مطالعه کرتے هیں - لیکن یهه نه سمجھنا چاهیئے که عام گفتگو پر اس کا کچھه اثر هي نهیں پڑتا - عقلاء و علماء علوم میں ترقي کرتے هیں تو اس کے ثمرات کا کچھه نه کچھه حصه ادنیٰ سے ادنیٰ طبقه ، یا سب سے ادنیٰ طبقه کو چھوڑ کر ، اور سبھوں تک پهنچتا هے، اُن کي زبان انهیں اداکرتي هے اور اس طرح وه اس خزانۂ خیالات کي اساس بن جاتا هے جو هر پشت کا ورثه هیں، اور هر بچه کو سکھائے جاتے هیں — مختصر یهه که زبان کي وسعت، اس کے بولنے والوں کي ضرورت کے مطابق، کم و زیاده هوتي رهتي هے — اگر ان کے دماغ نئي معلومات سے مالامال هوتے رهتے هیں تو یهه بهي پهلتي پهولتي رهتي هے اور اگر ان میں انحطاط آیا تو یهه بهي قعر تنزل میں گر گئي *

میں پهلے هي کهه چکا هوں که یهي زبان کے تغیر کا بهت هي نمایاں ، طبعي ، لابدي[۱۱] اور جائز طریقه هے — نک چڑھے سے نک چڑھے شستگي زبان کے مدعي تک اس پر اعتراض نهیں کرسکتے اور نه کسي اور طریق کے آرزو مند هوسکتے هیں — یهاں تنک نظري جهلا کي تنگ نظري کي هم معني هوگي یعني یهه ترقي تهذیب و علم کي مخالفت هے - اس تغیر کے دوش بدوش اس کي نقیض بهي ظهور پذیر هوتي رهتي هے، یعني بلحاظ کوایف جن الفاظ کا یا الفاظ و مرکبات ناقص کے معني کا زنده رکھنا غیر ضروري هے اُن کا بھولنا یا ترک کیا جانا - یهه لفظ یا تو ازمنۂ ماضیه کي چیزوں کے نام بتاتے هیں یا اب بیکار اور فضول هیں کیونکه ان کے عوض ان سے زیاده مقبول عام لفظ مستعمل هیں *

لیکن اسي عرصه میں هماري زبان میں ایک اور قسم کي اور قابل اعتراض تبدیلیاں بهي هوتي رهتي هیں - ان کا الفاظ زبان سے اتنا تعلق نهیں هے جتنا که هیئت الفاظ سے ، یهه ایک اعتبار سے فضول بهي هیں اور اس لیئے صحیح روایت ان کي سخت مخالف هے — باوجود

اس کے اُنہوں نے ثابت کردیا کہ ہماری ضرورت بھی اوروں سے کچھہ کم نہیں — اس کا ذکر پہلے آچکا ہے کہ زبان بذریعہ روایت منتقل ہوتی رہتی ہے لیکن یہہ طریقہ بذات خود ناقص ہے — اگر چند دفعہ کی روایت سے قصوں کی اصلی صورت میں فرق آجاتا ہے تو لفظ بھی پشت در پشت منتقل ہوکر اپنی ہیئت قایم نہیں رکھہ سکتے — کون نہیں جانتا کہ چھوٹے چھوٹے بچے الفاظ اور مرکبات ناقص کو اس طرح بگاڑ کر بولتے ہیں کہ صرف جو لوگ ان سے واقف ہیں وہی سمجھتے ہیں کہ یہہ کیا کہتے ہیں — لیکن بڑے بچے بھی جو بالعموم کسیقدر صحت کے ساتھہ بولنا سیکھہ چکے ہیں بعض بعض آوازیں نہیں ادا کرسکتے ، اس لیئے وہ انہیں یا تو بالکل چھوڑ جاتے ہیں یا ان سے مشابہ آوازیں انکی جگہ بولتے ہیں — بعض حروف صحیح کے اتصال سے جو آوازیں پیدا ہوتی ہیں وہ نہیں نکلتیں اس لئے اس طرح بولتے ہیں کہ جہاں تک ہوسکے تلفظ ٹھیک ٹھیک ادا ہو جائے — لمبے چوڑے الفاظ کا ایک آدہ جزو اڑا جاتے ہیں — بعض الفاظ کے آخری حصے ندارد — مشتقات کی ہیئت میں دھوکا کھا جاتے ہیں مثلاً '' میں ، میرا ، مجھکو ،، سب کے جگہ فقط '' مجھکو ،، ہی بولتے ہیں — یا '' کھانا ،، (مصدر) سے اس کے مشتقات کی جگہ بھی کام لیتے ہیں — یا تجربہ سے یہہ سیکھہ کر کہ زمانۂ گذشتہ مصدر میں 'd' بڑھا کر ظاہر کرتے ہیں انہیں خیال ہوتا ہے چونکہ ہم loved بولتے ہیں اس لیئے bringed کہنا چاہیئے یا شاید کہیں یاد رہگیا کہ sing کی ماضی sang ہے تو brang کہدیا، جمع بناتے پڑی تو foots اور mouses بنادالی ، چیزوں کی صفات کا مقابلہ gooder اور goodest سے کیا — اور sit and set, lie and lay کا فرق ہی نہیں معلوم — ان طفلانہ غلطیوں کو ذاتی احتیاط اور معلموں کی تعلیم رفتہ رفتہ دور کردیتی ہے لیکن اکثر یہہ احتیاط مفقود یا ناکافی ہوتی ہے اس لیئے بڑھاپے تک یہہ پیچھا نہیں چھوڑتیں — علاوہ ازیں ہم

اس سے پہلے کہہ چکے ہیں کہ بچے ہی نہیں بلکہ بوڑھے بھی تا زیست تحصیل زبان میں مصروف رہتے ہیں اور کوئی آدمی ایسا نہیں جو بے احتیاطی یا ناقص تعلیم کے باعث غلط لفظ یا مرکبات ناقص سیکھنے یا انہیں اوروں کی تقلید میں بولنے سے بچا ہو — ان وجوہ کی بناء پر زبان کے بولنے والوں کے ادنیٰ طبقے میں یا غیر تعلیم یافتہ یا نیم تعلیم یافتہ لوگوں میں بہت سے الفاظ کا بکثرت ایسا استعمال ہوتا رہتا ہے جس کو مستند استعمال سے کوئی علاقہ نہیں، جو سنجیدگی زبان کے دربار میں گناہ ہے، اور جسے شستہ زبان بولنے والوں کا اثر مانع اظہار ہوتا ہے — باوجود اس کے یہہ ہروقت رنگ لانے کے لیئے آمادہ رہتا ہے اور کبھی کبھی اپنا رنگ لاتا اور اور مستند سے مستند اہل زبان سے اپنی ہستی کا اقرار کرالیتا ہے

زبان کے اس قسم ہی کے تغیر ہیں جو اس وقت زیر غور ہیں — ان کی ابتداء لسانی لغزشوں سے ہوتی ہے لیکن یہہ انگریزی بولنے والوں کی اُس کثیر تعداد کے اثر کا ثبوت دیتے ہیں جو صحیح بولنے والوں کی پرواہ نہیں کرتی مگر اُس کی غلطیاں آخرش زبان کے لیئے سند اور قاعدہ بن جاتی ہیں — یہہ بالخصوص دو طرح کے رجحانات کا ثمرہ ہیں جو مذکورہ مثالوں سے ظاہر ہوچکے ہیں — یعنی ایک تو یہہ کہ ہمارے اعضائے تلفظ کو تکلیف نہو ، اظہار خیالات میں دقت پیش نہ آئے اور وقت ضائع نہو دوسرا یہہ کہ بے قاعدہ اور غیر معمولی مشقتوں سے نجات مل جائے — آؤ اب چند مثالوں پر غور کریں *

ہماری تحریری زبان میں غیر ملفوظ حروف کی کثرت ہے — ہر شخص اس سے واقف ہے کہ یہہ حروف قدیم طرز تلفظ کی یادگار ہیں — کسی زمانہ میں تو یہہ تقریری زبان کے لازمی جزو تھے لیکن رفتہ رفتہ حذف ہوتے گئے کیوں کہ بغیر ان کے بھی باسانی کام چل سکتا تھا مثلاً knight, calm, psalm, would, doubt وغیرہ — اگر ہم اپنی تحقیقات کا قدم اور آگے بڑھائیں گے یعنی الفاظ کی موجودہ تحریری ہیئت سے قطع نظر کریں گے تو اس تخریب و اختصار کی اس سے بڑھکر عجیب و غریب صورتیں نظر آئیں گی — فقط اِس ایک اور حیرت

انگیز مثالؔ کو لیجئے - ہمارا alms یوناني لمبے چوڑے لفظ eleēmosunē کي قطع و برید کردہ یادگار ہے - تمام یک جزے لفظ (monosyllables)، جن سے ہمارے روز مرہ کا اینگلو سیکسن حصہ بھرا پڑا ہے، کثیرجزے (polysyllabic) الفاظ کي یادگار ہیں جو کہ زبان کي ابتدائي منزل میں مروج تھے — آج بھي بعض لفظ ایسے ہیں جو اس قسم کي منزل سے ابھي گزرے یا اس سے گذررہے ہیں — Often اور soften میں نستعلیق‌گو اصحاب درحقیقت غلطگو کي پیروي کررہے ہیں جنہوں نے اس میں سے t کو نکال دیا ، اور جو اب بھي t کو ادا کرتے ہیں انہیں لوگ دقیانوسي یا اپني قابلیت جتانے والا کہہ کر الزام دیتے ہیں، برخلاف اس کے captain کي t اب تک بولتے ہیں اور جو capan کہنے کي جرات کرتے ہیں انہیں گنوار سمجھکر الزام دیتے ہیں

انگریزي‌کا مروجہ طریقہ یہہ ہے کہ دوجزے (dissyllabic) اسماء کا جزو اول موکد (accented) ہوتا ہے — اب اس اصول سے مطابقت پیدا کرنے کے لیئے بہت سے ایسے اسماء جن کي اصل فرانسیسي ہے اُن کا تلفظ بھي بدلدیا گیا — اس قسم کے تغیر ہماري زبان کي تاریخ کے ہر زمانہ میں ہوتے رہے ہیں — پوپ ، ملٹن ، شیکسپیر اور چاسر سب کے عہد میں ان کے اثرات کي مثالیں ملتي ہیں اور تحقیقات کا قدم جیسے جیسے آگے بڑھتا جاتا ہے اُن کي کثرت ہوتي جاتي ہے، ان کا اب بھي خاتمہ نہیں ہوا مثلاً لفظ ally کا تلفظ مستند لوگوں کے نزدیک ally ہے حالانکہ امریکہ اور انگلستان دونوں مقامات کا رجحان یہہ ہے کہ اس کا تلفظ ally کیا جائے — اور اغلب ہے کہ آخر میں عوام ہي پھر نستعلیق گو سے اسي طرح بازي لے جائیں جیسے پہلے بارہا لے جا چکے ہیں *

جب ہماري انجیل‌کا ترجمہ ہوا ہے تو مصدر speak کي ماضي spake تھی اور جسطرح کوئي تعلیم یافتہ انگریز آج He come and done it نہیں لکھہ سکتا اسي‌طرح اُس‌وقت He spoke نہ لکھہ سکتا تھا

لیکن جیسے آج بھي کم تعلیم اور بے پروا اول الذکر غلطیاں کر بیٹھتے ھیں اسي طرح اس میں کلام نہیں کہ بہت سے آدمیوں نے spake کي جگہ spoke بولنا شروع کردیا اور آخرش نا اُمید ھوکر اس کي مخالفت چھوڑ دي گئي — اور اب I spake کوئي نہیں بولتا سوا اس کے کہ دانستہ انجیل کے طرز کي نقل مقصود ھو — اُسي زمانہ میں یعني ڈھائي صدي پہلے زبان انگریزي لفظ its سے بالکل ناآشنا تھي — قدیم سیکسن انگریزي میں he اور it دونوں کے لیئے ضمیر اضافي his تھا اور بے تکلف بولا جاتا تھا لیکن اس زبان کے ضمائر اضافي کے بنانے کا طریقہ یہہ تھا کہ ضمائر فاعلي میں حرف s لگا دیتے تھے — his سے تو ظاھر ھوتا تھا کہ یہہ اسي اصول کے مطابق بنا ھے ، مگر it کا his سے کوئي تعلق ھي نہ معلوم ھوتا تھا ، مذکورہ طریقہ سے it کے لیئے ضمیر اضافي کیوں نہیں بنائي جاتي غالباً یہ سوال ایک ھي وقت ھزاروں دلوں میں پیدا ھوا ھوگا اور سیکڑوں مقامات میں لفظ its پیداھوا اور پھیلادیا گیاھو گا۔ نستعلیق گو سر پیٹتے اور کہتےھي رھے ھوں گے کہ یہ تو ایسي ھي بےھودگي ھے جیسے her کے بجائے shes کہنا ، اور اس سے باحتیاط دامن بھي بچایا ھوگا مگر ایک دن وہ آگیا ھوگا کہ قبول عام اور ظاھري مناسبت نے اسےعام طورسے منوالیا اور رواج دیدیاھوگا — آج ھم میں سے شاید چند ھي ایسے ھوں گے کہ جنھوں نے اناجیل کواس غوروخوض سے پڑھا ھو کہ انہیں معلوم ھو کہ ''پیدائش'' (Genesis) سے لیکر ''مکاشفات'' (Revelations) تک کہیں لفظ its نہیں آیا *

اینگلوسیکسن میں ye (ge) بطور فاعل اور you (eow) بطور مفعول مستعمل تھے اور ابتداء میں انگریزي میں بھي اس کا لحاظ رکھا جاتا تھا اور اب بھي باقي ھے لیکن ye تو اب اس طرز کے لیئے مخصوص ھے جس سے سطوت و جبروت کا اظہار مقصود ھو اور you فاعل و مفعول دونوں کا کام دیتاھے — ایک زمانہ تھا you are کے بجائے ye are کي آواز صحیح بولنے والوں کے کانوں کو ایسے ھي ناگوار گذرتي تھي جیسے کہ آج thee is کي

ہماري زبان کے بہت سے بے قاعدہ مصدر ایسے ہیں جنہیں زمانۂ ما بعد میں اُن مصادر کے مطابق کرلیا گیا جن کي کثرت تھي اور اُن کي تصریف باقاعدہ مصادر کي طرح کي جانے لگي مثلاً help کو لیجیئے انجیل میں اب تک helped کے بجائے اس کا پرانا اسم مفعول holpen ملتا ہے، علیٰ ہذا work کي قدیم ماضي wrought ہے مگر زمانہ حال میں اس کي ماضي اور مفعول کے صیغے worked بنالیئے گئے ہیں-wrought اب بھي مستعمل ہے لیکن اس کے معني میں تغیر و تخصیص پیدا ہوگئي ہے

مذکورہ مثالیں مختلف قسم کے تغیرات کو ظاہر کرتي ہیں:— ان کے اسباب کا پتا لگایا جائے تو معلوم ہوگا کہ ایک ہي نوع کے رجحانات کا ثمرہ ہیں — الفاظ کي شکل تو بدل جاتي ہے مگر اُن کي وہ خصوصیات نہیں بدلتیں جن سے اصلیت کا پتا لگتا ہے - پراني شکلیں، پرانے علامات ممیزہ نظر انداز کردي جاتي یا مفقود ہوجاتي ہیں — ان میں سے بعض تو ایسي ہیں جن کے نظر انداز کرنے یا مفقود ہوجانے کا مضائقہ نہیں مگر بعض ایسي بھي ہیں کہ جن کے نظر انداز کرنے یا مفقود ہونے اور ان کے بجائے نئي شکلوں کے گھڑنے یا نئے علامات ممیزہ کو روزمرہ میں داخل کرکے انگریزي زبان کا جزو لاینفک بنانے سے زبان کي قوت اظہار میں خرابي پیدا ہوتي ہے *

تغیر زبان کے اس شعبہ میں جتني مثالیں چاہیں اتني ایسے واقعات سے نہیں اخذ کرسکتے جن سے ہر روز سابقہ پڑتا ہے کیونکہ کچھ عرصہ سے ہماري مادري زبان میں ایسے اسباب پیدا ہوگئے ہیں اور زبان کو منتقل کرنے میں اس قدر احتیاط برتي جاتي ہے کہ آج جسے ہم اچھي انگریزي کہتے ہیں وہ عرصہ سے ایسي ہي چلي آتي ہے اور غالبا ایسي ہي چلي جائیگي — یہہ تغیر اس قدر آہستہ آہستہ ہوتا ہے کہ محسوس بھي نہیں ہوتا - اور مذکورہ اسباب کا اسي وقت پتا چلتا ہے جب ہم کسي خاص زمانہ کي حالت کا اس سے ماسبق یا مابعد کے زمانہ کي حالت سے مقابلہ کریں — ترقي یافتہ زبانوں میں انگریزي وہ زبان ہے کہ جس پر اُن اسباب کا جن کا ہم ذکر کرچکے ہیں سب سے زیادہ اثر پڑنے

کے باعث اس کي لغات اور قواعد میں بہت هي زبردست تغیر هوا هے - لیکن یہہ تغیر ایک خاص زمانہ سے مخصوص هے اور اس کي وجوہ ظاهر و باهر هیں - الفریڈ (Alfred) اور چاسر (Chaucer) کے درمیان کے زمانے میں همارے اسلاف کو نارمنز (Normans) کي فتوحات کے سامنے، جو فرانسیسي بولتے تھے، سرتسلیم خم کرنا پڑا اور بعد میں انگریزوں کے مقابلہ پر ایرستانیوں (Irish) کا یہي حال هوا - اگر سیکسنز نے ایرستانیوں کیطرح اپني زبان چھوڑ کر فرانسیسي میں گفتگو کرني نہیں سیکھي تو اسکي وجہہ یہہ تھي کہ وہ تہذیب میں ان سے بڑھے هوئے تھے اور طبیعت میں آزادہ روي تھي - عرصہ تک گڑبڑ رهي اور ایک دوسرے کي بات هي نہیں سمجھتا تھا، آخرش کچھہ یہہ بڑھے اور کچھ وہ یعني کسیقدر سیکسنز نے اپني زبان چھوڑ کر نارمنز کي زبان بولني شروع کي اور کسیقدر نارمنز فرانسیسي کو خیرباد کہہ کر سیکسن بولنے لگے اور قواعد میں تو بالکل سیکسنز کا اتباع کیا - نتیجہ یہہ هوا کہ ایک معجون مرکب یعني همارې بولي تیار هوگئي جسکي قواعد میں تصریف برائے نام رہ گئي - واقعات کے بے پناہ حکم سے چند هي پشتوں میں کسي زبان کي کسقدر صورت مسخ هوسکتي هے یا مساعدت زمانہ اس کے تغیر کي کسقدر مانع اور اسکے صحیح و سالم رهنے کي کس قدر ضامن هے انگریزي اس کي مثال هے، مگر وہ مثال جو دونوں صورتوں کے انتہائي درجہ کو ظاهر کرتي هے *

عالم گیر زبان کي خصوصیات

مذکورہ واقعات و حالات جن پر هم غور کرتے رهے هیں کسي زبان سے مخصوص نہیں هیں بلکہ بني نوع میں جتني زبانیں مروج هیں سب میں پائے جاتے هیں - جو باتیں اس بیان میں ضروري ضروري هیں وہ دنیا بھر پر صادق آتي هیں - هر مروج زبان علامات یعني الفاظ کا ایک مجموعہ هے اور هر لفظ (با ستثنائے الفاظ جو لوگوں نے زبان میں خود بڑھائے هیں اور جن سے بعد میں بحث کي جائیگي) جو کسي کے منہہ سے نکلتا هے اس نے اُسے کسي اور سے سیکھا اور جس

سے سیکھا ھے وہ اس سے پہلے بھي اسے بارھا استعمال کر چکا ھے - اس نے اسے ایک خیال کي علامت کے طور پر محض اس لیئے اختیار کرلیا کہ اور لوگ بھي اسے استعمال کرتے تھے- دنیا کي کسي زبان میں الفاظ و خیالات میں وہ باطني اور لازمي تعلق قطعي نہیں ھے کہ جس کي بناء پر ایک کا دل میں آنا تھا کہ دوسرا بھي آگیا اور پیدا ھو گیا - نطق انساني کي ھر موجودہ شکل مجموعۂ علامات ھے جو قاعدہ و قانون سے آزاد اور رسم و رواج کا پابند ھے - روایت نے ایک پشت سے دوسري پشت کے حوالہ کیا - کسي پشت میں کسي فرد واحد نے اس تمام و کمال مجموعہ کو نہ تو خود پایا اور نہ کسي کو دیا - بلکہ مختلف لوگوں نے جو کچھ علیحدہ علیحدہ ورثہ میں چھوڑا یا پایا اسي نے زبان کو قایم رکھا اور ضروري جزو کو تباھي سے بچایا - تاھم زبان کے بذریعہ روایت منتقل ھونے کا عمل، جو دنیا کے ھر حصہ میں جاري رھا ھے اس وقت جاري ھے اور آیندہ جاري رھے گا، ناقص ھے - کوئي زبان نہ تو عرصہ تک ایک حالت میں رھي ھے اور نہ رھے گي - جس طرح کہ ترقي اور تغیر ھر ذي روح کا لازمہ ھیں اور اس سے جدا نہیں کئے جاسکتے اسي طرح یہہ زبان کے زندہ رھنے کے اسباب ھیں - زبان زندہ رھتي ھے جب تک وہ تمام قوم کے خیالات کي ترجماني کرتي اور اسکے دلایل و تجربات، آراء و احساسات کا معمولي آلہ اظہار بني رھتي ھے اور جب تک اس میں اور اس قوم کي پرواز تخیل میں اتنا گہرا تعلق رھتا ھے کہ ایک میں دوسرے کي جھلک پائي جائے، دونوں ساتھہ ساتھہ ترقي کریں اور دوران ترقي میں زبان ضروریات کے مطابق رنگ اختیار کرتي جائے - جس طریقہ سے کہ زبان ضروریات کے مطابق رنگ اختیار کرتي ھے اور وہ اسباب جو اسکے ناگزیر تغیر کي رفتار کو تیز یا سست کر دیتے ھیں ان پر ایک سرسري نظر ڈالي جاچکي اور مفصل بحث آیندہ کیجائیگي، اس وقت اس تغیر کا تسلیم کرلینا ھي کافي ھے- یہہ وہ اساس ھے جس پر طریق مطالعہ لسان کا حصر ھے

دوسرا لیکچر

پہلے لیکچر میں ہم نے لسانیات کے مقاصد و تاریخ پر ایک سرسری نظر ڈال کر اس سے بحث کی تھی کہ ہماری مادری زبان ہمیں کن کن ذرایع سے ملی ہے — اس بحث کا مدعا تھا کہ لسان کے منتقل ہونے اور محفوظ رہنے کا طریقہ عیاں ہوجائے - اس نے بتادیا کہ یہہ روایت کا کرشمہ ہے اور ہر پشت آنے والی پشت کو الفاظ ، مرکبات ناقص اور تراکیب کا خزانہ ، جو تقریر کا سلک بنیاد ہے ، جیسا اس کے پاس ہے حتی الامکان ویسا کا ویسا ہی حوالہ کرجاتی ہے، مگر اسکے ساتھہ ہی ساتھہ ہمیں یہہ بھی معلوم ہوا کہ طریق انتقال زبان سراسر ناقص ہے - اسمیں زبان کو شستہ رکھنے اور مانع تغیرات ہونے کی صلاحیت نہیں بلکہ بلا قید زمان و مکان لسان میں آہستہ آہستہ اصلاحات ہوتی رہتی ہیں جو کچھہ عرصہ میں اس کی ساخت کو بہت کچھہ بدل کر ایک بالکل نئی زبان پیدا کر دیتی ہیں - ہم نے اسکی توضیح انگریزی زبان کی تاریخ سے کی تھی جو گذشتہ ہزار سال میں ۳۰-۴۰ پشتوں کی دست مال رہ کر شہنشاہ الفریڈ کی اینگلوسیکسن سے مسخ ہوتے ہوتے زمانہ حال کی زبان بن گئی- یہہ ان تغیرات کا نتیجہ ہے جو رفتہ رفتہ ظہور میں آئے اور اپنا مجموعی اثر ڈالتے رہے - اب ہم اعمال تغیر لسانی کی بہ شرح و بسط جانچ پرتال کرنے ، اس کے اسباب و طریقہائے عمل کو بیان کرنے ، اور ان کو وسیع پیمانہ پر دکھانے سے پہلے جو کچھہ اگلے لیکچر میں کہہ چکے ہیں اس سے دو ایک اہم نتائج اخذ کریں گے - اس سے عیاں ہوجائیگا کہ اس قوت کی ماہیت کیا ہے جو ان عمال کی محرک ہے اور اس مطالعہ کی کیا نوعیت اور علوم میں کیا مرتبہ ہے جس میں ان کی تحقیقات کی جاتی ہے *

زبان کو کونسي چیز بدلتي ہے

میرا خیال ہے کہ جس طریقہ سے زبان کے سیکھنے سکھانے اور اس کے زندہ رکھنے کے بارہ میں بحث کي گئي اس سے عیاں ہوگیا ہے کہ جب ہم کہتے یا لکھتے ہیں کہ زبان اپني ہستي کے لیئے محتاج غیر نہیں ، یہہ ایک شے ہے جو قوت نامیہ سے معمور ہے یا اس کي ساخت میں قوت نامیہ مضمر ہے ، یعني یہہ قوانین نمو کے تابع ہے ، رجحانات وقت سے متاثر ہوتي، تربیت پاتي اور ہماري ضروریات کے مطابق صورت اختیار کرتي رہتي ہے تو ہمارا مفہوم سمجھنے میں دقت نہیں ہوتي — یہہ طرز کلام مسجع ، مرصع ، پُر از استعارات ہے ، سیدھي سیدھي باتیں نہیں، لیکن جب بغرض اختصار و رنگینئي بیان استعارات ، سجع و ترصیع سے دانستہ و بر محل کام لیا جائے تو یہہ امر قابل اعتراض نہیں رہتا — ان سے نقصان اسي صورت میں پہنچتا ہے کہ لطف عبارت کے سرور میں کوئي اندھا ہو جائے اور جو حقایق و معارف انکي تہ میں پنہاں ہیں ان تک نظر نہ پہنچے — زبان درحقیقت کوئي جدا گانہ ہستي نہیں رکھتي، اس کا وجود اسکے بولنے والوں کے منہ اور دماغ میں ہے — یہہ منہ سے ادا کي ہوئي اور الگ الگ علامات خیال سے بني ہے، اور علامات کي یہہ کیفیت ہے کہ اگر تصور دستگیري نہ کرے تو انکے مدلول تک رسائي محال ، اگر دانستہ کوشش نہ کي جائے تو منہ سے نہیں نکل سکتیں ، اگر متکلمین اور سامعین میں اتفاق نہو یعني دونوں کسي علامت کا ایک ہي مدلول نہ تسلیم کریں تو ان کي قدرو قیمت اور ترویج معرض خطر میں ، الغرض زبان اپنے بولنے والوں کے قبضہ قدرت میں اور ان کي مرضي کے تابع ہے — جس طرح اس کا وجود ان کا مرہون منت ہے اسیطرح وہ اس کي اصلاح و تغیر اور متروکات کے بارہ میں مختار ہیں بشرطیکہ وہ اس معاملہ میں ہم خیال و متفق ہوکر عمل پیرا ہوں، ورنہ نہیں

کوں سي قوت تغيرات زبان پيدا کرتي هے

جو لوگ که زبان پر غور کرتے اور اس کے وجوہ سوچتے هيں ان کي نظروں سے اکثر يهه صداقت پوشيده هي نهيں هوجاتي بلکه بعض اوقات وه اس سے صاف صاف انکار کرتے هيں، اور ايک بالکل متضاد اصول قايم کرتے هيں که زبان کے وجود کو اس کے بولنے والوں سے کوئي واسطه نهيں اور انسان اس ميں دخل نهيں دے سکتا - حال هي کا ايک هر دل عزيز مصنف (Max Muller) دعوی کرتا هے که " اگرچه زبان ميں هميشه تغير هوتے رهتے هيں ليکن ان کا هونا يا نهونا آدمي کے بس کي بات نهيں - قوانين زبان کے بدلنے يا اپني مرضي کے موافق الفاظ تراشنے کا خيال ايسا هي هے جيسے که ان قوانين کے بدلنے کا خيال جن کے ماتحت همارے جسم ميں خون گردش کرتا هے يا اپنے قد کي لمبائي ميں ايک انچ بڑهالينے کا خيال " اور اپني رائے کي اصابت کے ثبوت ميں چند تاريخي مثالين پيش کرتا هے- ان مثالوں ميں دکهايا گيا هے که تبراس (Tiberius) شهنشاه روما، الکبری اور سگسمنڈ (Sigismund) شاه جرمني نے لاطيني بولنے ميں غلطياں کيں اور کم رتبه قواعد دانوں نے انهيں تنبيه کي ، ان کي اصلاح کي اور کها که صولت و سطوت ميں جهاں پناه کا مثيل روئے زمين پر نهيں ليکن خداوند نعمت کے جلال و جبروت کي رسائي دامان لاطيني تک نهيں هے اور وه اس ميں تغيروتبدل کا مجاز نهيں رکهتا - اس دليل اور اس کے نتيجه کے معني يهه ليئے جاسکتے هيں که جب ايک بادشاه جيسا رفيع الشان اور باجبروت شخص کسي لفظ کي تذکير وتانيث ميں دخيل هونے اور اس کے عوامل بدلنے کي قدرت نهيں رکهتا (اس کي کوشش سگسمنڈ نے کي تهي) حتی که زبان مرده هے ، اور اس ليئے يهه سمجهه لينا چاهيئے که وه اپنے آپ کو اس توهين سے نهيں بچا سکتي تو ادنی مرتبه کے لوگ ايسي تبديلي يا اس سے کم وبيش درجه کي تبديلياں جو تاريخ زبان کا سرمايه هيں کيا کرسکتے هيں — مقصد يهه که تغيرات زبان اس کے بولنے والوں کي دسترس سے بالاتر هيں

یہہ امر کہ اس قسم کے مسائل کا ایسے دو ، ایک کوڑي ، سو ، یا ہزار ، واقعات سے استنباط کرنا قطعي فضول ہے اس قدر بد یہي ہے کہ توجہ‌دلانے کي زحمت بھي نہ کرني چاہیئے- وہ کونسي طاقت تھي جس کے مقابلہ میں ان دونوں فرمان رواؤں کي طاقت گرد تھي اور جس کي بارگاہ کے یہہ مجرم تھے — اس طاقت کا نام محض ''استعمال،، تھا جس پر مہر قدامت‌ثبت تھي، جس‌کا موقع ومحل معین تہا، اور جس کے مورث وہ سب لوگ تھے جو لاطیني لکھتے تھے یا جنہوں نے کبھي لاطیني لکھي تھي — وہ طاقت اس کے سوا اور کوئي شے نہ تھي — یہ حیثیت سیاسي رفیع‌المنصب ہونے کے کوئي اس کا مستحق نہیں ہوجاتا کہ زبان کو بنائے یا بگاڑے- جس طرح کسي معمولي آدمي کي غلطیاں زبان کے لیئے قانون نہیں ہوسکتیں ویسے ہي بادشاہوں کي قواعدي غلطیاں‌بھي اُن کي‌رعایا کے لیئے قانون و قاعدہ نہیں بن سکتیں- ہرشخص ہمیشہ اُس وقت سے لیکر جب کہ وہ بچپن میں ایسي آوازوں اور اجزائے الفاظ کو ترک کرنا شروع کرتا ہے جن کے تلفظ میں اُسے دقت ہوتي ہے یا فریب دہ مشابہات کي بناء پر تصریف کے طریقے ایجاد کرنے لگتا ہے اس وقت تک اپني مادري زبان کي اصلاح کے تجربات میں کوشاں نظر آتا ہے جب کہ سن تمیز کو پہنچ کر ابتذال، دھقانیت، اور خلاف وزني قواعد کا مرتکب ہوتا یا اپنے مخصوص طرز او تصنع کے جال میں پھنستا یا جہالت وخبط کي وجہ سے لفظوں کے صحیح معني سے گریز کرتا ہے — لیکن اُس کا ذاتي اثر اتنا نہیں ہوتا کہ قوم کے مسلمہ استعمال کے سامنے اس کي چل سکے — تاوقتیکہ کوئي خاص وجہ نہ ہو اس کي تجاویز پر کوئي دھیان نہیں دیتا اور وہ مجبور ہوجاتا ہے کہ اُس کي گفتگو اوروں کي گفتگو کے مطابق ہو یا اگر وہ اپني‌بات پر اڑا رہا تو لوگ‌مطعون کرتے ہیں کہ غلطیاں کرتاہے ورنہ ظریف سمجھکر قہقہہ لگاتے ہیں *

یہہ محالات سے تھا کہ سگسمنڈ کے زمانہ میں لاطینی قواعد پھر کوئی اصول خود بادشاہ یا عیسائیت بھر کے تمام حکمرانوں یا عالموں کے بدلنے سے بدل جائے ، کیونکہ زبان مرچکی تھی ، اب اس کے خواص زمانہ حاضرہ کی سند قبول سے محروم ہوچکے تھے اور غیر منقلب نمونے مدار حیات تھے — آج جو کچھہ ہم بول رہے ہیں اس کا بڑا حصہ اچھی انگریزی تصور کیا جاتا ہے حالانکہ شیکسپیر اور ملٹن اس سے نا آشنا تھے ، مگر سسرو (Cicero) ورجل (Virgil) یا ان کے حریفوں کے کلام میں جس کا پتہ نہیں وہ اچھی لاطینی سے موسوم نہیں کیا جاسکتا — ٹیرآس کے زمانہ میں بھی یہی حال تھا کیونکہ وہ بلند پایہ مصنف جن کا کلام لاطینی کے لیئے سند و آئین تھا اس سے پہلے ہی لکھہ کر چل بسے تھے — اُن کے کلام سے اعراض وانحراف آئندہ نسلوں کے نزدیک محض تخریب مابعد کا مترادف ہوتا ، پس اگر اس بادشاہ کی غلطی کو لوگ سند بھی مان لیتے ، خوشامد میں اس کے درباری ، فوج اور رعایا تقلید بھی کرنے لگتی تو ان کے اتفاق و اتحاد سے ایک اچھی مگر دوسرے درجہ کی لاطینی بنجاتی — ہاں ایطالوی ، فرانسیسی اور ہسپانی زبانوں کے لیئے یہہ استعمال بہت صحیح و مستند ہوتا لیکن کٹر ادیب تو اسے مردود ہی سمجھتے اور اس سے بچتے — اور یہہ سب اس لئے نہوتا کہ انسان کو زبان پر کسی قسم کی قدرت ہی حاصل نہیں بلکہ اس کے بالکل برعکس اس وجہ سے کہ اس پر وہ ہر طرح سے قادر ہے یعنی انسان استعمال الفاظ سے زبان کو بناتا ہے لہذا جو استعمال الفاظ میں دخیل ہوسکتا ہے وہی زبان بناتا یا بدلتا ہے — اگر یہہ صورت ہو تو رفیع المنصب ہونے سے زبان پر بھی حکومت کی جا سکتی ہے اور اس کے باعث ہر چیز کا بہت جلد قبول عام و رواج کی سند حاصل کرلینا ممکن ہے جس کے بغیر کوئی بارگاہ زبان میں باریاب نہیں ہوسکتا — ایسی مثالیں ضبط تحریر میں ہیں کہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی بادشاہ کے تمسخر نے کسی لفظ کی شکل کو ہمیشہ کے لیئے مسخ کردیا — ماہرین

قومیات اس سے بخوبی واقف ھیں کہ جسے ھم قوم تارتر (Tartar) کہتے ھیں یہہ اصل میں ''تاتار،، ھے اور وہ اب کوشش کر رھے ھیں کہ اس کا املا درست لکھا جایا کرے — اس میں ''ر،، (r) کے داخل ھونے کا یہہ قصہ ھے — فرانس کے بادشاہ سنت لوئي (St. Louis) کے زمانہ میں جب کہ اس وحشي قوم کي جماعتیں مشرقي یورپ کو تہاہ کررھي تھیں ان‌کي دست درازیوں کے افسانے اس نیک دل بادشاہ کے گوش گذار کیئے گئے اور وہ مبہوت ھوکر چیخ اٹھا — '' انہیں تو تار تر کہنا زیبا ھے کیونکہ ان کے افعال اُن شیطانوں کے سے ھیں جو تارترس (Tartarus) سے آئے تھے،، - اس مسخ شدہ نام کي موزونیت و مناسبت رنگ لائي اور اس کے بعد سے فرانسیسي مصنفین اور ان کے دیکھا دیکھي کل یورپ تاتاریوں کو '' تارترز،، (Tartars) کہنے لگا — اب اس سے تو غرض نہیں‌کہ یہہ روایت اس‌قدر مستندھے یا نہیں کہ اس کي صداقت میں شک کیا یا نہ کیا جائے لیکن یہہ ھر شخص سمجھہ سکتا ھے کہ اس کا سچ ھونا ممکن ھے اور ازل سے ھزاروں ایسے اسباب منصہ شہود پر جلوہ گر ھوتے رھے ھیں جن‌کے نتائج ایسے ھي ھوئے ھیں *

زبان میں اضافے کیونکر کیئے جائے ھیں

یوں کہنا چاھیئے کہ وہ قوم جو کسي زبان کو بولتي ھے ایک جمہوریہ (republic) یا عمومیہ (democracy) ھے جس کے اختیارات کا منبع محض عوام کي رضامندي اور وجوہ موجہہ ھیں اور ان اختیارات سے جب وہ کام لیتي ھے تو حدود معینہ سے ایک قدم آگے نہیں بڑھا سکتي اور طرز مقررہ کي پابندي‌کے‌لیئے مجبور ھوتي ھے — ھر شخص کو اجازت ھے زبان میں جس قدر چاھے اضافہ کرے بشرطیکہ اس اضافہ کي وجہہ ھو اور اس سے جمہوریہ کے دل کو ٹھیس نہ لگنے پائے - جیسے ساحل مساچٹ پر پہلا اسکونر (schooner) تیار ھوکر تختوں پر سے اتارا اور پاني میں ڈالا گیا تو اسکے چلنے کا انداز دیکھہ کر ایک شخص جو اتفاق سے تماشہ دیکھنے آیا تھا متحیر

هوکر بول اٹھا Oh, how she *scoons* – اس کو سنتے هي اس کے موجد نے جواب دیا " اچھا تو اس کا نام schooner رکھا " اور یوں ایک نیا لفظ گھڑ دیا — اُس کي قوم نے اُس کے فعل کي تصدیق کي اور جو لفظ اس نے پیش کیا تھا اسے منظور کرلیا کیونکہ نئي چیز کے واسطے نئے نام کي ضرورت تھي اور موجد سے بڑھکر کسے حق تھا کہ اپني ایجاد کا نام رکھے ، اس کے برعکس اگر وہ اپني مرضي سے ایک نئے جنگي جہاز کا نام اسکونر رکھدیتا تو اس کے همسایوں کے سوا کوئي اس نام سے واقف نہ هوتا – جو شخص مربع ومشتري کے درمیان کوئي سیارہ دریافت کرے اسے اختیار هے کہ وہ اس کا نام منتخب کرے لیکن یہہ نام کسي دیوي کے نام پر هونا چاهیئے کیونکہ ایسے موقعوں پر یہي هوتا آیا هے اس پر بھي اُس کي وجوہ انتخاب کي تنقید کي جاسکتي هے — چند سال هوئے ایک انگریز نجومي نے ، جو اپنے جوش وفا داري پر پردہ پڑا رهنا پسند کرتا تھا ، ایک سیارہ دریافت کیا اور اس کا نام وکٹوریا رکھہ دیا ، اس کو کسي نے نہ مانا اور آخرش اس کو ترک کرکے اُسے دوسرا نام رکھنا پڑا – گذشتہ صدي میں ایک طباع وعالم ایطالوي حکیم نے ایک نئي قوت دریافت کي اور کسي نے اس کے نام پر اس کا نام گالوانیت (galvanism) رکھدیا — هم میں سے بہتوں کو یاد هوگا کہ بہت عرصہ نہیں هوا کہ ایک فرانسیسي عالم نے چند کیمیاوي اجزا کے استعمال کا ایک حیرت انگیز و پرلطف طریقہ نکالا اور لو یہاں بھي وهي صورت پیش آئي کسي نے اس کا نام بھي موجد هي کے نام پر ڈیگرو ٹائپ (daguerreotype) رکھدیا جسے اس کي قوم نے بھي منظور کر لیا — آج گالوانیت اور ڈیگروٹائپ معہ اپنے ماخذ کے انگریزي زبان کے ایسے هي اصلي اور مسلم الفاظ هیں جیسے چاند اور سورج یا ماں اور باپ – اگر گالواني (Galvani) اپني تحقیقات کا نام abracadabra رکھدیتا یا ڈاگیر (Daguerre) اپني تحقیقات کا aldiborontiphoscophornios تو یہہ نام بھي اُن لوگوں کي نظر میں جو ان دونوں ایجادات سے کام لیتے هیں اُن ناموں سے کچھہ

کم موزوں نہوتے جو انتخاب کیئے گئے کیونکہ ایسے تو تھوڑے ھي آدمي ھیں جو ان دونوں موجدوں کے نام سے واقف ھیں یا جنہیں اتني یوناني آتي ھے کہ وہ لفظ ٹائپ (type) میں بلحاظ اصول اشتقاقیات جو خوبي ھے اسے سمجھہ سکیں — باوجود اس کے جن لوگوں کے ھاتھہ میں پبلک کي رائے کي باگ ھے وہ بگڑجاتے اور زور دیتے کہ ایسے نام رکھے جائیں جن میں اُن کے خیال کي رو سے صریح وجوہ و مناسبت پائي جائے - گذشتہ نصف صدي سے پبلک خاموشي سے تماشا دیکھہ رھي ھے اور ھمارے ماھرین ارضیات انگریزي زبان میں ایسے الفاظ یعني اسماء ، صفات ، اور افعال کي بھر مار کیئے جارھے ھیں جن کے ماخذ الگ الگ اور شکل وصورت بدنما و وحشت انگیز ھے تاکہ اُن کے ذریعہ سے اس خزانہ عام میں جس سے ھم سب مستفیض ھوتے ھیں اُس علم کا اضافہ ھو جس تک اُن کي رسائي ھوئي ھے - حق یہہ ھے کہ اس معاملہ کو کچھہ وہ خود ھي خوب سمجھتے ھیں اگر وہ اس امر میں متفق الرائے ھیں کہ ضرورت ومناسبت کا یہي تقاضا ھے کہ ھم silurian, oölite اور post-pleiocene بولیں تو ھمیں بھي عذر نہیں خواہ ھم جدید و قدیم جغرافیہ اور قدیم ادبیات سے اس قدر واقف ھوں یا نہوں کہ اس کے اسباب دریافت کرسکیں اور لفظ کي موزونیت کا اندازہ لگاسکیں *

لیکن قوم ، زبان کے بہت ھي ضروري اور عزیز حصہ یعني ایسے الفاظ و مرکبات ناقص کے بارہ میں بھي جو بالعموم بولے جاتے ھیں، ان لوگوں کو کسي قدر اختیارات عطا کرتي ھے جو اسکے اھل ھیں - اس زمرہ میں فن تقریر کے زبردست ماھر یا وہ مقرر جنکي جادو بیاني دلوں کو مسخر کرلیتي ھے یا وہ ادیب جن کے زور قلم کے اعلیٰ و ادنیٰ سب قائل ھیں داخل ھیں - ایسے باکمال اگر بھولے بھٹکے کوئي لفظ گھڑ ڈالیں مگر مسلمہ مشابہات کا لحاظ کرکے یا کسي متروک لفظ کو پھر رواج دیں یا کسي پرانے لفظ کے معني میں ایسا تصرف کریں جو اسکے قدیم مدلول سے قریب قریب ملتا ھو تو مضایقہ نہیں - انکي اس

جسارت کو قبول عام ضرور سند رواج بخشدیگی - ایک زبردست مصنف محض اپنی سند پر کسی ایسے لفظ یا مرکب ناقص کو تکسال میں داخل کرسکتا ہے جس کا استعمال متنازعہ فیہ ہو، جو خرابی تلفظ یا غلطی کی وجہ سے پیدا ہو گیا ہو، جسے دیکھکر ناک بھوں چڑھا لیجاتی تھی اور جس کا استعمال گناہ سمجھا جاتا تھا - یہی نہیں بلکہ یہہ بھی ممکن ہے کہ اس کی "خصوصیت" اور اُس کا مروجہ اصول سے دانستہ اعراض بھی زبان کے لیئے سند و آئین بنجائے - ہر زبان کے ہر حصہ پر یہہ مقولہ کہ "رواج ہی کا نام قاعدہ زبان ہے" صادق آتا ہے - رواج کے بر حق ہونے سے انکار نہیں کیا جاسکتا اور نہ اسکے اثرات کی روک تھام ہی ممکن ہے - ہر شخص اپنے ہمجنسوں سے وہی لکھوا یا کہلا سکتا ہے جو خود لکھتا یا بولتا ہے لیکن اس میں اُسے اسی حد تک کامیابی ہوگی جس حد تک کہ وہ اسکا کہنا ماننے کے لئے آمادہ ہوں گے *

ایسی زبانوں میں جن کی کیفیت ہماری زبان سے مشابہ ہے کبھی کبھی اس مسئلہ پر معقول اور طویل بحثیں چھڑ جاتی ہیں کہ آیا فلاں لفظ تکسال میں داخل ہونے پائے یا نہ پائے — ہم سب کو یاد ہوگا کہ چند روز گذرے اخباروں میں بحث و مباحثہ ہو رہا تھا کہ جو پیغام بذریعہ تار بھیجا جاتا ہے اسکو telegraph کہنا جائز ہے یا telegram اور اس میں کلام نہیں کہ ہم میں سے بہت سے اسکے منتظر ہیں کہ استادان فن اس کا کیا فیصلہ کرتے ہیں — ہماری زبان میں ایک لاحقہ (suffix) ہے able جسے دیگر اضافات کیطرح نہایت بے تکلفی سے نئے الفاظ بنانے کے لیئے کام میں لاتے رہتے ہیں - ابھی کی بات ہے بعض مصنفین و مقررین نے اسے فعل rely کے آخر میں لگا کر reliable اسم صفت بنا ڈالا - یہی حال اور افعال کا بھی ہوا ہوگا مگر کسی گوشہ سے صدائے اعتراض و احتجاج بلند نہ ہوئی حالانکہ اعلیٰ درجہ کی یا اور نہیں تو ایسی انگریزی بولنے والی سوسائیٹی سے جو بہت ہی محتاط ہے یہہ اب بھی راندۂ درگاہ ہے - کیوں؟ پہلی وجہ تو معترض یہہ بتاتے ہیں کہ اس لفظ کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ trustworthy موجود ہے -

جس کے یہي معني ھیں — علاوہ اس کے غلط طریقہ سے اور خلاف اصول بنایا گیا ھے — چون که هم کہتے ھیں "rely on anything" اس لئے اگر اس سے اسم صفت بنانا ھے تو relionable ھوگا نہ که reliable دوسرے فلاں فلاں اصحاب کے، جو انگریزي کے مسلم الثبوت استاد ھیں ، قلم سے یہہ بھولے سے بھي نہیں نکلتا — مخالفین اپني بات پر اڑے ھوئے ھیں اور مانتے ھي نہیں — وہ کہتے ھیں که معترضین کا پہلا اعتراض قابل پزیرائي نہیں — اضافۂ مترادفات سے ثروت زبان ترقي کرتی ھے اور اس کي مخالفت کا کسي کو حق نہیں اگر اس سے خیالات کے باریک امتیازات ظاھر ھوتے ھوں — اُن کا یہہ جواب صحیح بھي معلوم ھوتا ھے کیوں که ان الفاظ کے محل استعمال سے پتہ چلتا ھے که ان کے معني میں فرق ھے - دوسرے اعتراض کو وہ یوں غلط بتاتے ھیں که انگریزي اشتقاقیات میں able لاحقہ (suffix) کے استعمال کے واسطے کوئي قاعدہ نہیں مقرر ھے اور اس بارہ میں معترضین کے دعاوی غلط ھیں اس میں بہت سے الفاظ پہلے سے موجود ھیں مثلاً laughable وغیرہ حتی که marriageable اور objectionable بھي — تیسرے کا جواب وہ یہہ دیتے ھیں که فلاں فلاں اصحاب چاھیں جو کچھہ کریں مگر زید بکر خالد اور دنیا بھر نئے الفاظ بے درنگ استعمال کرتي ھے اور ایسے مقبول الفاظ کي مخالفت فضول ھے جنہیں اتني تائید اور ایسي معتبرسند حاصل ھے — یہہ قضیہ کیونکر طے ھوگا یا ھونا چاھئے ھمیں اس وقت اس سے غرض نہیں اس کا ذکر محض اس لئے کیا گیا که گو خود اس لفظ کے بارہ میں تو دانستہ اور تحریري بحث ھورھي ھے لیکن یہہ در اصل اُس قسم کے مباحث کي ایک مثال ھے جو چپ چاپ اُن دماغوں میں ھوتے رھتے ھیں جن کے اجلاس میں منظوري و نا منظوري کے لئے مروج استعمال الفاظ کے تغیر و تبدل کا مقدمہ پیش ھوتا رھتا ھے ، اور وہ ان امور کو که آیا اس کي ضرورت ھے ، یہہ زبان کی مشابہات کے مطابق ھے — اسے مستند اشخاص نے پیش کیا ھے یا وہ اس کي

تائید کرتے ھیں مدنظر رکھہ کر اس کی منظوری یا نا منظوری پر متفق الرائے ھوتے ھیں اور ان کا یہہ اتفاق رائے وہ قول فیصل ھوتا ھے جس کی اپیل نہیں ھوسکتی

وہ لوگ بھی ، جو اس کے قائل نہیں کہ زبان قوت نامیہ سے معمور ھے ، کسی زندہ زبان کی لغات میں اضافہ کو انسان کے سوا کسی اور کی طرف منسوب نہ کریں گے — کیوں کہ کوئی شخص جس کے ھوش و حواس بجا ھیں اس کا مدعی نہیں ھوسکتا کہ جب کسی کے دماغ میں کوئی خیال آتا یا وہ کوئی نتیجہ اخذ کرتا یا کوئی طباع و ذھین کوئی ایسی بات ایجاد و اختراع کرتا ھے جس کا انسان کی معیشت و معاشرت سے تعلق ھو تو زبان خود بخود ایک لفظ اس ایجاد و اختراع کے نام کے لئے اُگل دیتی ھے

جس نے کوئی بات دیکھی ھے وہ ھی بیان بھی کرسکتا ھے — جس شخص نے کوئی شے ایجاد کی ھے ، کیوں کر ممکن ھے کہ اسے اس کا نام رکھنا نہ آئے

زبان میں تغیرات موثی کیوں کر ھوتے ھیں

لیکن یہہ نہ سمجھئے کہ اُن تدریجی تبدیلیوں کا پتہ اور سبب ھے جن سے کسی زبان کی تراکیب قواعد پر آفت آتی یا لفظوں کی آواز میں رد و بدل ھوتا ھے — اگرچہ وہ اضافۂ لغات کے مقابلے میں کسی قدر نظروں سے پوشیدہ رھتی ھیں اور انہیں تسلیم نہیں کیا جاتا مگر اُن کے اسباب وھی ھیں جو اضافۂ لغات کے ۔ اگر ھم knight لکھہ کر nit بولتے ھیں اور ھمارے آباؤ اجداد اس کا املا cniht لکھتے اور ھر حرف کو صاف صاف ادا بھی کرتے تھے (وہ i کا وھی تلفظ کرتے تھے جو pin کی i کا ھے) ، جس طرح کہ اھل جرمنی آج بھی اس لفظ کو knecht لکھتے اور بولتے ھیں ، تو اس کی وجہ یہہ نہیں ھے کہ لفظ میں بنفسہ کوئی بات ایسی ھے کہ جس کے باعث اس کی پوری شکل بدل کر ایک سیدھی

سادي صورت رهگئي بلکه انساني اعضائے صوت کے لئے ابتدائے لفظ میں kn کا جمع هونا تلفظ میں دشواري پيدا کرتا تها اس لئے بے پرواه اور سهولت پسند اشخاص کے تلفظ سے k رفته رفته غائب هونے لگا اور يهه عيب مرور ايام کي بدولت شرف قبول عام سے سرفراز هوگيا حتیٰ که هماري زبان کا يهه قاعده هي هوگيا که خواه کوئي لفظ هو جب غنه سے پهلے وقفيه آتا هے تو آخرالذکر کا تلفظ نهيں کرتے مثلاً (knife اور gnat وغيره) — اسي طرح حلقيه h حروف علت کے بعد ناپسند کيا جانے لگا کيونکه اسکے ادا کرنے کي زحمت گوارا نه تهي اس کا نتيجه يهه هوا که h هر لفظ سے اڑا ديا گيا (يعني يا تو بالکل حذف کر ديا گيا جيسے nigh اور ought ميں يا f سے بدل ديا گيا جيسے laugh اور cough ميں) مگر اس حرف صحيح کے نقصان کي تلافي يوں کي گئي که حرف علت i کي آواز کو کهينچ کر ادا کرنے لگے گويا دو حرف علت هيں — يهي حال بے انتها الفاظ کا هوا — کوئي وجهه نظر نهيں آتي که دهقاني cow کا تلفظ kau کريں يهه محض کهينچ کر تلفظ کرنا هے جس سے طبيعت کا تساهل ظاهر هوتا هے اور اس ميں منهه بهي کم کهولنا پڑتا هے — اسي طرح dance ، gräft اور grăsp ميں ، جو کچهه عرصه هوا dance ، gräft اور grâsp بولے جاتے تهے اور بعض جگهه اب بهي يونهي بولے جاتے هيں ، ă کا تلفظ اس قدر عام هوگيا که اب سب اسي طرح بولتے هيں اگرچه وه يهه بهي جانتے هيں که يهه قديم تلفظ کي بگڑي هوئي صورت هے جو تقليد و تمثيل کے باعث مروج هوئي اور يهه ترويج اُس تساهل کي مرهون منت هے جس نے همارے بهت سے حروف علت کي، جو صاف صاف ادا کيئے جاتے تهے، آواز کو مدهم کر ديا۔ هماري قوم ميں آج کل either اور neither کا رواج زوروں پر هے اور انديشه هے که کچهه عرصه کے بعد ēither اور nēither ، جو زياده مستند اور مماثلت و مشابهت کے لحاظ سے بهي صحيح تر هيں ، مفقود هو جائيں گے کيوں که کچهه لوگ جو سمجهتے هيں که نئے تلفظ ميں کچهه خوبي هے اور انگريز يونهيں بولتے هيں قديم تلفظ

کو دانستہ بدل رہے ہیں اور عوام اُن کی تقلید کر رہے ہیں — ہماری عادت ہے کہدیا کرتے ہیں کہ ایسے تغیرصوتی ناگزیر ہیں اور خود بخود زبان میں داخل ہوجایا کرتے ہیں لیکن بالفاظ دیگر یہہ اس امر کا اعتراف ہے کہ ہمیں معلوم نہیں کہ کون وہ خاص شخص ہے جسے تخریب زبان کا الزام دیں — اگر جرم کا ہونا لابدی ہے تو جرم کرنے والا بھی ضروری ہے، بغیر مجرم کے جرم نہیں ہوسکتا خواہ مجرم کا پتا چلے یا نہ چلے

اس مضمون پر اس سے زیادہ بحث کرنا فضول ہے اور اس سے زیادہ مثالوں کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ جو لوگ یہہ تعلیم دیتے ہیں کہ زبان کا وجود کسی کا محتاج نہیں اور اس کی ذات قوت نامیہ سے معمور ہونے کی وجہ سے وہ نمو کرتی ہے وہ بھی تو مانتے ہیں کہ تغیرات صوتی حضرت انسان ہی کی کارستانی ہیں جو اعضائے نطق کو زحمت سے بچانے کی فکر میں گرفتار رہتے ہیں

زبان پر افراد و جماعت کے اثرات

اُس زبان میں جس کی حالت ہماری زبان کی سی ہو، یعنی جس کی طرف ہزاروں آنکھیں ٹکٹکی لگائے دیکھ رہی ہوں کہ اس کی سالمیت میں تو فرق نہیں آیا اور ہزاروں قلم ہر وقت روشنائی میں ڈوبے تیار ہوں کہ ادھر کسی نے کسی لفظ کی بگڑی ہوئی ہیئت یا کسی نئے اور غیرضروری عنصر کو زبان میں داخل کیا اور ادھر اُنہوں نے مخالفت میں صفحے کے صفحے رنگ ڈالے ، رفتار تغیرات بہت ہی سست ہوگی اور محض نہایت ضروری تبدیلیاں وقوع پذیر ہوں گی — تخریب کا زور تو اسی وقت ہوتا ہے جبکہ ناتربیت یافتہ اور بے پرواہ بولنے والوں کے ہاتھہ میں اسکی باگ ہوتی ہے — وہ نہ تو اصول ادبیات کے پابند ہوتے ہیں نہ مسلمہ و قدیم استعمال و رواج کے — انہیں محض وقتی ضرورت سے غرض ہوتی ہے، اس سے مطلب نہیں کہ پہلے کیا تھا اور آگے چل کر کیا ہوگا — عام لوگوں میں بولیاں پیدا ہوتی رہتی ہیں لیکن تعلیم یافتہ

اور خواندہ طبقہ کي گفتگو میں فرق نہیں آتا - مگر یاد رکھو کہ اس سے ان قوتوں کي ماہیت میں بھي، جو اپنا اثر ڈال رہي ہیں، کوئي فرق نہیں آتا - ترقي و تنزل کے اسباب ایک ہي ہیں یعني تغیر لساني زبان کے بولنے والوں کي مرضي سے ظہور پذیر ہوتا ہے - یہہ مرضي اغراض کے تابع ہوتي ہے جسکي اعانت اعضائے صوت کرتے ہیں اور وہ اپني ضروریات و سہولت کے لحاظ سے اعضائے صوت سے مقوتب نتائج (مراد تلفظ الفاظ) کو بدلتي رہتي ہے - تغیر کا ہر جزو خواہ کسي نوع اور درجہ اہم ہو کسي تغیر کرنے والے یا تغیر کرنے والوں کا پتا دیتا ہے جو اس کا موجب ہوئے ، جن کي تقلید روز بروز پھیلتي گئي حتیٰ کہ اُسے وہ قبول عام نصیب ہوگیا جس کے بغیر کوئي شے تکسال میں داخل اور مستند نہیں ہوسکتي - زبان میں تغیر کا رفتہ رفتہ ہونا اور قریب قریب اس طرح ہونا کہ تمیز نہو لازمي ہے کیونکہ ایک تو قبول عام کي رفتار آہستہ ہے دوسرے اسے کوئي ایسي چیز جو سابقہ استعمال و رواج سے کوسوں دور ہے حاصل نہیں کرسکتي، اس کا باعث یہہ ہے کہ مشابہت موجودہ نہونے کي وجہہ سے وہ ایسي نظر آتي ہے گویا بعید از قیاس ، خلاف رواج اور بعید از فہم ہے - زبان کي مشابہات کا مجموعي اثر شوق " ایجاد بندہ " کا گلا گھونٹنے کے لئے ہر وقت اسي طرح آمادہ رہتا ہے جس طرح کہ کسي ایسے لفظ و معني کي ترویج کي اعانت کے لئے جس کو سابقہ لفظ و معني سے صریح و طبعي لگاؤ ہو - مثلاً رواج عام کو نئي ضمیر اضافي its کو انگریزي زبان میں داخل کرنے میں کوئي دقت نہوئي - work کي ماضي wrought تو تھي ہي مگر worked کا بھي بطور ماضي باساني اضافہ ہوگیا اور cow کي جدید جمع cows کو قدیم جمع kye یا kine کو اکھاڑ دینے میں کسي دشواري کا سامنا نہ کرنا پڑا کیوں کہ جدید جمع معمولي نمونوں کے مطابق تھي برخلاف اس کے اگر worked, its اور cows کے استعمال کي ترویج کو روکنے اور بجائے اُن کے wrought, his اور kine کو رواج دینے کي کوشش

کي جاتي تو کامیابي نہوتي - کسي شعار کے بارہ میں، جو تمام قوم کے مفاد سے وابستہ ہو اور ہر شخص کے خیال و اعمال روز مرہ کا جزو بن گیا ہو، یہہ اندازہ کرنا کہ اس میں تغیر کا مقابلہ کرنے کي کس قدر طاقت ہے کوئي آسان کام نہیں- مثلاً فرانسیسیوں کو اعشاري طریق کے باٹ اور ناپ استعمال کرنے کے لئے رضامند کرنے میں کچھہ کم عرصہ نہیں لگا - ابھي کي بات ہے کہ وہ لوگ کیسے کیسے ناکام رہے اور خفیف ہوئے ہیں جو صریح وجوہ کي بناء پر چند صورتوں میں انگریزي الفاظ کے ہجے میں اصلاح کرنا چاہتے تھے - لیکن زبان کا رتبہ تو ان باتوں سے کہیں اعلیٰ و ارفع ہے — یہہ ہماري املاک میں سب سے زیادہ بیش بہا ملک ہے — یہي ہمارا آلۂ اظہار خیالات ہے ، یہي ہماري فطرت کے اجتماع پسند ہونے کا راز بے نقاب کرتي ہے اور یہي ہماري تعلیم و تربیت کا ذریعہ ہے — ہم اس سے ہر روز یا ہر گھڑي ہي کام نہیں لیتے بلکہ ایک لمحہ بھي اس کے بغیر گذر نہیں، سب سے پہلے اسے سیکھتے اور سب کے بعد بھولتے ہیں- یہہ وہ عادت ہے جو رگ رگ میں بسي ، مشکل سے چھوٹتي اور قریب قریب فطرت ثاني ہوگئي ہے اس لئے اس میں آنکھہ بند کرکے بے تکلف تغیر نہیں کئے جاسکتے- جس قوم کي یہہ ملک ہوتي ہے وہ ہرگز گوارا نہیں کرتي کہ کوئي بے وجہ اس میں دخل دے- محض ایسي ہي اصلاحات کو جو عام طور سے پسند کي جاتي اور درحقیقت محسوسات زمانہ کي ترجماني کرتي ہیں شرف پسندیدگي اور قبولیت کا موقع مل سکتا ہے، وہي رواج پاسکتي اور جزو زبان بن سکتي ہیں

مذکورۂ بالا سے یہہ تو ظاہر ہے کہ انسان زبان کو بدلنے کي قوت نہیں رکھتا لیکن یہہ کہنا ہرگز درست نہیں کہ وہ باعث تغیر نہیں - وہ باعث ہے مگر شرط یہہ ہے کہ اُس حد تک جس حدتک کہ اس کے گرد و پیش والے اسے باعث تسلیم کرتے ہیں - زبان اور تغیرات زبان قوم کے کام ہیں لیکن قوم کوئي کام نہیں کرسکتي تاوقتیکہ اس کے افراد کسي معاملہ میں سبقت نہ کریں ہاں اس سبقت کے منظور یا نا منظور کرنے کا اسے اختیار ہے — ہرشخص جو کچھہ کرتا ہے اسے غور و فکر

کرکے نہیں کرتا یا یہہ کہئے کہ عالم بے خبری میں کرتا ہے۔ اُس شخص کا منشاء صرف اتفاقی ہوتا ہے کہ متاع مشترکہ سے میں بھی فائدہ اٹھاؤں اور اپنے ذاتی مقاصد کی تکمیل کروں لیکن اس سے زبان کے دوام و قیام اور ہیئت اختیار کرنے کے کام میں خود بخود مدد ملتی ہے۔ ہر کیڑا ساحل مرجان پر محض اپنی غذا کی تلاش میں مصروف رہتا اور اپنی بقا و حیات سے متعلق ضروریات کے تابع مرجان بنانے والا مادہ خارج کرتا رہتا ہے لیکن سب کیڑوں کی محنت ملکر ایک مرجان کی چٹان تیار کردیتی ہے جس سے موجیں سر ٹکراتی ہیں مگر اسکا بال بیکا نہیں کر سکتیں۔ ایک متنفس کو خواہ وہ بادشاہ ہی کیوں نہ ہو، منتخب کرلینا اور اس کی بے بسی کو بطور ثبوت پیش کرکے کہنا کہ انسان تغیر و تبدل زبان پر قدرت نہیں رکھتا، بالکل ایسا ہی ہے کہ کوئی ایک بڑے سے بڑا اور بہت ہی چمکدار کیڑا چٹان پر سے اُٹھالے اور کہے "اس کم زور ننھے سے کیڑے کو دیکھو اور بتاؤ کہ اس کے بنائے ایک چٹان یا جزیرہ بن سکتا ہے" — آج تک کسی نے دانستہ زبان کو ایجاد کرنے یا ترقی دینے کا کام نہیں کیا یا کیا ہے تو اس سے دایمی اور سود مند نتیجہ نہیں نکلا — تمام کام وقتاً فوقتاً ضرورتوں کے باعث، جو کچھہ وقت پر سوجھہ گئی اس پر عمل کرنے، اور اُن امکانات کو سمجھہ لینے کی وجہ سے ہوا، جو پہلے سے حاصل کیئے ہوئے خزانۂ الفاظ و مشتقات اور اُن کے استعمال نے سمجھائے اور بتائے — اس لحاظ سے کہہ سکتے ہیں کہ زبان نشو و نما پاتی ہے کیونکہ انسان کی قابلیت اور روز افزوں ضروریات کے مطابق ہر وقت اور نہایت موزوں صورت اختیار کرکے بڑھتی رہتی ہے *

زبان کا ذکر کرتے ہوئے جب ہم کہتے ہیں کہ "اس کی ذات قوت نامیہ سے معمور ہے یا اس کی ترقی و تربیت قانون نامیہ کے ماتحت ہے، تو ہمارا وہی مقصد ہوتا ہے جو اوپر بیان کیا گیا — نامی اجسا کی طرح زبان محض ہم جنس عناصر کا مجموعہ ہی نہیں بلکہ یہ

ایک مرکب شے ہے جس کے اجزا باہم تعلق رکھتے اور ایک دوسرے کی اعانت کرتے ہیں — جس طرح جسم نامی ایسے مادہ کے نمو سے بڑھتا ہے جس کی ساخت اور جسم نامی کی ساخت ایک سی ہوتی ہے اور اس کے موجودہ اعضاء تخلیق اضافہ کا باعث ہوتے ہیں اور اس تخلیق کی ایک جانی بوجھی غرض ہوتی ہے ، یعنی بقائے جسم نامی کو مدد پہنچانا اور اُن کاموں کے سر انجام دھی کی اعانت کرنا جس کے لئے قدرت نے اُسے پیدا کیا ہے ، اسی طرح زبان بھی ترقی کرتی ہے - اس کا نیا خزانہ پہلے مادہ سے اور اس کے مطابق بنایا جاتا ہے، یہہ خود کو اپنے باطنی اعمال ارتقاء اوراپنی ہستی کی اغراض بہ خوبی حاصل کرنے کے لئے جن کی ملک ہے ان کے اظہار خیالات سے مالا مال کرتی ہے — اس کی پیدایش ، ترقی ، زوال ، اور انعدام ذی روح مخلوق کی پیدایش ، نمو ، زوال اور موت سے مشابہ ہیں

لسانیات اور طبیعیات میں مشابہت

حیات زبان اور حیات مخلوق ذی روح میں ایک اس سے بھی قریب تر مشابہت ہے- ہر شخص کی زبان گویا ہے گویا انواع میں سے کسی کا ایک فرد ہے جسے اپنی نوع سے عام مشابہت تو ورثہ میں ملی ہے لیکن اس میں ذاتی خصوصیات بھی ہیں ، اختلاف کی صلاحیت بھی موجود ہے اور خود ایک نئی نوع بھی بنا سکتا ہے - طالب علم لسانیات نے ، بولی ، زبان ، زمرہ ، خاندان اور اصل وغیرہ میں جو فرق و امتیازات قائم کے ہیں وہ ماہر حیوانیات کے ان فرق و امتیازات سے ملتے ہیں جنہیں وہ اختلاف نوع اور اجناس سے موسوم کرتا ہے-وہ مسایل جن پر آج کل طلبائے طبیعیات زور و شور سے بحث کر رہے ہیں یعنی خاص امتیازات کی ماہیت، انواع کا ماخذ جو انفرادی اختلاف اور طبعی انتخاب پر مبنی ہے، اور وحدت مبدۂ ذی روح ، ان مسائل سے بہت ملتے جلتے ہیں جن سے طالب علم لسانیات ہر وقت بحث کرتا رہتا ہے -

یہاں اب اس سے زیادہ مقابلہ کر کے دکھانے کی ضرورت نہیں - اس پر خود بہ خود نظر پڑتی ہے اور اسقدر پر لطف سبق آموز مشابہات ہاتھہ لگ جاتی ہیں کہ اکثر اس سے طلبائے لسانیات و طبیعیات دونوں نے کام لیا ہے *

لسانیات اور ارضیات کے حقایق و طریق میں بہت ہی مطابقت ہے اور اکثر اس پر بحث بھی ہوئی ہے — یوں کہنا چاہئیے کہ لسانیات کیا ہے جدید ترین زمانہ کا ارضیات (عمر انسان) ہے — اس کا کام ہے کہ زمین اور اس پر رہنے والوں کی اُس وقت کی تاریخ نشوونما کو تیار کرے جس کا پتا دفتر ارضیات میں نہیں چلتا ، یعنی جب کہ انسان حیوان مطلق سے ترقی کرکے حیوان ناطق کے درجہ پر پہونچ گیا اور بذریعہ زبان اپنے اور اپنے ماحول کے ارتقاء کی شہادت دینے لگا - قدیم زبان کی باقیات گویا ازمنۂ ماضیہ کے طبقات ارض ہیں جو اُس وقت کے طرز زندگی کو زبان حال سے بیان کر رہے اور کہہ رہے ہیں کہ وہ اسباب کیا تھے جو طرز کے تعین وتشخص کا باعث ہوئے اور جنہوں نے اُس پر اپنا اثر ڈالا - الفاظ تہ بہ تہ سنگریزے ہیں جن کی ہرتہ سے نظم و نسق حیات کی ترقی پر روشنی پڑتی ہے اور جن کی مشابہت وتعلقات مختلف طبقات کے تسلسل وتشابہ کو ظاہر کرتے ہیں - برخلاف اسکے اور علوم میں جو شواہد ہیں ان کی اس کثرت سے قطع وبرید ہوئی ہے کہ اُن کے مکمل ہونے میں فرق آگیا اور یہہ ممکن نہیں کہ اُن کے ارتقاء کی تمام وکمال منازل کو اچھی طرح دکھایا جاسکے *

جن دماغوں کو اس قسم کی تلاش ہے اُنہیں ان سے بھی زیادہ حیرت انگیز مشابہات مل سکتی ہیں — مگر وہ سب ان کی طرح مشابہات ہی ہوں گی اور محض توضیح ہی کا کام دیں گی — اگر ہم نے ماہیت زبان اور طریق مطالعہ زبان کے بارہ میں ان کی بناء پر رائے قائم کی تو ان سے بہت سی غلطیاں پیدا ہوجانے کا اندیشہ ہے ، کیونکہ ہم زبان کو اس باعث سے کہ حیوانیات و ارضیات کی بھی حالت ہے زندہ اور نمو کرنے والا نظام کہہ چکے ہیں — یہہ بات فلسفۂ لسانیات میں

ایک معرکۃالآراء معاملہ ہے — تاریخ لسانیات کے اسباب کو فرداً فرداً یا من حیث المجموع ہم کبھی نہیں سمجھ سکتے ، اگر ہم نے اُن معرکات کی ماہیت کے سمجھنے میں غلطی کی جو ان اسباب کو پیدا کرتے ہیں - درحقیقت زبان ایک انجمن ہے (اگرچہ لفظ انجمن کچھ غیرموزوں سا نظر آتا ہے لیکن اس سے بڑھ کر واضح مطلب لفظ ملتا بھی نہیں) ، یہہ اُن لوگوں کی ساختہ و پرداختہ ہے جن کی ضروریات پوری کرتی ہے ، یہہ محض اُنہیں کے قبضہ و اختیار میں ہے ، انہوں نے اس کو اپنی ضروریات و ماحول کے سانچے میں ڈھالا ہے اور اب بھی ہر جگہ ڈھال رہے ہیں - جن افراد سے یہہ بنی ہے اس کے ہر فرد کی موجودہ ہیئت (کیونکہ ابھی ہم اُس منزل پر نہیں پہنچے جہاں نطق انسان کے ماخذ سے بحث کی جائیگی) مسلسل تغیرات کا نتیجہ ہے جو لوگوں کی مرضی اور اقرار سے رونما ہوا — یہہ لوگ تاریخی کیفیات اور فطرت انسانی کے مطابق عمل کر رہے تھے اور اغراض، جن کے بیشتر حصہ کا سراغ لگایا جاسکتا ہے اور جو بنسبہ تحقیقات کے لئے ایک موزوں موضوع ہیں، انہیں اس کام کے لئے اُبھار رہی تھیں *

مطالعہ لسانیات مطالعہ تاریخ ہے

ان امور کی بناء پر ہم زبان کو علم تاریخ یا اخلاق تصور کرکے اس کے مطالعہ کی نوعیت معین و مقرر کرسکتے ہیں — یہہ نسل انسان اور انسانی انجمنوں کی تاریخ کا ایک شعبہ ہے — یہہ بہت سے علوم سے ، جو اخلاقیات و طبیعیات پر محتوی ہیں ، اعانت کا خواستگار ہو سکتا ہے— معقولات سے کہہ سکتا ہے کہ بتاؤ وہ کیا باتیں تھیں جن کے باعث معنی رنگ بدلتے رہے ، آئین خیالات میں فرق پیدا ہوتا رہا اور ہمہ گیر اصول تعلقات قواعد کی داغ بیل ڈالتے رہے - عضویات سے پوچھہ سکتا ہے جواب دو کہ اعضائے صوت کی کیا ساخت اور اُن کے کام کرنے کا کیا طریقہ ہے - جو آوازیں ادا کی جاتی ہیں اُن کا ساخت اعضاء سے کیا تعلق ہے کہ وہ قوانین خوش الحانی معین و مشخص اور تغیرات

صوتي کے طریقے مقرر کرتي ھے — جغرافیہ طبعي سے دریافت کرسکتا ھے کہ اطلاع دو وہ کون سي مادي کیفیات اور آب و ھوا کي تاثیرات تھیں جنھوں نے نمونے لسان پر اثر کیا — لیکن دماغ انسان ، جو خیالات انسان کے لئے طریقہ ھائے اظہار کي تلاش میں رھتا اور اُن کا انتخاب کیا کرتا ھے، زبان کے دوران ترقي میں اس ترقي کو معین و مشخص کرنےوالے اسباب اور اُن اسباب کے نتائج کے درمیان ایک ثالث ھے - یہہ اسباب و نتائج لسي لحاظ سے زبان پر اثر کرتے ھیں جس لحاظ سے کہ خود انسان کي خواھشات ، رجحانات اور قابلیت پر جو چیز کہ فوراً اپنا اثر کرتي ھےوہ خود لوگون کي مرضي ھے جو ضروریات، خیالات و عادات کے اشارہ پر چلتي ھے — طبیعیات کا سرمایہ کیا ھے ؟ مادي اشیاء جو مادي قوتوں کي معمول ھیں — ارضیات میں آخرش اس امر کو ماننا پڑتا ھےکہ طبقات قوانین خواص مادہ سے بنے ھیں — جس چیز پر اثر پڑا ھے وہ محسوس مادہ ھے اور جو نتیجہ مرتب ھوا ھے وہ بے حس و بے خبر ھے- حیوانیات میں بھي تشریح الابدان اور عضویات کي طرح محقق کو مادي چیزوں سے سابقہ پڑتا ھے جن کي ساخت کا دار و مدار اُن قوانین پر ھے جو خود مادہ کي ذات میں موجود ھیں اور جن میں اختیارات انسان کو دخل نہیں - بر خلاف اس کے زبان میں ذي شعور مخلوقات کو باعث قرار دیا گیا ھے ، اس کا سامان محض منہہ سے نکلي ھوئي آوازیں ھي نہیں ھیں جو بعض لحاظ سے طبیعیاتي نتائج کہے جا سکتي ھیں بلکہ وہ آوازیں ھیں جن سے اظہار خیالات کا کام لیا گیا ھے - اور ان کے نتائج بھي ان سے جدا گانہ نہیں ھیں یعني ایک بامعني نظام اصوات ھے جوکہ بني نوع کي رفتہ رفتہ جمع کي ھوئي دولت عقل و تجربہ کو ظاھر کرتا اور خود اپنے نفس اور مخلوقات کي ماھیئت بتاتا ھے - جن چیزوں کے مطالعہ میں اسقدر اختلاف ھے ان میں مشابہت کے سوا اور کیا ھوسکتا ھے *

زمانہ حال کے فلاسفہ کا ایک گروہ کوشش کررھا ھے کہ ھر قسم کے سائنس کو مادي بنادے - طبیعیات ، معقولیات و اخلاقیات کي

تمیز کا قصہ پاک کردے - ثابت کردے کہ کسی معاملہ میں انسان کی مرضی کو بے روک ٹوک دخل نہیں ہے اور قصہ تقدیر کا بکھیڑا ادھیڑ کر دکھادے کہ یہہ محض چند مادی اثرات کا نتیجہ ہے جن کے وہ طبعی اسباب معلوم کئے جاسکتےہیں جو انکو عرصہ وجود میں لائے اور اگر ان اسباب کا بہ خوبی علم ہو اور یہہ تسلیم کر لیا جائے کہ انسان کی بے چون چرا اطاعت کرنے والی سرشت پر ایسے محرکات کا اثر پڑتا ہے جن میں انسان کو دخل نہیں تو اسکی گذشتہ تاریخ یا آیندہ روش کا پتا چل سکتا ہے - ایسے لوگوں کے نزدیک تو زبان بھی اور چیزوں کیطرح محض طبیعیات کی پیدا کی ہوئی شے ہے اور اس کا مطالعہ بھی محض طبیعیات کا مطالعہ ہے - اگرچہ ہم ان کی اس تقسیم عام سے متفق نہیں ہیں مگر اس سے انکار نہیں کرسکتے کہ طبیعیات کے اصول اس پر منطبق ہوتے ہیں - جو لوگ اب بھی اخلاقیات اور طبیعیات کے زبردست فرق کے قایل ہیں اور جن کا خیال ہے کہ ذی شعور مخلوق کے فعل یعنی اغراض کا میزان عقل میں تولنا ، طرز عمل کا پسند کرنا ، مقاصد کا سمجھنا اور ان کےاصول کے ذرایع تلاش کرنا اور ذرات کے فعل میں جنکو کہ قوت کشش ، کیمیاوی، الف و مجانست اور قدرت کے دیگر غیر متغیر قوتین گردش میں رکھتی ہیں، اصولاً اور لا بدی طور سے اختلاف ہے وہ تو زبان کو، جس کا افعال ارادی پر اسقدر مدار ہے کہ اگر انسان کی مرضی نہو تو اس کا ایک لفظ بھی منہہ سے نہ نکلے ، فلسفۂ اخلاقیات ہی تصور کرتے ہیں - زبان کا حقیقی تعلق ان شعبہ ہائے علم انسانی سے ہے جن میں رائے عامہ اسکو جگہہ دیتی رہی ہے یعنی اخلاقیات ، لسانیات اور تاریخ *

غور و فکر اور ارادہ کو حقایق زبان میں دخل نہیں

اس کے تسلیم کرنے سے تو مفر نہیں کہ نطق انسانی کا ہر جزو انسان کے ایسے فعل کا نتیجہ ہے جسے اسنے جان بوجھہ اور سوچ سمجھکر کیا لیکن اس کے ساتھہ یہہ بات بھی ہے کہ اگر ہم اس امر کو نظر انداز کر جائیں کہ طالب علم لسانیات جس کا جویا ہے وہ شے وہ

نہیں ہے جسے انسان نے اپنی مرضی سے اور دانستہ زبان میں داخل کیا ہے تو تحقیقات لسانیات میں ایک اہم مسئلہ کی فروگذاشت کے مرتکب ہوں گے - جیسا کہ اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے وقتی ضروریات کا پورا کرنا اصلاح یا ابداع زبان کا سبب ہے ، ہر واقعہ کا اقتضاء اس کا محرک ہے ، یہہ محض اسواسطے عرصہ وجود میں آئی کہ اس سے باسانی دوسروں کو اپنے خیالات سے واقف کرنے کا کام لیا جائے- اس کے سوا اس کا کوئی اور مدعا و مقصد نہیں - قوم اسکو اس لئے مان لیتی ہے کہ یہہ صاف صاف نظر آنے والی کمی کو پورا کرتی اور میل جول میں جو ضرورتیں پڑتی ہیں ان میں سے ایک مسلمہ ضرورت کو پورا کرتی ہے - واضعین لسان اس کی قطعی پروا نہیں کرتے کہ نظام کا جزو ہونے کے لحاظ سے اس کا کیا مرتبہ یا قدر و قیمت ہے ، یا بہ حیثیت شہادت اس میں کونسے تاریخی خزانے پوشیدہ ہیں اور نہ وہ اس دماغی میلان ہی کی ، جس کی یہہ تشفی کا باعث ہے ، وجوہ کا پتا لگانے اور اُن پر غور و خوض کرتے ہیں - زبان درحقیقت ایک بہت بڑا نظام ہے جس کی ساخت پیچیدہ اور اجزاء متناسب ہیں — اس کو بجا طور سے ایک منظم شے کہہ سکتے ہیں ، لیکن اس کی تنظیم کا باعث یہہ نہیں ہے کہ کسی نے اسے بیٹھہ کر بغور سوچا اور باحتیاط بنایا ہے — اس نظام کا ہر جزو ارادہ اور دانستہ کوشش کرنے سے پیدا ہوا ہے لیکن کل نظام طبعی ہے اور خود بخود پیدا ہوگیا ہے — دماغ انسانی اپنے مخطورات اور دنیاوی واقعات کی گتھیاں سلجھانے اور اُن کے نتائج بذریعہ زبان محفوظ رکھنے میں مصروف تھا کہ ار خود اس نظام میں وحدت و تناسب پیدا ہوگیا- یہی وہ فرق ہے جو حقیقی زبان اور اُن مشرح و فلسفیانہ مصنوعات میں ہے جن کو وقتاً فوقتاً ذکی الطبع اصحاب نے بجائے زبان کے رائج کرنا چاہا - یہہ مصنوعات بےشبہ عاقلانہ ایجادات ہیں جن میں ہر جزو کی نوعیت و تعلق کو پہلے سے خوب جانچ تول اور معین و مقرر کرکے رکھا گیا ہے اور ان کے مقابلہ میں زبان محض

ایک خود رو چیز ہے — لیکن اگر ایک بڑھتا ہوا کیکڑا اپنا خول پھینک کر چاندی کا خول ، جسے انسان نے بہت محنت و کاریگری سے بنایا ہے ، پہن سکتا ہے تو خیال انسانی بھی اپنے قدرتی لباس کے بدلے ان مصنوعات میں سے کسی کو قبول کرسکتا ہے — ان مصنوعی زبانوں کے خد و خال کیا ہیں ریاضی کی ایک شکل ہے جو احتیاط سے قاعدہ اور خطوط کو مد نظر رکھکر بنائی گئی ہے - زبان کی یہہ حالت ہے کہ دماغ انسانی حتےالامکان اس کے کونہ کونہ میں پہونچتا اور اپنا نقش ثبت کرتا ہے لیکن اس کی پرواز چوں‌کہ محدود ہے اس لئے جب یہہ دیکھتا ہے کہ دائرہ سے باہر قدم نہ نکال سکا تو ہکا بکا رہ جاتا ہے *

زبان کے حقایق کو خواہ کسی لحاظ سے دیکھا جائے صاف نظر آتا ہے کہ غور و فکر اور ارادہ کو ان میں دخل نہیں — رجحانات خود بخود پیدا ہوکر اپنا اثر ڈالتے ہیں اور اس سے تغیر اصوات ظہور پذیر ہوتا ہے ، اگرچہ انسان نہ تو ان رجحانات کی ہستی ہی کو قبول کرتاہے اور نہ اعضاء کی ساخت و اعمال ہی سے واقف ہے — نطق وہ صحیفہ ہے جس میں ظاہری اسباب ، تاریخی واقعات ، اور علم و تہذیب کی ترقی مرقوم ہے کیوں‌کہ روزمرہ کے کاروبار کا تقاضہ ہی یہہ ہے — کسی نے کوشش کرکے ان کو اس صحیفہ میں رقم نہیں کیا - زبان حسب و نسب اقوام کو بھی ظاہر کرتی ہے - اسکا باعث یہہ نہیں کہ لوگوں نے اس ذریعہ سے جماعات و اقوام سے اپنے تعلق کی شہادت کو محفوظ رکھنا پسند کیا بلکہ یہہ شہادت جب تک اس کے مٹانے کی کوشش نہ کی جائے خود مٹ نہیں سکتی- اعمال دماغ ، ترقی تمدن ، قوانین تعلقات ذاتی یا موضوعی سب اسمیں موجود ہیں لیکن محض اسی حیثیت سے کہ وہ زبان کی کایا پلٹ کا ذریعہ ہیں - ان کے اعمال کی تمیز نہیں ہوتی مگر اثرات سے ان کا موجود ہونا اخذ کیا جا سکتا ہے *

لسانیات کو کیوں طبیعیات سمجھا جاتا ہے

چونکہ جان بوجھکر کسی کام کے کرنے اور غور و خوض کو حقایق

زبان میں دخل نہیں اس لئے ان کی ذات میں کوئی ایسی بات نہیں پائی جاتی جسے دیکھکر کوئی سمجھے کہ زبان فکر و ارادہ کا نتیجہ ہے حالانکہ بحیثیت فعل ارادی ان میں یہہ بات پائی جانی چاہئے تھی — طالب علم لسانیات بوقت تحقیقات یہہ نہیں محسوس کرتا کہ وہ مصنوعات انسانی سے بحث کر رہا ہے — جہاں تک اس کا تعلق اُن اغراض سے ہے جن کی تکمیل کے واسطے وہ ان کی جانچ پرتال کرتا ہے اور ان نتائج سے ہے جو اسے اخذ کرنے ہیں وہ ان کو ایسا ہی صنعت انسان نہیں سمجھتا جیسا وہ اپنے کاسۂ سر کی ہیئت ، چہرہ کے خطوط یا دست و بازو کی ساخت کو — اُن کو سرشت و تاریخ انسانی سے تعلق رکھنے والے واقعات کا ایک ایسا عکس تصور کرنا بجا ہوگا جو آئینہ میں پڑ رہا ہے ، یہہ آئینہ ناقص تو ہے مگر اس میں عکس جیسی چیز ہوتی ہے ویسا کا ویسا ہی پڑتا ہے اور اُس کا اعتبار کیا جا سکتا ہے — یہہ حقایق وہ تصویریں نہیں ہیں جن کو آدمی نے ہمارے وقوف و آگاہی کے لئے ہاتھہ سے بنایا ہو — یہی تو وجہہ ہے کہ مطالعہ زبان اور مادی علوم میں ایسے گہری مشابہت اور اس کے اور اُن کے سارے کے سارے طریق عمل میں اساسی مطابقت پائی جاتی ہے — اُن علوم کے مطالعہ کی طرح مطالعہ زبان بھی مدعی ہے کہ میری بنیاد خاص خاص واقعات کی جانچ پرتال اور اختبارات پر رکھی گئی ہے اور جب نتائج اخذ کرنے چلتا ہے تو سخت استقراء ، تقابل ، تنظیم ، تقسیم اور تفتیش تعلقات سے کام لیتا ہے — دکھاتا جاتا ہے کہ زبان ایک طبعی نظام ہے — ایسے اصول جن کا عام طور سے یا ہمہ‌گیر انطباق ہو مستنبط کرتا جاتا ہے اور عناصر زبان کے ہر قسم کے تباین و تخالف کے نقاب کے نیچے اسے اس کے مبدۂ و ارتقاء میں ایک ہر وقت موجود رہنے والی وحدت نظر آتی ہے جو زبان کی ترکیب اور غرض و غایت میں بھی جلوہ گر ہے — اس میں کلام نہیں کہ یہہ مطابقت طرز عمل ہی تھی کہ جس نے بہت سے پرستاران لسانیات کو الجھن

میں پھنسا دیا اور ان کی آنکھوں پر ایسا پردہ پڑا کہ اُن کی نگاہ اُن انتہائی حقایق کی کنہ تک نہ پہنچ سکی جن پر ان کے مطالعہ کا دارومدار ہے ورنہ وہ انسان کو زبان کے بدلنے اور پیدا ہونے کا باعث نہ مانتے اور علی الاعلان کہتے کہ یہہ ایسی شے ہے کہ جس کا نفس خواص حیات و نمو سے معمرر ہے اور قوانین نامیہ کے تابع *

دوسرا سبب، جو پہلے کے برابر اہم نہیں، جس کا احساس بھی نہیں ہوتا اور جو شائقین لسان کو ابھارتا رہتا ہے کہ وہ اپنی پسندیدہ صنف تحقیقات کو دیگر مادی علوم کے پہلو میں جگہہ دئے جانے کا دعوی کرتے رہیں، میرے نزدیک اس کے سوا کچھہ نہیں کہ وہ ڈرے ہیں کہ اگر ایسا نہ کیا گیا تو اسے کیوں کر کرسی علوم پر بیٹھنے کا مستحق ثابت کریں گے — شیدایان مادی علوم میں، جن کی تعداد روز افزوں ترقی کررہی ہے اور جن کا دائرۂ اثر وسیع ہوتا جاتا ہے، یہہ خیال زور پکڑ رہا ہے کہ اصناف علوم میں سے صرف انہیں کو سائنس کے معزز خطاب سے سرفراز کیا جائے جو مادیات کے غیر متغیر قوانین پر مبنی ہیں اور اُن کو سائنٹفک طریق عمل و نتائج کے قابل نہ سمجھا جائے جن کی قوت محرکہ محض انسان کا ارادہ ہے جو گرگٹ کی طرح رنگ بدلتا رہتا ہے اور جس کو قیام و قرار نہیں — امید ہے کہ مذکورۂبالا مباحث اس خوف کو زائل کردیں گے — یہہ خوف بذات خود بھی فضول ہے کیون کہ جس رجحان نے اس کو پیدا کیا وہ غلط پر مبنی اور غیر معقول ہے - اصطلاح سائنس اس قسم کی قیودکی متحمل نہیں ہوسکتی- کسی مطالعہ کے اقلیم کی وسعت، جن مختلف حقایق پر کہ وہ مبنی ہے ان کا اتفاق و وحدت، ان حقایق کے ایسے باہمی تعلقات جن کی بخوبی تقسیم کی جا سکتی ہے اور جو استقراؤ استنباط کے لئے کار آمد ہو سکتے ہیں، جو نتائج حاصل ہوے ہیں ان کی قدرو قیمت، اور وہ صداقت جس کا اس سے پتہ چلتا ہے، یہی سب چیزیں مقاع سائنس ہیں اور ان سب باتوں میں مطالعہ زبان کو کسی سائنس سے مقابلہ کرتے وقت ہر گز نہ ڈرنا چاہیئے - اس کی اقلیم کل

بنی نوع کا نطق ہے خواہ وہ وحشی ہوں یا مہذب - اسمیں وہ ہزاروں موجودہ بولیاں مع اپنے ان پیشروؤں کے، جو ضبط تحریر میں آچکے ہیں، اور وہ بےشمار تفصیلات جو ان بولیوں میں موجود ہیں اور جن کا ہر فرد کسی ظاہری یا باطنی تاریخی واقعہ کی طرف چشمک زن ہے، شامل ہیں - زبانوں کی ثروت کو وہی حالت ہے جو کہ عالم حیوانی میں کسی نوع حیوانی کی ثروت کا حال ہے - ان کو جو بات ایک ہی رشتہ میں منسلک کرتی ہے وہ یہہ ہے کہ ان سب کے بولنے والوں کی سرشت میں باعتبار ضروریات و استعداد ایک وحدت پائی جاتی ہے اور سب کا مدار عام یہہ ہے کہ موجودہ اشیاء اور ان کے تعلقات کو دماغ سمجھتا اور گفتگو میں جلوہ گر کرتا ہے - جیسے حیوانات و نباتات کی بے انتہا اقسام ہیں، مگر ان کی ساخت میں ایک وحدت پائی جاتی ہے جوانکو ایک ہی رشتہ میں منسلک کرتی ہے، ایسے ہی زبانوں کی بھی اقسام ہیں اور ان میں ایک وحدت پائی جاتی ہے جو انکو ایک ہی لڑی میں پروتی ہے اور جتنی متحد کرنے کی قوت حیوانات و نباتات کی وحدت میں ہے اتنی ہی وحدت السنہ میں بھی ہے اور سب سے آخر میں یہہ بات ہے کہ مطالعۂ زبان سے بے حد پر لطف نتائج حاصل ہوتے ہیں جو تدوین تاریخ انسان میں جس سے تاریخ کیفیت تخیل و تہذیب تعلقات اقوام مراد ہے مدد دیتے ہیں اور ان سے منکشف ہوتا ہے کہ انسان کا اس اعتبار سے کہ فطرت نے اسے کیا کیا اعلیٰ ودایع عطا کئے اور ان سے اس نے کیا کیا کام لیا، کیا مرتبہ ہے -ان نتائج کی قدر و قیمت کا اُن نتائج سے جو اور علوم سے حاصل ہوتے ہیں مقابلہ کرنا بے سود ہے— صداقت ہر رنگ میں بے بہا ہے اور وہ صداقت جس کا تعلق انسان کی سرشت و تاریخ سے ہے دلچسپی میں اس صداقت سے کم نہیں ہوسکتی جس کا تعلق انسان کے ماحول سے ہے - پس لسانیات میں خود اس قدر عظمت اور حقیقی سائنٹفک وصف موجود ہے کہ اسے ضرورت نہیں کہ ان دونوں باتوں میں سے کسی کے حصول کے لئے وہ اور شعبہ ہائے تحقیقات

کے دامن میں پناہ لے جن کا مبحث اور دائرہ عمل تو جدا گانہ ہے مگر لسانیات کے طریقوں سے ملتے جلتے طریقوں کے ذریعہ انہیں اغراض کے جویا ہیں جو لسانیات کا مدعا ہیں یعنی اضافۂ معلومات اور معرفت نفس و کائنات کی منازل طے کرنے میں انسان کی دستگیری کرنا *

مطالعہ لسانیات کے عام طریقے

اس ضروری اعراض کے بعد ہم پھر اپنی تحقیقات کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ''ہم جس طرح گفتگو کرتے ہیں کیوں کرتے ہیں''۔ جتنا کہ ہم گذشتہ لیکچر میں کہہ چکے ہیں اس سے اب ایک قدم آگے بڑھا تے اور صرف یہی نہیں دریافت کرتے ہیں کہ جن علامات سے ہماری مادری زبان بنی ہے وہ ہمیں کیونکر ملیں بلکہ یہہ بھی کہ جن سے ہم نے یہہ علامات سیکھیں انھوں نے انہیں کیوں کر حاصل کیا اور کیونکر روایت کو، جس کی معرفت یہہ ہم تک پہنچیں، یہہ اسی شکل میں ملیں جنمیں کہ اس نے انہیں ہمارے حوالہ کیا ۔ مختصر یہہ کہ ہمارے الفاظ کی جو ہیئت ہے وہی کیوں ہے اور طرح کی کیوں نہیں ۔ ہم دیکھہ چکے ہیں کہ ہر موجودہ لسان کے اجزاء کو تاریخ نے پیدا کیا ہے اور وہ مسلسل تغیرات کے آخری نتائج ہیں جو کیفیات زمانہ کے مقتضاء اور اغراض کی ہدایت کے مطابق رفتہ رفتہ عرصہ وجود میں آئے اور جن تک ہماری رسائی ہے۔ یہہ واقعہ نفس الامری ہمیں زبان کے مطالعہ کا طریقہ بتاتا ہے ۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ کسی چیز نے جو صورت اختیار کی ہے اس کو سمجھہ لیں تو صرف اسکی موجودہ ہیئت کا علم ہی کافی نہیں ، ہمیں اس کی گذشتہ تاریخ کےہر باب پر نظر ڈالنی پڑے گی اور جوجو صورتیں اس نے اختیار کی ہیں اور جن جن اسباب کی وجہہ سے ایک کے بعد دوسرا رنگ بدلا ہے ان کا پتہ لگانا پڑے گا ۔ کسی زندہ زبان کے مظاہر ، استعمالات و اسالیب کی محض تقسیم و تنظیم اور باقاعدہ تشریح تو قواعد یا لغت کا کام ہے لسانیات کا نہیں ۔ قواعد و لغت تو محض کیفیت بیان اور آئین مقرر کرتی ہیں بر خلاف اس کے لسانیات کا کام وجوہات بیان کرنا ہے ۔ اور اگر بیان وجوہات تاریخ پر مبنی ہے تو

کیوں کر ہو سکتا ہے کہ تلاش وجوہات کا طریقہ کسی اور چیز پر منحصر ہو – پس طالب علم لسانیات کا خاص کام یہہ ہے کہ تاریخ اور ارتقائے لسان کو ابتداء سے انتہا تک تاریخ پر مبنی طریقوں اور ان تاریخی شواہد کی مدد سے مرتب کرے جو اسکے پاس ہیں – یہی وہ طریقہ ہے کہ جس سے وہ زبان کی کنہ و حقیقت اور تخیل و تاریخ انسانی سے اس کے تعلقات کو صحیح صحیح طور سے سمجھہ سکےگا *

مزید براں شاید اس کے اظہار کی ضرورت نہیں کہ تاریخ لسان کا دارومدار تاریخ الفاظ پر ہے – زبان ایسی علامات سے مرکب ہے جس کے مدلول خیالات ہیں اور اگرچہ ایک لحاظ سے تو یہہ علامات ایک کل کا جزو ہیں مگر دیگر اور اہم لحاظ سے کل سے ان کا کوئی تعلق نہیں اور ہستی منفرد رکھتی ہیں – ہر لفظ کے تراشنے کی ایک خاص وجہہ ہے اور صرف اسی پر حیات لسانی کے تغیر و تبدل کا اثر پڑتا ہے اور اس کے استعمال و قابلیت کے لحاظ سے اسکی اصلاح کیجاتی یا اسکو ترک کیا جاتا ہے – پس اشتقاقیات یعنی منفرد الفاظ کا تاریخی مطالعہ تحقیقات زبان کی بنیاد ہے ، اور عمارت لسانیات کے بالائی حصص یعنی وسیع اصول ، وسیع الاثر نظریے اور ہمہ گیر و اہم صداقتیں ، الفاظ کے شجروں پر قایم ہیں – الفاظ یکہ و تنہا وہ گواہ ہیں جن سے اشتقاقیات وہ شہادت دلواتا ہے جو ان کے پاس اپنے ، جس زبان سے انکا تعلق ہے اس کے، اور نطق انسان کے بارہ میں ہے *

کوئی لفظ یا قسم الفاظ ایسی نہیں کہ جس کی تاریخ کم و بیش کامل طور سے مختلف اقسام تغیرات لسانی کا مرقع نہو – مگر ان اقسام سے یکے بعد دیگرے بحث کرنے میں آسانی ہوگی – لہذا جو مثالیں ہم منتخب کریں گے وہ اسی لحاظ سے کریں گے کہ ان اقسام کو بتدریج ظاہر کریں ، اور چونکہ اشتقاقی تحلیل و تجزیہ اس امر پر کچھہ کم انحصار نہیں رکھتا کہ الفاظ کو بجائے شے منفرد تصور کرنے کے جدا جدا عناصر کا مجموعہ خیال کیا جائے پس اجزائے نطق کے مرکب ہونے کا وصف اگر سب سے پہلے اپنی طرف توجہ کو منعطف کرتا ہے تو کوئی بے جا بات نہیں ہے *

مرکب الفاظ

یہہ اظہر من الشمس ہے اور اس سے ہر شخص واقف ہے کہ ہم ہمیشہ دو لفظوں کو جو بذات خود بامعني ہیں یکجاکرکے مرکب لفظ بناتے رہتے ہیں—مثلاً break-neck, god-like, fear-inspiring house-top—یہہ ان ہم‌معني مرکبات ناقص کے مترادفات ہیں inspiring fear, like a god, apt to break one's neck, top of a house—طریق اظہار خیال میں زیادہ چستي اور آساني کي خاطرہم نے روابط کو حذف اور ترتیب عام کو الٹ کر بلکہ سب سے زیادہ مسئلہ توکید میں طریق واحد اختیار کرکے مرکب الفاظ میں مرکبات ناقص سے زیادہ وحدت پیدا کردي — توکید کا طریق خاص ظاهري ذریعہ ترکیب ہے— یہہ دو ہستیوں میں سے ہر ایک کو دوسرے کا تابع بنا کر ایک واحد ہستي پیدا کردیتا ہے — ہماري معمولي گفتگو میں اس قسم کے الفاظ بہ کثرت پائے جاتے ہیں مگر جو مرکبات ناقص کہ اُن کے ماخذ ہیں اُن کي ترتیب الفاظ (collocation) نے اس قدر آہستہ آہستہ یہہ صورت اختیار کي ہے کہ سمجھہ ہي میں نہیں آتا کہ well-known اور mother-tongue کي مانند مرکب الفاظ کو، محض ترتیب الفاظ مرکب ناقص کو مد نظر رکھکر ، الگ الگ لکھنا چاہئے یا ان‌کے درمیان علامت‌وصل ہوني چاہئے کیونکہ یہہ ایسے مرکب الفاظ ہیں جن کو کسي مرکب ناقص کي ترتیب الفاظ سے تعلق نہیں — ایک قسم کے الفاظ مثل dial-plate, well-being کا یہہ حال ہے کہ کبھي ان میں علامت وصل لکھي جاتي ہے اور کبھي نہیں ، حالانکہ رواج اسي کو مانتا ہے کہ مرکب لفظ کے اجزا کے درمیان علامت وصل ہوني چاہئے — ان کے علاوہ herself, godlike ہیں، ان کے اجزا ایسے گھل مل گئے ہیں کہ کبھی خیال بھي نہیں آتا کہ یہہ مرکب الفاظ ہیں ، کیونکہ یہہ ایک عرصہ سے ملے ہوئے لکھے جاتے ہیں اور ہم بھي ان کو یونہیں لکھنے کے عادي ہوگئے ہیں — اس سے بڑھکر ہم نے بعض ایسے مرکبات بنائے ہیں کہ اب اُن کا تجزیہ و تحلیل کرنے میں سوچنا

پڑتا ہے — اسی طرح کا ایک لفظ forehead ہے جو اب بھی اس طرح لکھا جاتا ہے کہ اپنے ماخذ سے ملتا رہے لیکن تلفظ میں اتنا فرق آگیا ہے کہ اگر اس کے ہجے نظر انداز کردئے جائیں تو اس کے استعمال کرنے والوں میں سے سو میں سے ننانوے کی نظر کا اس کی اصل تک پہنچنا محال ہے — fortnight بھی ایسا ہی ہے، اس کا تلفظ اور ہجے دونوں بدل گئے، یہہ fourteen nights سے بنا ہے — breakfast بھی اسی زمرہ میں شامل ہے—ہم نے صبح کے کھانے کا یہہ نام اس لئے رکھا کہ یہہ ہمارے دن کے طویل‌ترین روزہ کو توڑتا ہے- اس دن میں رات کا سونا بھی شامل ہے—ابتدا میں یوں بولا کرتے اتھے I broke fast at such an hour this morning (آج صبح میں نے فلاں وقت روزہ کھولا) جس نے پہلے پہل یہہ کہنے کی جرأت کی I breakfasted (میں نے روزہ کھولا) وہ اصول قواعد کی خلاف ورزی کا ایسا ہی مجرم ہے جیسا کہ آج کے روز وہ شخص جو بجائے I took dinner کے I take dinnered کہے—لیکن مذاق سلیم نے یاورری کی اور غلطی پر مہر تصدیق ثبت‌کردی کیونکہ قوم و جماعت اس پر آمادہ تھی کہ صبح کے ناشتہ اور اس کے کھانے کے فعل کو ایک خاص نام سے موسوم کیا جائےچنانچہ اس نےترتیب الفاظ breākfast سےایک اصلی مرکب لفظ brĕakfast گھڑ لیا *

صرف وہی الفاظ ہماری زبان میں مرکب الفاظ نہیں ہیں جن کو دیکھتے ہی یا ذرا سے غور سے ہم پہچان لیتے ہیں کہ ان کی ترکیب میں فلاں فلاں عناصر شامل ہیں بلکہ بہت سے ایسے مرکب الفاظ بھی شامل ہیں جن پر نظر پڑتے ہی خیال پیدا ہوتا ہےکہ یہہ تو مفرد وغیر منقسم ہیں اور ان کے مرکب ہونے کو ہماری موجودہ زبان میں کوئی شہادت نہیں ملتی، لیکن جن کی تاریخ کا پتہ دیگر اور ہماری زبان سے قدیم‌تر زبانوں سے لگایا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہہ بھی مرکب ہیں اور ان کے بھی ٹکڑے کئے جا سکتے ہیں— مثال کے طور پر دو ایک

معمولي الفاظ ليجئے - جيسے such اور which—اينگلو سيكسن ميں ان لفظوں كي يہہ صورتيں هيں swylc اور hwylc - ان ميں آخري تو اهل اسكاٹ لينڈ كے whilk سے، جس كو وہ بجائے which كے بولتے هيں، بہت هي ملتا جلتا هے - اور يہہ دونوں جرمني زبان كے الفاظ solch اور welch سے بھي مناسبت ركھتے هيں - ان الفاظ كے شجرے كو ديكھنے سے معلوم هوتا هے كہ پرانے زمانہ ميں جو الفاظ so اور who كے بجائے بولے جاتے تھے اُن پر لفظ like كا اضافہ كرديا گيا هے—so-like سے such اور who-like سے which بن گيا *

ليكن اب هم اس قسم كے الفاظ چھوڑ كر جو ايسے دو لفظوں سے بنے هيں جن كے معني اور شكل الگ الگ هيں ايسے الفاظ كي طرف توجہ كرتے هيں جو تاريخ لسان ميں اول الذكر سے زيادہ اهميت ركھتے هيں *

هم پہلے لفظ fearful كو ليتے هيں—غور كرنے سے معلوم هوتا هے كہ بديهي طور سے يہہ ويسا هي مركب لفظ هے جيسا كہ fear-inspiring— صاف صاف نظر آتا هے كہ همارا عام اسم صفت full اس كا جزو آخر هے، تاهم گو اس كا اصلي ماخذ يهي نظر آتا هے ليكن يہہ كسي قدر مختلف قسم كا مركب هے - جزو متبوع يعني full ، چونكہ اس سے careful, truthful وغيرہ بہت سے الفاظ مركب بنا لئے گئے هيں، plentiful, dutiful همارے نظروں ميں اپني ممتاز و ممیز شخصيت كھو بيٹھا اور محض ايک لاحقہ هي رہ گيا هے جيسے اسم ذات كے آخر ميں لگاكر اسم صفت بنايا جاتا هے جيسے كہ لاحقہ ous الفاظ perilous, riotous, plenteous اور duteous ميں—يہہ اس لئے بھي لاحقہ هي كي حد تک پہنچ جاتا هے كہ جو الفاظ مركب اس سے بنائے جاتے هيں اگر هم اُن كا تجزيہ كرنا چاهئيں تو وهي معني نہيں پيدا هوتے جو كہ الفاظ fear-inspiring اور house-top كا تجزيہ كرنے سے هوتے هيں يعني ان مركب الفاظ كے اور جن اجزاء سے يہہ بنے هيں دونوں كے معني ميں فرق نہيں پڑتا — dutiful اور

plentiful کے معني full of duty اور full of plenty نہیں ہیں بلکہ وہ duteous اور plenteous کے صحیح مترادفات ہیں - کسي نئے اسم ذات پر full لگا کر ہم بجا طور سے اسم صفت بنا سکتے ہیں اور اس کا ذرا بھي اندیشہ نہیں رہتا کہ آیا اس کا مترادف مرکب ناقص " full of so and so " مہمل ہوگا یا بامعني — اسي لئے جب ہم کسي اسکاٹ لینڈ والے کو carefu' اور fearfu' بولتے سنتے ہیں تو نہ تو اس کا مفہوم سمجھنے میں دقت ہوتي ہے اور نہ یہہ فکر ہوتا ہے کہ اس نے full کي قطع و برید کر کے fu' بنا لیا *

اس کي نقیض یعني fearless کو دیکھتے ہي خیال ہوتا ہے کہ یہہ بھي مرکب اور اس کا جزو آخر ہمارا رورمرہ کا لفظ less ہے اور اس کے معنی تو deprived of fear یا minus fear ہیں اور اس لئے exempt from fear، لیکن اگر ہم ایسے الفاظ کي تاریخ کا ، جو اور بولیوں میں مسطور ہے، مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا خیال غلط ہے اور ہمارے less کو اس مرکب سے کوئي واسطہ ہي نہیں — صریحاً نظر آتا ہے کہ اینگلو سیکسن کا لاحقۂ leas در اصل اسم صفت leas ہے جو ہمارے اسم صفت loose کا ہم معني ہے اور fearless کے لغوي معني ہیں loose from fear اور free from fear—اس مرکب کا اصلي جزو متبوع منقلب ہوتے ہوتے محض لاحقہ ہوکر رہ گیا اور جن لفظوں سے اسے واسطہ تھا اُن سے اتنا دور جا پڑا کہ اس کے ماخذ پر پردہ پڑگیا اور جو دماغ کہ اس پر غور کرتا ہے یہہ اس کي غلط اشتقاق کي جانب رہنمائي کرتا ہے *

سابقات و لاحقات منفرد الفاظ سے نکلے ہیں

اب ایسے لفظوں کو او مثلاً brotherly، homely، godly اور lovely- مذکورہ مثالوں کي طرح یہہ بھي دو اجزاء سے مرکب نظر آتے ہیں - لیکن ان کا پہلا جزو تو ہمیں ایک اسم نظر آتا ہے جو ہماري زبان میں اپني منفرد ہستي رکھتا ہے

اور دوسرے کي نسبت اس کے سوا کچھہ گمان نہیں ہوتا کہ یہہ ایک صفتی لاحقہ ہے اور خود اس کي کوئي حیثیت نہیں - یہہ ہماري زبان کے الفاظ کا ضمیمہ بنکر رو نما ہوتا اور اُن کے معني میں تغیر پیدا کرتا ہے — مگر اس لاحقہ کي تعریف کیا ہے ؟ جب ہم اپني گفتگو کي قدیم شکل یعني اینگلوسیکسن میں اس کا کھوج لگاتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ ہمارے موجودہ استعمال نے اس کي ایسے ہي کایا پلٹ کردي جیسے کہ fearful کے full کي اسکاٹ لینڈ کي بولي نے، یعني ایک اصلي حرف صحیح جو آخر میں واقع ہوا تھا اسے حذف کردیا—اس کي ابتدائي شکل lic تھي—آخري حلقي حرف الماني الاصل زبانوں کے لاحقہ ہائے مترادف میں آج تک چلا آتا ہے، مثلاً جرمني میں lich ، سویڈي میں lig اور ڈچ میں lijk -یہہ واقعہ طبعا ہمیں اس خیال کي جانب لیجاتا ہے کہ ہو نہو یہہ ہمارے معمولي اسم صفت like کي مسخ شدہ صورت ہے اور قدیم ترین جرمني بولي میسو گاتھک (Moeso-Gothic) کا مطالعہ تو اس میں شک و شبہ کي گنجائش تک نہیں چھوڑتا کیونکہ وہاں ایک تو لاحقہ اور اسم صفت میں کوئي فرق ہي نہیں دوسرے جو مرکب الفاظ کہ مشتقات پر لاحقہ لگاکر بنائے جاتے ہیں اُن کي ترکیب میں اسم صفت ایسے ہي صاف صاف نظر آتے ہیں جیسے کہ ہمارے god-like اور child-like وغیرہ میں - تمام الماني الاصل بولیوں میں ایسے الفاظ عام طور سے پائے جاتے ہیں مگر ہم لوگوں نے، جو انگریزي بولتے ہیں، اس لاحقہ کے معني میں ترمیم اور اس کے انطباق و اطلاق میں وسعت پیدا کردي - یہہ باتیں اس کو کسي اور زبان میں حاصل نہیں ہیں - ہماري زبان میں یہہ وہ لاحقۂ " متعلق فعل " ہے جسے ہر اسم صفت میں لگاکر " متعلق فعل " بنا لیا جاتا ہے ، مثلاً fearfully, badly, truly fearlessly - قدیم اینگلوسیکسن میں ایسے متعلقات فعل ان اسمائے صفت کي جن کا جزو آخر lic ہوتا تھا "حالت غیر فاعلي"(oblique cases) کہلاتے تھے پس لابدي تھا کہ یہہ متعلقات فعل ایسے ہي اسمائے

صفت سے مشتق ہوں جو lic لگا کر بنائے گئے ہیں۔ پورا لاحقۂ " متعلق فعل" lice تھا ، اس کی e "حالت" (case) کی علامت ہے۔ اس کی مثالیں یہہ ہیں : ânlîce (only, singularly =) جو ânlic (sole, singular=) سے بنا ہے اور جس کے لغوی معنی ہیں one-like اور leôflîce (lovelily=) جو leôflîc (lovely) سے بنا ہے۔ عہد جدید کے لوگوں نے اس لاحقہ سے اسم صفت بنانا ترک کردیا اور اس قسم کے صرف وہی اسم صفت اب باقی رہ گئے جو پرانے زمانے سے چلے آتے ہیں مگر ہم اس سے " متعلق فعل" بنانے لگے اور اس کو نظر انداز کرکے کہ اس کی اصلیت کیا ہے اور اگلے زمانے میں یہہ محض ایک خاص نوع کے اسمائے صفت کا لاحقہ تھا ، بے تکلف جس اسم صفت کو چاہتے ہیں اُس کے آخر میں اسے بڑھا کر متعلق فعل بنا لیتے ہیں۔ علاوہ اس کے ہم نے اس کی صورت بھی بگاڑ دی ، آخر کا حرف علت e فضول سمجھہ کر حذف کردیا اور اس کے ساتھہ ساتھہ اُس حرف صحیح پر بھی آفت آئی جس کے بعد یہہ لگایا جاتا تھا — اس لاحقۂ متعلق فعل کی تاریخ خاص توجہ کی مستحق ہے کیوں کہ ہمارے نظام قواعد میں اس لاحقہ کا قریب ترین زمانے میں اضافہ ہوا ہے اور اسکی توضیح اس زمانے میں ظہور میں آئی ہے جب کہ ہماری زبان کی نمو کو تحریرات معاصر نے بے نقاب کیا ہے — یکے بعد دیگرے جو تغیرات ہوئے وہ یہہ ہیں : ابتداء میں اسم صفت like بہت سے اسمائے ذات کے آخر میں بڑھا کر اسیطرح سے بہت سی اقسام کے مرکب اسمائے صفت بنائے جاتے تھے جیسے کہ ہم آج بھی full بڑھا کر بنا لیتے ہیں ، زاں بعد full کی طرح ایک حد تک اسکی اصلیت کا خیال جاتا رہا اور یہہ ایک لاحقہ تصور کیا جانے لگا جس کی مدد سے مشتق شدہ اسم صفت بنائے جانے لگے ، پھر ان اسمائے صفت کی ایک " حالت غیر فاعلی " اکثر متعلق فعل کے معنی میں استعمال کی جانے لگی اور لاحقہ کی واضح شکل اور ترمیم شدہ صورت کا استعمال اہمیت حاصل کرتا گیا اور اس کا رواج

کثرت سے ہونے لگا حتیٰ کہ اسم صفت کے معنی میں اس کا استعمال مفقود ہوگیا اور اسم صفت کی منفرد ہستی فنا ہوکر محض لاحقۂ "متعلق فعل" ہوگئی - جیسے جیسے اس کی صورت بگڑتی گئی ویسے ہی ویسے لوگ اسکی اصلیت اور اس کے استعمال میں جو تغیر ہوتا گیا اسے بھی بھولتے گئے - مسخ ہیئت سے یہہ نسیان اور نسیان سے مسخ ہیئت پیدا ہوئی *

ایک اور جرمن ماخذ لاحقہ ship کی ، جو friendship worship, اور lordship وغیرہ میں پایا جاتا ہے اصلیت کا اگر پتہ لگایا جائے تو صریح طور سے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ لفظ shape ہے اور اس کے معنی کا form سے بدل کر status, condition, aspect اور rank ہو جانا بین طور سے طبعی اور آسان دکھائی دیتا ہے - اگرچہ جو مثالیں ہم نے اوپر لکھی ہیں بہ نسبت اُن کے یہہ تغیر کسی قدر کم صریح ہے *

ایسی صورتوں میں جیسی کہ I loved ہے کسیقدر زیادہ دقت کا سامنا ہوتا ہے - یہاں آخری d ، علامت زمانۂ ماضی ، مادہ love میں لگادی گئی ہے تاکہ فعل کا وقوع زمان گذشتہ میں ظاہر کرے اور جو شواہد کہ ہماری زبان میں ملتے ہیں وہ اس کا خیال بھی نہیں آنے دیتے کہ یہہ ایک سالم لفظ سے لی گئی ہے - اسکی اصلیت نہ اینگلو سیکسن بتاتی ہے نہ کوئی اور جرمن ماخذ بولی جو اینگلو سیکسن کی ہم عصر تھی - چونکہ یہہ علامت ماضی ان زبانوں کا ایک خاص وصف ہے جو جرمن ماخذ زمرہ سے تعلق رکھتی ہیں اور اس بڑے خاندان میں اس کا کہیں نام و نشان نہیں ملتا جس سے یہہ وابستہ ہیں اس لئے اس کے سوا چارۂ کار ہی نہیں کہ ہم فرض کرلیں کہ ان زبانوں کے اپنے خاندان سے جدا ہونے کے بعد اس علامت ماضی نے جنم لیا جیسے کہ لاحقۂ "متعلق فعل" ly جو کہ ہماری زبان کی ایک خصوصیت ہے اس کے جرمن ماخذ زبانوں سے جدا ہو

کے بعد پیدا ہو گیا - حاصل کلام یہہ کہ یہہ علامت حال ہی میں ہماری زبان میں داخل ہوئی ہے اور اسکی پیدایش کا پتہ لگالینے کی توقع کی جاسکتی ہے - درحقیقت اس کا حال ہمیں میسوگاتھک بتاتی ہے جو جرمن ماخذ بولیوں میں قدیم ترین ہے - باقی بولیوں سے اس کا وہی تعلق ہے جوکہ اینگلوسیکسن کا انگریزی سے - میسوگاتھک کی قدیم اور اصلی شکلیں اس امر کو واضح کرتی ہیں کہ فعل کے مادہ میں ایک اور فعل یعنی to do کی ماضی did لگاکر صیغہ ہائے ماضی بنالئے جاتے تھے - میسوگاتھک بولی میں we tamed کے بجائے tamidêdum بولتے تھے جس کے معنی ایسے ہی واضح طور سے tame-did-we ہیں جیسے کہ اینگلوسیکسن میں لفظ sôthlîce (soothly, truly, =) کے معنی in a sooth-like (truthlike) way — پس I loved دراصل I love did ہے یعنی I did love ، جس کا ہم آج بھی بارہا اعادہ کیا کرتے ہیں مگر محسوس نہیں کرتے کہ یہہ پرانی ترکیب ہے - اس لاحقہ کی ترکیب بالکل ویسی ہی ہے جیسی کہ truly کے ly کی، فرق صرف اتنا ہے کہ اسکو عرصۂ وجود میں آئے مدتیں گذر گئیں اس لئے نظر وہاں تک مشکل سے پہنچتی ہے *

اب تک ہمنے جو مثالیں لی ہیں وہ ہماری زبان کے جرمن ماخذ حصہ سے تعلق رکھتی ہیں اور ایسی شکلیں ہیں جو جرمن ماخذ بولیوں کے لئے مخصوص ہیں لہذا ، جیسا کہ ہم اس سے قبل کہہ چکے ہیں ، ہمیں یقین کامل ہے کہ وہ اس زمرہ کی باقی بولیوں سے جن سے کہ ان کا تعلق ہے الگ ہوجانے کے بعد عرصۂ وجود میں آئی ہیں - تاہم لاحقۂ متعلق فعل ly کے استعمال کے علاوہ اوروں کا ظہور اسوقت سے پہلے ہی ہوچکا تھا کہ ہم جرمن ماخذ بولیوں کی کیفیت سے بذریعہ تحریرات معاصر واقف ہوں ، لیکن یہہ ایسی وجہہ نہیں کہ جس سے ہم اپنے اشتقاقی تجزیہ کو بنظر اشتباہ دیکھنے لگیں یا جو نتائج ہم نے اس تجزیہ

سے اخذ کیئے ہیں ان کے صحیح و موجہہ ہونے میں شک و شبہہ ہو۔ ہمیں ان الفاظ کے وہی اور وہی دو حصے ہونے کا ، کہ جن میں وہ آج بھی تقسیم ہوسکتے ہیں ایسا ہی یقین ہے جیسا کہ اس صورت میں ہوتا جبکہ ان کے اجزاء ہمارے سامنے ترکیب دیئے جاتے ۔ اگر ایسا نہوتا اور نموئے لسان کے متعلق جو نتائج ہم نے اخذ کئے ہیں وہ محض تحریری شواہد ہی پر محصور و مقصور ہوتے تو تاریخ لسان میں جو انکشافات ہم نے کئے ہیں ان کا ابتداء ہی میں خاتمہ ہو جاتا ۔ ایسی زبانیں تو کم ہی ہیں جنکے معتدبہ حصہ کی نشو و نما تحریرات معاصر سے ظاہر ہوتی ہو ۔ ادبیات بہت کرتا ہے تو یہہ کہ کسی بولی کی تاریخ کے بعض ممتاز قرنوں پر روشنی ڈالدیتا اور ان قرنوں کے درمیانی زمانوں کو تاریکی میں چھوڑ دیتا ہے ۔ اس کی اس قسم کی اعانت سے ہم کبھی اس منزل پر نہیں پہنچتے کہ جہاں کسی بولی کی واقعی اصلیت قریب قریب معلوم ہو جائے ، اس لئے عالم اشتقاقیات مجبوراً خود زبان ہی سے سوال کرتا اور جانچ پرتال کرکے خود لفظوں ہی کی زبان سے ان کا فسانہ کہلاتا ہے ، جو اعمال تغیر اور نشو و نما درحقیقت زبان میں جاری ہیں ان کے اور ابتدائی زمانے کے ویسے ہی یا ان سے ملتے ہوئے اعمال کے درمیان مشابہت قایم کرکے ابتدائی زمانے کی کیفیت بیان کرتا ہے ۔ اگر وہ مناسب احتیاط اور معقول پابندی اصول سے کام لے تو پھر اس کے نتائج اسی قدر قابل اعتراض ہوسکتے ہیں جتنے کہ عالم ارضیات کے ، جو خواص نامیہ سے معمور حیوانات و نباتات کو جو چٹانوں میں گہرائی پر دبے ہوئے تھے دیکھکر یہہ نتیجہ نکالتا ہے کہ یہہ چٹانیں اسی زمانے کی ہیں جس زمانے میں وہ حیوانات و نباتات ، جو زمانۂ حال کے حیوانات و نباتات سے مشابہ ہیں ، بکثرت موجود تھے *

اب ہم اگر اپنی انگریزی زبان کے ان حصوں کی طرف متوجہ ہوں جو ہمیں لاطینی سے ملے ہیں یا جن کی نمو زمانۂ قدیم کی ہے تو یہاں

بھي وھي حالت نظر آتي ھے – مضمون اس قسم کا ھے کہ بہت سي اور مختلف النوع مثالیں پیش کي جاسکتي ھیں لیکن ھم ایک یا دو پر ھي قناعت کرتے ھیں *

سلسلۂ اعداد اضافي یعني double, triple, quadruple اور quintuple وغیرہ میں ھمیں لاحقہ ple ملتا ھے جو خاص طور سے بتاتا ھے کہ لفظوں کي حیثیت بروئے قواعد کیا ھے – جب ھم لاطیني کي اعانت سے، جس سے کہ ھم نے یہہ لفظ مستعار لئے ھیں ، تحقیق کرتے ھیں تو معلوم ھوتا ھے کہ یہہ مختصر سا لاحقہ لفظ plic کي بگڑي ھوئي صورت ھے اور plic ایک مشہور مادہ ھے جس کے معني ھیں to bend, to fold پس double در اصل duplic اور duo-plic کا مخفف ھے اور بلحاظ معني ھمارے جرمن ماخذ لفظ two-fold کا صحیح صحیح مترادف – لفظ duplicate میں اس کي پوري شکل اب بھي موجود ھے *

ھماري روز مرہ کي گفتگو میں قدیم ترین لفظ am ھے جو مصدر to be کا صیغۂ واحد متکلم ھے — اس میں کوئي بات ایسي نہیں پائي جاتي کہ جس سے یہہ مفرد و غیر منقسم نہ معلوم ھوتا ھو لیکن جب ھم اس کے گذشتہ تغیرات کا پتہ لگاتے اور اُن زبانوں کا مطالعہ کرتے ھیں جن سے رشتۂ موانست کي ھماري زبان مدعي ھے ، تو معلوم ھوتا ھے کہ اس کي دو آوازیں دو مختلف عناصر کے دھندلے نقوش ھیں — پہلا یعني a تو اصلي جزو as (अस्) کي نشاني ھے جس سے کسي شے کے وجود کا خیال ظاھر کیا جاتا تھا اور دوسرا یعني m ایک لاحقہ یعني mi (मि) کا قایم مقام ھے جو در اصل ایک ضمیر تھا — اس کے وھي معني تھے جو ھمارے موجودہ لفظ me کے ھیں ، اس سے فاعل کے صدور فعل یعني موجودگي کو محض متکلم کي ذات تک محدود کرنے کا کام لیا جاتا تھا – در حقیقت یہہ ایسا لاحقہ تھا جو ھماري زبانوں کے خاندان کي ابتدائي تاریخ کے زمانے میں عام طور سے واحد متکلم بنانے کے لیئے رائج تھا — پس am میں ایک فعل اور اس کي ضمیر فاعلي

دونوں شامل ھیں اور اس کے معني ھیں I — be یعني I exist — اسي فعل کے صیغۂ واحد غائب is میں بالکل یہي باتیں پائي جاتي ھیں اگرچہ استعمال لساني نے اس کے ساتھہ ویسا برتاو نہیں کیا — جس طرح کہ am قایم مقام as-mi (अस् मि) ھے جس کے معني ھیں be-I اسي طرح is قایم مقام as-ti (अस् ति) ھے جس کے معني ھیں be-that — کثرت استعمال نے دوسرا جزو بالکل اُڑادیا اور ھمارا is اب محض as کا قایم مقام ھے مگر جرمن ماخذ بولیوں اور دوسري بولیوں کي، جوقدیم زبان سے نکلي ھیں اور جن میں مرکب asti پہلے پہل بنا تھا ، بہت بڑي تعداد نے کم سے کم ضمیري لاحقہ ti (ति) کا پہلا حرف صحیح اب بھي قایم رکھا ھے، مثلاً جرمني میں اس کا مترادف ist ، سلیواني میں yest ، لاطیني میں est ، یوناني اور لتھواني میں esti اور سنسکرت میں asti (अस्ति) ھے — یہي وہ t ھے جو th یا s کے بھیس میں اب بھي تصریف افعال میں موجود اور صیغۂ واحد غائب حال کے آخر میں نظر آتي ھے — he loveth or loves یوں بنا ھے *

جو مثالیں کہ ھم اوپر لکھہ چکے ھیں اُن سے ھمارا مقصود، یعني کیوں کر لاحقات اور الفاظ کي انواع پیدا ھوتي ھیں ، بخوبي واضح ھے — وہ اسمائے صفت جو full یا less سے بنے ھیں ، ایسا زمرہ الفاظ بناتے ھیں جس کے افراد سے تسلسل تعلق نمایاں ھوتا ھے یعني سب لفظ بلحاظ وصف ذاتي یکساں ھیں ، مثلا سب لفظ اسمائے ذات سے مشتق ھیں — ان اسمائے ذات کے معني میں ایک قسم کا تعلق ھے — یہہ اپني قدیم شکلوں سے ایک ھي قسم کا تعلق رکھتے ھیں — گفتگو میں ان کا ایک خاص محل استعمال ھے جس کي علامت full یا less ھے جو آخري جزو یا لاحقہ ھے — اگر ly پر غور کیا جائے تو یہہ بات عیاں تر ھوجاتي ھے — ھم لاحقہ ly سے عام طور سے " متعلق فعل " کے معني پیدا کرتے ھیں اور ھمارے " متعلقات فعل " کي بہت بڑي تعداد اسي سے بنائي جاتي ھے — ھماري مادري زبان کے ابتدائي زمانے میں آخر میں m اور اس سے

بھي قديم تر زمانے ميں me مادۂ فعل کے آخر ميں لگاکر افعال کے صيغہ ھائے واحد متکلم حال بنائے جاتے تھے ، اسي طرح جيسے کہ آج بھي s ، جو کہ جزو اصلي ti کا قايم مقام ھے، بڑھاکر صيغہائے واحد غايب حال بنائے جاتے ھيں — ايک زمانہ تھا کہ يہہ تمام علامات قواعد محض علامات نہ تھيں بلکہ ان کے بجائے ايک ايک لفظ تھا جس کے معني الگ تھے اور ديگر الفاظ سے ملکر الفاظ مرکب بناتا تھا — يہہ صورت شاذ ونادر نہ تھي بلکہ عام تھي اور ان الفاظ سے طرح طرح کے مرکب لفظ بنائے جاتے تھے — ان ميں سوا اس کے کہ معني ميں وسعت پيدا کردي گئي ھو اور بکثرت استعمال ھونے لگے ھوں اور کوئي خاص بات ايسي نہ تھي کہ جس کي وجہ سے ان ميں اور break-neck, house-top forehead, اور fortnight وغيرہ اور اسي قسم کے مرکب الفاظ ميں کوئي فرق ھو — تاھم يہي واقعہ اس کے لئے کافي تھا کہ ان کا مسلمہ وصف ذاتي بدل جائے اور ممیز و ممتاز لفظ محض بے حقيقت لاحقہ ھوکر رہ جائيں — ھر لفظ مسخ ھوکر محض ايک تر کيبي عنصر ھوگيا يعني ايک ايسا عنصر جو مشتق کي منطقي صورت اور بلحاظ قواعد اس کا وصف ذاتي ظاھر کرنے لگا — يہاں مشتق سے مراد وہ لفظ ھے جو کسي قديم لفظ سے ، جس کے آخر ميں علامت لگائي جاتي تھي ، بنا ھو — ايک وقت تھا کہ جب fear-struck, free-making, fear-free fear-loose, fearful love-like, love-rich, love-sick اور love-lorn ايک ھي قسم کے الفاظ سمجھے جاتے تھے، گو ان مرکبات کي ترکيب ميں سستي پائي جاتي ھے— محض اس امر نے کہ کون کس حد تک مقاصد گفتگو حل کرنے کے کام آسکتا ھے اور ادائے مطالب کي ضروريات محسوسہ کے لئے کار آمد ھے ان ميں سے دو يا تين کا وصف ذاتي بدل ديا اور باقي جيسے تھے ويسے کے ويسے ھي رھے *

اجتماع لاحقات و سابقات

ھر شخص جانتا ھے کہ اکثر ايک ھي لفظ ميں بہت سے ترکيبي عناصر جمع ھو جاتے ھيں مثلاً truthfully ميں قديم لفظ (primitive)

truthful میں لاحقۂ متعلق فعل ly لگا ہوا ہے اور صفتی لاحقہ full قدیم تر لفظ truth کا صفتی لاحقہ ہے – ایک اور قسم کے ترکیبی عنصر سے ، یعنی ایک سابقہ بڑھاکر ، ہم اس سے بھی زیادہ پیچیدہ مرکب untruthfully بنا سکتے تھے– سلسلۂ ترکیب یہیں ختم نہیں ہوتا بلکہ خود truth میں ایک لاحقہ موجود ہے ، یہہ لفظ اسم صفت true سے مشتق ہے جیسا کہ strength, width, wealth وغیرہ سے ، جو well strong, wide وغیرہ سے بنے ہیں، اس کا مشابہ ہونا ظاہر کرتا ہے – true بھی اگر ہم اپنی تحقیقات کو اسکے زمان آغاز کی تاریخ تک پہنچادیں تو معلوم ہوگا کہ ایک ترکیبی عنصر پر ختم ہوتا اور ایک مادۂ فعل سے، جس کے معنی ہیں to be firm, strong, reliable، نکلا ہے– ہماری زبان کا لاطینی حصہ، جس میں کثیر الاجزاء الفاظ کی بھر مار ہے، اس قسم کی پیچیدہ ساخت کے الفاظ کی کثرت سے مثالیں پیش کرتا ہے، مثلاً لفظ inapplicabilities میں دو سابقے یعنی نفی کا in اور حرف جر ad جس کے معنی ہیں to اور تین لاحقے ہیں یعنی able جس سے اسم صفت بنتا ہے ، ty جس سے اسم صفت سے اسم ذات بنایا جاتا ہے اور s جس سے جمع بنائی جاتی ہے – یہہ سب سابقے اور لاحقے مادۂ فعل plic کو گھیرے ہوئے ہیں جس کو ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ الفاظ triple, double وغیرہ میں لاحقہ کا کام دیتا ہے اور جس کے معنی ہیں bending اور folding – معنی کی بہ تدریج توسیع و ترمیم اور بذریعہ مناسب علامات ایک سلسلے سے دوسرے میں منتقل کرنے سے ہم نے اس خیال واحد کو ایک ایسی شکل میں تبدیل کردیا کہ جو اب ایک لمبے چوڑے مرکب ناقص سے ادا کیا جاسکتا ہے – یعنی numerous conditions of being not able to bend (or fit) to something.

تمام الفاظ در اصل مرکب ہیں

سوائے چند مستثنیات کے جو بدیہی ہیں ہماری زبان کے تمام الفاظ کا اسی طرح تجزیہ سے کیا جا سکتا ہے – اس تجزیہ سے یہہ معلوم

ہوتا ہے کہ ان میں کم سے کم دو عنصر موجود ہیں جس میں سے ایک تو کسی مخصوص خیال کا مُظہر ہے اور دوسرا اُس خیال کا محدود کیا جانا ، استعمال ، یا تعلق بتاتا ہے — اُن مختصر الفاظ کی نسبت بھی جو سادہ سے سادہ نظر آتے ہیں ثابت کیا جاسکتا ہے کہ وہ یا تو am مترادف as-mi کی طرح بگڑے ہوئے ترکیبی عنصر کی باقیات صالحات ہیں یا is مترادف as-ti کی مانند ایک عنصر کھو بیٹھے ہیں جو زمان سابق میں اُن میں موجود تھا — پس یہہ ہماری زبان کے ہر لفظ کی طبعی ساخت ہے — جس خاندان سے ہماری زبان کا تعلق ہے اس کی سب زبانوں کا یہی حال ہے — اس میں ہمیشہ ایک اصلی اور ایک ترکیبی حصہ ہوا کرتا ہے یعنی مادے پر لاحقہ ، یا لاحقہ و سابقہ ، یا ان دونوں میں سے کئی کئی کا اضافہ کیا جاتا ہے — اگر اصطلاح کی زیادہ پابندی مقصود ہو تو یوں کہئے کہ کوئی مستغنی عن التّرکیب نہیں ہے ، کوئی یہی بذات خود ایک ممیز ہستی نہیں رکھتا ، سب میں ان کا تعلق ظاہر کرنے والی علامات موجود ہیں اور وہ ان کو کسی نہ کسی سلسلے یا زمرے سے مُنسلک کرتی ہیں

سب ترکیبی عناصر در اصل مفرد الفاظ ہیں

اس سے صاف ظاہر ہے کہ لسانی تجزیہ کا خاص حصہ ایسے الفاظ کی، جن کو کہ ہم مرکب کہتے ہیں، تحلیل اجزاء پر مشتمل نہ ہونا چاہیئے بلکہ اصلی اور اشتقاقی عناصر کی تمیز و فرق ، ان کے مادے کو اضافوں سے جو ان میں بڑھائے گئے ہیں پاک کرنے، اور ہر اضافے کو الگ الگ تسلیم کرکے اس کی جدا گانہ ہستی اور استعمال کو دکھانے ، پر مشتمل ہونا چاہیئے — لیکن میرا خیال ہے کہ ہماری مثالوں سے یہہ امر واضح ہے کہ مذکورہ دونوں صورتوں میں حقیقۃً کوئی بین فرق نہیں ہے — دونوں صورتوں میں طریق تجزیہ یہہ ہے کہ زمان سابق کی اس ترکیب کا پتا لگاتے ہیں کہ جس نے مفرد عناصر کے قالبوں کو ملایا

اور ایک جان کردیا۔ ایک حد تک یہی حالت ہے — یہہ ایسی محسوس صداقت ہے کہ جس میں انکار یا شک و شبہہ کی گنجائش نہیں — اگر جرمن ماخذ زبانوں میں اسم صفت full نہوتا تو fearful اور truthful جیسے مشتق اسمائے صفت بھی نہ پیدا ہوتے — اگر اُن میں اسم صفت like نہوتا تو انہیں godly اور lovely کی مانند نہ تو اسمائے صفت نصیب ہوتے اور نہ fearfully اور truly جیسے متعلقات فعل — یہی is, am, loved, friendship اور باقی ماندہ الفاظ پر صادق آتا ہے — ہماری زبان کے اشتقاقی عناصر کی ، خواہ اُن کا تعلق قواعد سے ہو یا الفاظ کو ترکیب دینے سے ، بہت بڑی تعداد کا پتا لگا کر ثابت کیا جا سکتا ہے کہ وہ منفرد الفاظ سے بنے ہیں — یہہ سچ ہے کہ اب بھی بہت سے لفظ ایسے ہیں جن کی اصلیت معلوم* کرنا ممکن نہیں لیکن اس بناء پر ہم کو یہہ نتیجہ مرتب کرنے کا حق نہیں کہ ان کی تاریخ کی نوعیت جداگانہ ہے — جیسے کہ اور علوم میں تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اگر متعدد معلول ایک سے ہیں تو ان کی علتیں بھی ایک سی ہوں گی اسی طرح قواعد میں بھی ماننا پڑتا ہے کہ :—

گندم از گندم بروید جو ز جو — ہم ابھی دیکھہ چکے ہیں کہ ترکیبی عنصر کیوں کر بگڑتے اور مسخ ہوجاتے ہیں حتیٰ کہ ان کی علامات اصلیت پر پردہ پڑجاتا ہے اور کبھی کبھی تو وہ معدوم ہی ہوجاتی ہیں — truthful کے full کا پہچاننا تو دشوار نہیں لیکن truly کے like کو سمجھنے کے لئے کسی قدر تاریخی تحقیقات کی ضرورت ہے — جہاں تک ہمارا علم ہے hateful اور lovely بلحاظ قدامت برابر ہیں لیکن آخرالذکر کے شواہد ماخذ پر استعمال لسانی کی اسقدر نظر عنایت نہیں رہی جس قدر کہ اول الذکر کے شواہد ماخذ پر — لفظ am میں ضمیر me یا I loved میں did کا پتا لگانے کے لئے اس سے بھی زیادہ دور رس تحقیقات کی ضرورت ہے — اگر حسن اتفاق سے دو ایک بوسیدہ مسودات، جو کہ میسوگاتھک زبان کی واحد تحریرات ہیں ، دست برد زمانہ سے بچ گئے ہوتے تو آخرالذکر کی پیدائش کا حال ایک مسئلہ مالاینحل

بنا رهتا ، خوب خوب عقل آرائیاں هوتیں مگر دست ثبوت اس کے دامن تک نہ پہنچتا ۔ کسی بولي اور اس کے قدیم ترین بزرگ کي درمیاني پشتوں میں سے کسي پشت کے حالات معدوم هوجانے کے یہہ معني هیں کہ شہادت کا وہ حصہ معدوم هوگیا جو اس کي هیئت کي اصلیت بتاتا ۔ اگر انگریزي روئے زمین کي زبانوں کي صف میں یکہ و تنہا هوتي تو اس کي تاریخ الفاظ کا ناقابل التفات حصہ هي معلوم هوتا ، مگر اس کے بہت بڑے حصے کا پتا اس سے ملتي جلتي بولیوں سے لگتا ہے جن میں سے بعض معاصر هیں اور بعض قدیم ، اور همیں اس کے یقین کرنے میں ذرا بھي تامل نہیں کہ اس کي زندگي کے هر زمانے کي مستند تحریرات کا محفوظ هونا باقي ماندہ حصے پر روشني ڈالے گا ۔ چوں کہ استدلال بالمشابہات یا قیاسات کا سلسلہ کہیں نہیں ٹوٹتا اس لئے طالب علم لسانیات هر معاملے میں اپنے تجزیہ و تحلیل کے بے خطا هونے کا یقین اور اُن عناصر میں تمیز و فرق پیدا کرنے پر ، جن سے کہ الفاظ در اصل ترکیب دئے گئے هیں ، مجبور هوتا ہے ۔ اس یقین هي پر اس کے تحلیلي اعمال کي قدر و قیمت کا دار و مدار ہے ۔ اگر ان اعمال کے کچھہ حصے کو تاریخي اور اصلي تصور کیا جائے اور کچھہ کو نظري اور فرضي تو تاریخ لساني میں اس نے جو انکشافات کئے هیں سب خاک میں مل جائیں گے ۔ پھرتو یہہ سمجھنا چاهیئے کہ وہ متلاشي صداقت نہیں ہے بلکہ بادیۂ ضلالت میں بھٹکتا پھرتا ہے *

مطالعہ الفاظ کرتے کرتے جب هم اُس منزل پر پہنچتے هیں جہاں هم کو ماننا پڑتا ہے کہ فلاں عنصر بذات خود معني و استعمال رکھتا ہے اور مطالب ادا کرنے کے لئے اس کو دیگر عناصر سے ترکیب دیا جاتا ہے تو یہہ تسلیم کرنا هي پڑتا ہے کہ یہہ هستي منفرد رکھتا ہے ۔ مختصر یہہ کہ همارے الفاظ کے اجزاء کسي زمانے میں خود لفظ تھے *

اس اصول سے جو بعض بعیدي نتائج مرتب هوتے هیں ان کي طرف تو هم اُس وقت متوجہ هوں گے جب تاریخ نطق انساني کي تحقیقات

کرتے کرتے اس سے ارفع تر منزل پر پہنچیں گے ، فی الحال تو ہمارے مقصد لفظ کا تقاضا ہے کہ چوں کہ تمام لفظ جو ہمارے علم میں ہیں زبان کے پہلے سے موجود اجزاء کے یک جا کرنے سے بنتے ہیں یعنی پرانے مصالح سے نئی عمارتیں بنائی گئی ہیں ، اس لئے یاد رکھیں کہ مرکب الفاظ کا بنانا ، جس کی وجہ سے اکثر ایک جزو مخفف ہوکر محض ایک علامت ترکیبی رہ جاتا ہے ، ہماری زبان کے مکانیہ میں سے ایک ممتاز پرزہ ہے — یہہ وہ اساسی اور اہم عمل ہے جس کے باعث یہہ ہمیشہ بڑھتی اور تبدیل ہوتی رہتی ہے اور اس کی عضوی نشو و نما ظہور میں آتی ہے — کون کون سے اعمال اس عمل کے ساتھہ ساتھہ وقوع میں آتے اور اس کی اعانت کرتے ہیں ، اس کی تحقیقات ہم اگلے لیکچر میں کریں گے *

تیسرا لیکچر

گذشتہ صحبت میں ہم نے اعمال نموئے لسان کی جانچ پرتال اور توضیح کی تھی - اس صحبت میں بھی ہم یہی کریں گے — اس وقت ہم نے زبان کے محفوظ رہنے اور منتقل ہونے کے طریقے کی ابتدائی تحقیقات کی تھی اور اس نے ہم کو اس قوت کی اصلی ماہیت بتادی جس کے سوا اور کسی شے سے حیات لسانی کے تمام اعمال، یا جن کو اگر زیادہ صحت مقصود ہو تو تاریخ لسانی کے واقعات کہنا چاہئے ، متاثر نہیں ہوتے - ہم نے دریافت کیا تھا کہ یہہ قوت ارادۂ انسان ہے — ہر لفظ جو موجود ہے وہ صرف ویسا ہی موجود ہے جیسا کہ انسانی اعضاء کی کوشش ارادی نے اسے بولا یا لکھا ہے - یہہ محض ایک ایسے فعل سے جس کا منبع افراد ہیں بدلتا ہے اور مقرروں اور مصنفوں کی رضامندئے عام اس پر مہر تصدیق ثبت کرتی ہے — پس زبان نہ تو ایک عضویہ ہے اور نہ اسے طبیعیات نے پیدا کیا - اس کا مطالعہ مطالعۂ مادی علوم نہیں بلکہ اخلاقیات یعنی نسل انسانی اور اس کی انجمنوں کی تاریخ کے ایک شعبہ کا مطالعہ ہے — تحقیقات کے لئے جو طریقہ اختیار کیا جاتا ہے وہ تاریخی ہے یعنی اگر تحریری شہادت مل سکے تو ازمنۂ ماضیہ کے اُن اعمال کا ، حتی کہ جس وقت سے وہ شروع ہوئے ہیں ، پتا لگایا جاتا ہے جن سے خود ہماری زبان یا دنیا بھر کی زبان نے بدل کر وہ صورت اختیار کرلی جو آج ہے ، اور پھر اُن اعمال کے اسباب وقوع اور وہ اثرات جن کے ماتحت وہ ظہور پذیر ہوئے ، اور وہ مقاصد جو اُن سے حاصل کرنے مد نظر تھے ، دریافت کئے جاتے ہیں — چنانچہ سب سے پہلے ہم نے اُس عمل کو بتایا جو پرانے مصالح سے نئی عمارت بناتا ہے ، یعنی ترکیب الفاظ مرکب ، اور دکھادیا

کہ موجودہ اجزائے زبان کے بنانے میں اُسے بالعموم کہاں تک دخل ہے – یہی نہیں کہ جنہیں ہم مرکبات سمجھتے ہیں اور جو ہمیں اب تک ویسے ہی نظر آتے ہیں جیسے کہ وہ بنائے گئے تھے ، وہ محض الفاظ کو ملاکر بنالئے گئے ہوں بلکہ وہ اس قدر گھلا ملا دئے گئے کہ اُن کے مفرد ہونے کا دھوکا ہوتا ہے ، یا ، جیسا کہ بہ کثرت ہوتا رہتا ہے اور زیادہ اہم اثر رکھتا ہے ، اجزاء میں سے ایک جزو ادنیٰ حیثیت کا ہوجاتا اور اپنے رتبہ سے گرکر لاحقہ بن جاتا ہے اور اس کے جداگانہ استعمال و معنی ندارد ہو جاتے ہیں— ہمارا دعویٰ تھا کہ وہ طریقہ ، جس سے تمام اجزائے ترکیبی یعنی تمام وہ علامات جو الفاظ کو بروئے قواعد تقسیم کرتی ہیں ، پیدا ہوئے ہیں ، یہہ ہے — چونکہ ہماری زبان میں ایک یا ایک سے زیادہ اجزائے ترکیبی داخل ہیں یا پہلے داخل تھے اور اب نکال دئے گئے ، لہذا عمل ترکیب وہ شے ہے کہ تاریخ لسانی میں اس کی حدود کا اندازہ کرنے میں تعلّی بیجا کا امکان نہیں ہے

لیکن وہی مثالیں جن کی مدد سے ہم نے بتایا ہے کہ کیوں کر اور کس کثرت سے الفاظ ملائے اور مشتقات بنائے جاتے ہیں یہہ بھی صاف صاف ثابت کرتی ہیں کہ زبان میں لفظوں کا بگڑنا ، اُن کے اجزاء کا حذف ہونا ، اور پھر اُن سے مرکبات و مشتقات کا بننا ہمیشہ نموئے لسان کے ساتھہ ساتھہ ہوتا رہتا ہے — معلوم ہوتا ہے کہ قانون

هر آنکه زاد بناچار بایدش نوشید
زجام دهر مئے کل من علیها فان

اقلیم زبان پر بھی ویسا ہی کار فرما ہے جیسا کہ عضوی عالم پر – اس کے بعد اب ہم اُن اصول کی طرف ، جو تغیر لسانی کے اس شعبہ کے دامن میں نہاں ہیں اور اس کے چند طریق ہائے عمل اور اثرات کی جانب متوجہہ ہوں گے *

تخریب صوتی

سب سے پہلا اور نہایت اہم اصول ، جس پر ہمیں غور کرنا ہے اور جو زبان میں ہر قسم کے تغیر صوتی کا باعث

ھے ، یہہ رجحان (جس کی طرف ہم دوسرے لیکچر میں اشارہ اور جس کو مختصراً واضح کرچکے ھیں) ھے کہ متکلم کو تلفظ الفاظ میں آساني ہو ، جو آوازیں ثقیل ھیں اُن کي جگہہ نرم آوازوں کو دیں اور جو فضول ھیں ان کو قطعي ترک کردیں — تمام موضوع آوازیں کوشش سے پیدا ھوتي ھیں یعني اُن کے ادا کرنے کے لئے قوت اعصابي صرف کرني پڑتي ھے جس کا مرکز پھیپھڑا ، حلق اور منہہ ھیں - انسان کا یہہ میلان طبعي ھے کہ وہ اس کوشش سے اسی طرح جي چراتا ھے جسطرح کہ ھر اس موقع سے جہاں اسے کوشش کرني پڑتي ھے ، اب اسے اس کا تساھل کہئے یا کفایت شعاري - مگر درحقیقت یہہ اسکي سہل انگاري ھے یا کفایت شعاري ، اس کا فیصلہ حالات کو مد نظر رکھکر کیا جاتا ھے— اگر جتنا ھاتھہ آیا ھے اس سے زیادہ کھو دیا تو یہہ سہل انگاري ھے اور اگر جتنا کھو بیٹھا ھے اس سے زیادہ ھاتھہ لگ گیا تو کفایت شعاري - زبان کے ھر فرد پر اس میلان کا اثر پڑتا اور یہہ کونا گوں طریقوں سے جلوہ آرا ھوتا ھے - سب سے پہلے ھم اس امر پر غور کرین گے کہ پرانے مصالح سے نئي عمارتیں بناتے وقت کس کس طور سے اس کا فعل ساتھہ ساتھہ وقوع پذیر ھوتا ، مدد دیتا اور اصلاح کرتا رھتا ھے ؛ کیونکہ محض ترکیب ھي ، یعني لفظوں کا ایسے عناصر سے بنانا جو بذات خود منفرد ھستي رکھتے تھے ، وہ شے ھے جس نے اعمال تغیرات صوتي کے لئے ایک وسیع میدان پیدا کر دیا اور زبان کي ترمیم و تخلیق کا سبب ھونے کي حیثیت سے ان میں بہت اھمیت پیدا کردي - اگر جملہ الفاظ کي ساخت مفرد اور شکل مختصر ھوتي تو اُن کے مسخ ھونے کا دائرہ بھي تنگ ھوتا اور اعمال نموئے لسان کے ایک عمل ھونے کي حیثیت سے ان تغیرات کي اھمیت بھي ادنیٰ درجے کي ھوتي ، مثلاً ھمارے اسم صفت like کے استعمال میں اُس استعمال سے جو اینگلوسیکسن میں lic کا اور میسوگاتھک میں liek کا ھے کچھہ یونہي سا فرق ھے ، برخلاف اس کے جو مرکبات اس سے بنائے

گئے ھیں اُن میں اس کی صورت اس قدر بدل گئی کہ پہچانا بھی نہیں جاتا۔ ایسے اسمائے صفت اور متعلقات فعل میں جیسے کہ godly اور truly ھیں اس کا آخری حرف صحیح ندارد ھوگیا اور such اور which ، (اینگلوسیکسن swylc اور hwylc اور میسوگاتھک swaliek اور hwaliek) میں محض آخری حرف صحیح ھی باقی رہ گیا اور وہ بھی بہت ھی ترمیم شدہ شکل میں — اس میں شک نہیں کہ ھماری ماضی did اپنی قدیم شکل کی یادگار ھے مگر love-d میں تخفیف کی انتہا ھی نہ رھی *

تغیر صوتی مرکب الفاظ میں

اُس وجہہ میں جو کہ تغیر صوتی کو تراکیب لسانی میں بہت ھی رواج دیتی ھے اور اُس میں جس کے باعث لسان میں کسی قسم کے تغیر صوتی کا پیدا ھونا ممکن ھوتا ھے کوئی فرق ھی نہیں — یہہ وجہہ خود لفظ کے باطن اور اُس تعلق میں ، جو کہ لفظ کو اُس خیال سے ھے جس کو وہ ظاھر کرتا ھے ، مضمر ھے — ھم پہلے ھی دکھا چکے ھیں کہ لفظ نہ تو خیال ، نہ اُس کے بیان اور نہ اُس کی تعریف ، کسی کا بھی عکس طبعی نہیں — یہہ تو محض خیال کا ایک نام ھے اور قیود اصول و آئین سے آزاد اور رسم و رواج پر مبنی ایک ایسی علامت ھے جس سے ھم اُس خیال کو منسوب کرنا سیکھہ لیتے ھیں — پس اس میں کوئی ایسی باطنی قوت نہیں کہ جس سے اس کی ھیئت محفوظ رہ سکے بلکہ یہہ ان سب تغیرات کا نشانہ بن سکتا ھے جن کو بیرونی اسباب ، ضروریات استعمال اور اس سے کام لینے والوں کی سہولت اور تلون طبع سجھادیں — ایک دفعہ لفظ مرکب بناکر اور اس کا استعمال مقرر کرکے ھم اس کے یاد رکھنے کا ذرا بھی فکر نہیں کرتے کہ ھم نے اس کو کیوں بنایا تھا ، بلکہ ھم اس بات کو بھولنے کے لئے ھروقت آمادہ و مستعد رھتے ھیں — جہاں ایک دفعہ لفظ تراش لیا گیا ، پس ھم تسلیم کرلیتے ھیں کہ جس خیال سے ھم نے اسے منسوب کیا ھے یہہ

اس سے جدا نہیں کیا جاسکتا اور یہی ہماری ساری توجہ کا مرکز بن جاتا ہے ، ہم اس کے اشتقاق یا اشتقاقی موزونیت پر غور کرنے کی زحمت ہی نہیں گوارہ کرتے ، اگر خیال رہتا ہے تو بس اپنی سہولت کا — خیال سہولت کے سامنے اور کسی قسم کے خیال کو پاس ہی نہیں آنے دیتے۔ آؤ اب دو ایک مثالوں پر غور وخوض کرلیں — ایک قسم کے بہت ہی چمکدار اور خوصورت کیڑے ہیں جن سے عالم اشتقاقیات واقف ہے — انگلستان اور امریکہ دونوں میں اس کی نوع کا رنگ زرد ہوتا ہے — ان زرد پھڑپھڑانے والوں کے جھنڈ کے جھنڈ بعض موسموں میں سڑکوں کو گھیرے ہوا میں اُڑے رہتے ہیں — اب چونکہ butter (مکھن) کا رنگ زرد ہوتا ہے یا ہونا چاہئے ہمارے سیدھے سادے اسلاف نے اس کیڑے کا نام butterfly رکھ دیا ، اسی طرح ایک اور زرد پھول کو وہ buttercup کہتے تھے — ہم نے اس لفظ کو بطور ایک نام کے استعمال کرنا شروع کردیا مگر ہم صرف اس کیڑے کی زرد نوع ہی کے لئے یہہ لفظ نہیں بولتے بلکہ اس قسم کے جتنے کیڑے ہیں سب کو butterfly کہتے ہیں — اگرچہ ابھی تک اس لفظ کی شکل نہیں بگڑی اور آج بھی ویسی ہی نظر آتی ہے جیسی کہ اُس دن تھی جب کہ پہلی دفعہ یہہ دونوں لفظ ملائے گئے تھے ، مگر غالباً سو میں سے ایک آدمی بھی ایسا نہ ہوگا جس کے دل میں خیال آیا ہو کہ یہہ لفظ کیوں کر بنا یا جو کام وہ اس سے لے رہا ہے اس کے لئے یہہ کیوں معین کیا گیا — اب ہم کو اُن ہیچ اور بے لطف باتوں کا خیال بھی نہیں آتا جو اس کے اشتقاق کے باعث طبعاً یاد آنی چاہئیں ، بر خلاف اس کے چونکہ عرصے سے ہمارے خیال نے اس کو اُن خوصورت جانوروں سے وابستہ کردیا ہے جن کا یہہ نام بتاتا ہے اس لئے ہماری نظروں میں یہہ لفظ شاعرانہ حسن و نزاکت کا بدرجۂ اتم حامل ہے *

اسي طرح زمانۂ قديم کے ايک جہازراں نے امريکہ کے شمالي مشرقي ساحل پر ايک بڑا سا جزيرہ دريافت کيا - اتني عقل تو تھي نہيں کہ کوئي اچھا سا نام تجويز کرے اس لئے اُس نے اُس کا نام The new found land رکھہ ديا — ظاہر ہے کہ يہہ نام اس جزيرہ کے لئے اتنا ہي موزوں و مناسب ہے جتنا کہ زمانۂ اکتشاف ميں اُن حصص ملک کے لئے موزون تھا جو پہلے پہل دريافت کئے گئے، تاہم لوگ رفتہ رفتہ اس خاص جزيرہ کے لئے اس نام کو ايک موزوں نام سمجھنے اور اسے بولنے لگے - اس ميں شک نہيں کہ شروع شروع ميں تو وہ اس کا صاف صاف تلفظ Newfound land کرتے تھے مگر جيسے ہي کہ ان الفاظ نے شئے واحد کے ايک مخصوص نام کا رتبہ حاصل کر ليا ان پر باقاعدہ متحد ہونے کي مہر لگنے لگي ، تين اجزاء ميں سے ايک پر زور ديا جانے لگا اور باقي کے اسکے سامنے ماند پڑ گئے، کيا بلحاظ وقعت اور کيا بلحاظ صفائي لہجہ - بے شک اس کے تصفيہ ميں دقت ہوئي کہ ان تين اجزاء ميں سے، جو بلحاظ قدر و قيمت برابر ہيں، کس پر زور ديا جانا چاہئے - آج بھي اس کے تلفظ ميں اختلاف ہے ، کوئي Newfoúndland کہتا ہے اور کوئي Néwfoŭndland بلکہ کبھي کبھي Newfoŭndlánd بھي سننے ميں آجاتا ہے ، ليکن آخر کار استعمال فصحاء اس کا فيصلہ کريگا ، ان ميں سے ايک اختيار کر ليا جائے گا اور باقي کے مردود ہوجائيں گے - ذرا کوئي بتائے تو سہي کہ اس مرکب کے ابتدائي معني کس حد تک اس کے بولنے والوں کي آنکھوں کے سامنے رہتے ہيں اور پھر جب اس جزيرہ کا نام وہاں کي ايک بہت ہي مشہور پيداوار کو ديکھ کر ہم کسي کي نسبت The fortunate owner of a fine Newfoundland کہتے ہيں تو کيا ہميں اس کا سان گمان بھي ہوتا ہے کہ ہم اسے ايک قطعہ زمين کا مالک بنائے ديتے ہيں جو حال ہي ميں دريافت ہوا ہے *

اشتقاق کا بھولنا

مذکورہ دونوں مثالوں کی اصلی صورتیں جب سے کہ وہ الگ الگ عناصر کو ملاکر بنائی گئی ہیں جیسی کی تیسی چلی آرہی ہیں ، اول تو انمیں کوئی ترمیم نہیں ہوئی اور اگر کچھ ہوئی بھی تو برائے نام، لیکن ان سے عیاں ہوتا ہے کہ لوگوں کا لغوی یا وضعی معنی کا فراموش کرکے اصطلاحی معنی مد نظر رکھنا ، یعنی اصلی معنی سے اعراض کر کے مجازی حیثیت کا لحاظ کرنا ، الفاظ کو بگاڑ اور ان کی صورت بدل دیتا ہے - ایک ادنیٰ درجے کے بحری افسر کا نام وضع کرنے کے لئے ہم نے boat اور swain دو لفظوں کو ملا دیا - ہم جانتے ہیں کہ ان لفظوں کا مدلول کیا ہے اور کیوں ہے - ملاح بھی اس کے مدلول سے واقف ہیں لیکن انہیں اس سے غرض نہیں کہ یہہ معنی کیوں‌کر پیدا ہوئے - انہیں اتنی فرصت کہاں کہ وہ bōātswāin کے سے لمبے چوڑے مرکبات کا پورا پورا تلفظ ادا کریں - انہوں نے اسے کاٹ چھانٹ کر bos'n کر دیا - ان میں سے وہ شخص جو پڑھا لکھا نہیں اتفاق ہی سے بتا سکے گا کہ ان کے سیٹی بجانے والے جمعدار کا یہہ نام کیوں رکھا گیا - اسی طرح ملاح ایک اور لفظ to'gal'nts'ls بولتے ہیں جسے ہم زمین پکڑنے والے topgallantsails کہتے ہیں ، یہہ بروئے اشتقاق صحیح تو ہے مگر طوالت سے خالی نہیں - ان مثالوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابتداء سے تاریخ لسان کی کیا کیفیت رہی ہے - لفظ تراشتے ہی لوگ سوچنے لگتے ہیں‌کہ اس‌کے بولنے میں‌جو وقت لگتا اور محنت کرنی پڑتی ہے‌اس‌میں کس‌طرح کمی ہوسکتی‌ہے ، اس کا پیچیدہ اور مشکل مجموعۂ اصوات کیوں کر اس طرح بدلا جاسکتا ہے کہ تلفظ میں روانی پیدا ہو جائے ، اس کو مختصر کیوں کر کریں ، اس کا کون سا حصہ ایسا ہے کہ ترک کردیا جائے تو افہام و تفہیم میں خلل نہ پڑے گا - یہہ باتیں کوئی دانستہ اور غور و فکر کر کے نہیں کرتا ، خود بہ خود ہوتی رہتی ہیں، ایک عالم بے خبری سا ہوتا ہے *

چند گذشتہ مثالوں کی طرف ہم پھر متوجہ ہوتے ہیں - ادھر ہمنے fourteen-night, fōre-hĕad, breāk-fāst کی مانند مرکب الفاظ

کے اجزاء کا الگ الگ ہونا بھولنا اور جو وحدت دلالت ہم نے انہیں بخش دي ہے اس پر زیادہ توجہ دینا شروع نہیں کیا کہ ادھر یہہ بدل کر fôrtnít اور fŏrled, brĕakfast ہوئے نہیں - یہي حال ان تمام مرکبات کا ہے جن سے ترکیبي عناصر اور شکلیں پیدا ہوئي ہیں— جب تک ہم کو god-like اور father-like کے اسباب پیدایش بخوبي یاد ہیں اسوقت تک ان کے کسي جزو کے بگڑنے کا بہت کم اندیشہ ہے ، لیکن جہاں ہم نے یہہ سمجھا کہ اس کا جزو آخر جزو اول کا ہم پلہ نہیں رہا بلکہ اس کا ایک تکملہ و ضمیمہ ہے جس سے دلالت معنی میں ترمیم ہو جاتي ہے پس فوراً جزو مقبوع کو مخفف کرکے ly بنادیا جس سے godly اور fatherly بن گئے- ان دونوں اعمال کا قاعدہ ہے کہ ساتھہ ساتھہ ہوتے رہتے ہیں اور ایک دوسرے کي مدد کرتا ہے *

تخریب صوتي کا مفید اثر

مذکورہ وجوہ کے باعث ہمیں رجحان سہولت تلفظ اور تغیرات صوتي نے ، جو اس رجحان سے عرصہ وجود میں آئے ہیں، مواد لسان کے تیار کرنے میں جو اہم اور قابل قدر کام کیا ہے اسے تسلیم کرنا پڑتا ہے - اگر ہم کسي لفظ کو کسي مرکب لفظ سے نکال کر اور اسکو اس کي منفرد ہستي کے رتبہ سے گراکر محض ایک ترکیبي عنصر قرار دیتے ہیں، یا کسي مرکب لفظ کو بدل کر نیا جامہ پہناتے ہیں ، یا کسي اور طریقے سے ملا کر ایک مفرد لفظ بناتے ہیں تو یہہ کام خارجي ترمیم کي مدد کے بغیر نہیں کر سکتے - ہمارے الفاظ truthful, fearful, thankful وغیرہ زمرۂ مشتقات خالص سے خارج ہیں کیونکہ ہمارے ذہن میں ہر وقت یہہ خیال موجود رہتا ہے کہ ان کا جزو آخر خود ایک لفظ ہے اور اپنے معني الگ رکھتا ہے - تخریب صوتي کے نزدیک godly کي مانند اصلی مرکبات اور godlike کے سے مجموعہ میں فرق ہے - ثاني الذکر میں لوچ بہت کم ہے اور یہہ روز مرہ کي ہر لحظہ بدلنے والي ضرورت کے مطابق کام نہیں دے سکتا - اس کے نزدیک I loved

جیسے ترکیبی اجتماع اور I did love کی سی تفصیلی ترتیب الفاظ جداگانہ شے ھیں- یہہ وہ شے ھے کہ جسکی بدولت اصلی اور بروئے قواعد درست شکلیں بنائی جاتی ھیں جو ھر منصرف زبان کا سرمایہ اور قوت ھیں - ھم کبھی کبھی اپنے جرمن ھمسایوں کا مذاق اُڑاتے اور کہتے ھیں کہ اُن کی زبان کے مرکب الفاظ کیا ھیں شیطان کی آنت ھیں ، Rittergutshesitzer (knight's-property-possessor) یا schuhmacherhandwerk (cobbler's trade) ھمیں اس قدر لمبے چوڑے الفاظ نظر آتے ھیں کہ اُن کا استعمال گران گذرتا ھے لیکن تخریب صوتی نے اگر ھماری زبان کے نصف حصۂ الفاظ کو مختصر و مخفف نہ کر دیا ھوتا تو یہہ ان سے کچھہ کم لمبے چوڑے اور بھدے نہ ھوتے - اگر یہہ طریق نہ جاری ھوتا تو truthfully اور inapplicabilities کے سے پیچیدہ مشتقات اُن وضعی معنوں پر ، جو اُن کے پریشان کن تشریحات سے ظاھر کئے جاتے ھیں ، کوئی فوقیت نہ رکھتے

پس تغیر ، قصر ، تخریب اور مسخ ھیئت اشتقاق لازمہ ھیں ھماری زبان کی ایسی ساخت کا جس سے کہ ھمارے روز مرہ کی لغت بنی ھے ، ان سے بچنا نا ممکن تھا اور ان کا ھونا موزوں و مناسب - اُن کا نہایت ھی اھم رجحانات سے تعلق ھے اور یہہ عاقلانہ کفایت شعاری کا ایک جزو ھیں - ان سے کلام میں زور اور ایجاز پیدا ھوتا ھے ، یہی لفظوں کے یک جان کرنے کی علامت اور ذریعہ ھیں - یہہ وہ باتیں بھلا دیتے ھیں جو پشت ھا پشت سے مصطلحات کا نام لیتے ھی یاد آجاتی تھیں - اگر ایسا نہوتا تو یک سوئی خیال میں خلل پڑ جاتا اور موضوع اور موضوع لہ کے تعلق کو مدنظر رکھکر جس قدر یکسوئی کے ساتھہ خیال مرتکز ھونا چاھیئے ، نہوتا - یہہ لفظ کو ایک شے واحد بنا دیتے ھیں جو ایسے اجزاء سے ترکیب دیا گیا ھے جو اس کے تابع ھیں - ان کی بدولت وہ منفرد ھستیوں کا ، جو ایک سست ترکیب کے

ذریعہ ایک ھی رشتہ میں منسلک ھیں اور جن کا یکے بعد دیگرے خیال آتا رھتا ھے ، مجموعہ نہیں رھتا *

ترکیب صوتی لفظوں کو بناتی اور بگاڑ تی ہے

لیکن وہ رجحان جس سے یہہ قیمتی نتائج مرتب ھوتے ھیں اندھا بھی ھے یا اگر زیادہ صحت بیان منظور ھو تو یہہ کہنا چاھئے کہ غور و فکر سے کام نہیں لیتا ، اس کا فعل کچھہ کم باعث بربادی نہیں ، یہہ اس عمارت کو منہدم بھی کر دیتا ھے جسے بناتا ھے ، اس کا اصلی مطلب یہہ ھوتا ھے کہ آسانی و سہولت پیدا ھو ، یہہ اس فکر میں رھتا ھے کہ زبان کے بولنے والوں کا وقت بچے اور محنت کم پڑے - ظاھر ھے کہ اس قسم کے رجحان کی تسکین خاطر کے ساتھہ ساتھہ تباھی اور کفایت شعاری دونوں لگی ھوئی ھیں - ممکن ھے کہ مقراض اقتصار اپنی روانی میں ان حصوں کی بھی قطع و برید کر جائے جن کے چھوڑ دینے میں کوئی قباحت نہ تھی - جیسے ایک فضول شے قربان گاہ سہولت پر بھینٹ چڑہ سکتی ھے ویسے ھی ایک قابل قدر شے بھی - در حقیقت کوئی زبان، تاوقتیکہ اس کے بولنے والے دماغی اور اخلاقی انحطاط میں نہ گرفتار ھوں، کلیۃً نہ تو اپنے ذرایع اظہار خیال سے دست بر دار ھوتی ھے اور نہ اپنا کوئی بیش بہا اور ضروری حصہ بغیر اس کا بدل محفوظ رکھے یا حاصل کئے ھاتھہ سے نکلنے دیتی ھے - تاھم کہیں کہیں ایک آدہ چیز ایسی بھی ھاتھہ سے نکل جاتی ھے کہ غور کرنے سے معلوم ھوتا ھے کہ پاس رھتی تو اچھا تھا - یہہ ممکن ھے کہ زبان رواج اعمال اقتصار کی کثرت سے اور بہت سی ایسی باتوں کے ترک کرنے سے بہت بدل جائے جو ملتی ھوئی زبانوں نے محفوظ رکھی ھیں اور جن کی وہ قدر کرتی ھیں - پس نہایت ضروری ھے کہ اس رجحان کے تباھی آور و برھم کن نظام اعمال پر غور کیا جائے کیونکہ ھماری انگریزی زبان میں دنیا کی اور ترقی یافتہ زبانوں کی نسبت بہت سی یک لخت اور اندھادھند تبدیلیاں ھوئی ھیں

تغیر صوتي کے تباہ کن اثرات

یہہ پہلے ھي بیان ھو چکا ھے کہ ھماري زبان کے اس ابتدائي دور میں جس کا ھم پتا لگا سکے ھیں صیغۂ واحد متکلم افعال کے آخر میں mi لگا کر بنایا جاتا تھا ، am کا m اس کي یاد گار ھے ، اب ھماري زبان میں صرف یہي ایک ایسا لفظ رھگیا ھے – لاطیني میں یہہ فقط دو لفظوں یعني sum اور inquam کے صیغۂ حال میں باقي رہ گیا ھے اور یوناني میں ایک قسم کے چند ھي افعال مثل tithēmi اور didōmi میں نظر آتا ھے – مگر تاریخ تصریف افعال ایک اور طرح کے لاحقوں یعني علامات جمع پر غور کرنے سے زیادہ واضح ھو جاتي ھے – اپنے ارتقاء کے ابتدائي زمانے میں وہ زبان، جس سے ھماري زبان نکلي ھے، صیغہائے غائب، حاضر اور متکلم کي جمع ایک طویل سلسلۂ لاحقات سے ظاھر کیا کرتي تھي – ان کي قدیم سے قدیم شکلیں ، جن کا ھم پتا لگا سکے ھیں، nti, tasi, masi ھیں اگرچہ اسوقت پھی یہ عناصر ترکیبي کا درجہ حاصل کر چکي تھیں – بلحاظ اصلیت یہہ مرکبات ضمائري ھیں جو مادۂ فعل سے ضم ھو گئے یعني پہلے تو لوگ محض بوجہ عادت انہیں مادۂ افعال کے ساتھہ بولنے لگے پھر ان کو مادہ افعال کے ساتھہ منضم کردیا اور آخر اس کا جزو ھي بنا ڈالا – ان کے الگ الگ معني یہہ ھیں I and thou (میں اور تو) یعني we (ھم) ، he and thou (وہ اور تو) یعني ye (تم)، اور they (وہ) مثلاً lagamasi اور lagatasi اور laganti – پہلے پہل ھر بولنے والے کو صاف صاف نظر آتا تھا کہ یہہ lie-ye, lie-we اور lie-they کے ھم معنی ھیں – ان صیغوں کا استعمال کرتے وقت ان کے آگے دو بارہ ضمائر فاعلي کا لگانا ایسا ھي عبث معلوم ھوتا تھا جیسا کہ آج کسي کا I loved کے بجائے I did loved کہنا – لیکن احساس اصلیت لاحقات کمزور پڑ جانے اور ان کے الگ الگ معني آنکھہ سے اوجھل ھونے کے بعد وہ عمل اقتصار کے پنجہ میں پھنس گئے اور اس نے تراش خراش کر سیدھي سادي

شکل بنادي – جیسا کہ لاطیني سے ظاہر ہے ، پہلے ان پر عمل اقتصار کي یورش ہوئي اور اس نے سب کا آخري حرف علت نکال ڈالا – legitis, legimus اور legunt سے، جس کے معني ہیں we read، ye read اور they read، ظاہر ہوتا ہے کہ یہہ mus و is اور nt بن گئے – قدیم گاتھک نے ، جو جرماني بولیوں میں قدیم ترین ہے ، معلوم ہوتا ہےکہ اس سے بھي زیادہ ستم ڈھایا ، پہلے دو کو تو کات چھانٹ کر صرف ان کے شروع ہي کا حرف رہنے دیا مثلاً ligith, ligam اور ligand – ابھي تک تو ہر لاحقے میں باوجود تغیرات اس کي علامات شناخت باقي ہیں اور وہ اپنا کام بخوبي انجام دے رہا ہے ، اگرچہ شکل بگڑ چکي اور خراب ہو گئي لیکن بے دقت تمیز کیا جا سکتا ہے اور اس میں اچھي خاصي خصوصیات ذاتي مو جود ہیں ، لیکن اب عام رواج ہو چلا تھا کہ گفتگو میں افعال سے پہلے ضمایر رکھدي جائیں – ابتداء میں تو یہہ محض کلام پر زور دینے کے لئے لگائي جاتي تھیں لیکن جوں جوں ان لاحقوں کا ضمایري وصف ذاتي خیال سے اترتا گیا وہ فعل کے تمام صیغوں کے ساتھہ ایک معمولي دمچھلا بن گئیں ، اگر چہ صیغہائے غائب کے ساتھہ اکثر نہیں بھي آتي تھیں کیونکہ اس صیغے کےفاعل میں اختلافات گونا گوں کا ہونا ممکن ہے – چونکہ اسوقت سے فاعل بارز فعل کا صیغہ بتانے کے لئے کافي تھا اس لئے افعال پر لاحقات کا اضافہ کرنا محض بیکار تھا ، اس کو مد نظر رکھہ کر اینگلو سیکسن نے تخفیف کرکے صرف ایک لاحقۂ جمع یعني ath صیغہائے حال اور on صیغہائے ناتمام کے لئے باقي رکھا اُس میں ye licgath, we licgath اور hi licgath آتا تھا اگرچہ ان میں سے آخر کا قریب قریب ویسا ہي غلط ہے جیسا کہ ہمارے جہلا کا في زمانہ I is اور I says وغیرہ بولنا ، تاہم اس کو اختیار کرلیا گیا اور جماعت نے اس کي تصدیق کردي کیونکہ اُس کا یہہ فعل ایک جائز رجحان کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کا مترادف تھا جو فضول علامات ممیزہ کو چھوڑنے اور

نکالنے پر تلا ہوا تھا — دیگر جرمانی زبانوں نے بھی یہی کیا کسی نے کم اور کسی نے زیادہ اور آخر میں تو ہم نے انتہا ہی کردی کہ لاحقات کو قطعی خارج ہی کردیا اور اُن کے ساتھہ ہی ساتھہ ایک خاص مصدر میں تو مادۂ فعل کا آخری حرف صحیح بھی اُڑا دیا کیونکہ اب ہم ye lie, we lie اور they lie بولتے ہیں - ہمیں اس کا احساس ہی نہیں ہوتا کہ اس طرح ہم نے اُس صفائی بیان کا کوئی حصہ قربان کردیا جس کو پیدا کرنے کی ہر زبان میں کوشش کرنی چاہئے — we lie سے lagamasi کچھہ کم مبہم نہیں - یہہ دراصل برابر کے اجزاء سے اسی قسم کا مرکب بنا لیا گیا ہے جیسے کہ I did love کی شکل مسخ ہوکر I loved بن گیا *

ہم نے تصریف اسماء میں اس سے بھی زیادہ انقلاب پیدا کردیا جتنا کہ تصریف افعال میں کیا تھا — وہ قدیم زبان جس سے ہماری زبان دور کا رشتہ رکھتی ہے اپنے اسماء کی تصریف ، خواہ وہ اسمائے ذات ہوں یا اسماء صفت ، تین طرح سے کیا کرتی تھی اور ہر قسم کی آٹھہ "حالتیں"* ہوتی تھیں - ان اقسام میں سے ایک یعنی تثنیہ کو اینگلوسیکسن نے قطعی چھوڑ دیا ، صرف ضمائر میں کہیں کہیں اس کا نقش یا باقی ہے ، اور " حالتیں " عام استعمال میں صرف چار طرح کی باقی رہ گئیں یعنی فاعلی ، اضافی ، متعلق فعلی اور مفعولی ، اور پانچویں کا جو ذریعہ ظاہر کرتی ہے برائے نام پتا لگتا ہے - چونکہ تثنیہ کا عملی فایدہ بہت کم ہے اسلئے یہہ ہمارے خاندان کی کل موجودہ زبانوں سے غایب ہو گیا اور اب اس کا کام جمع دیتی ہے - حروف جر عرصے سے لاحقات حالتی کی جگہ چھین رہے یا ان کو غیر ضروری ثابت کئے جارہے ہیں - انگریزی میں اسمائے صفت کی تصریف متروک ہوگئی اور اسمائے ذات کے لئے محض ایک " حالت اضافی " باقی ہے - اس میں چند ضمائر "حالت مفعولی" کا اور اضافہ کرتی ہیں مثلاً his, he اور their, they, him وغیرہ - یہاں ہم نہ تو اس کو ماننے کے

لئے آمادہ ہیں کہ ہم نے ان باتوں کو چھوڑ دیا جنہیں حقیقی اغراض زبان محفوظ رکھنا چاہتی تھیں اور نہ اس کو کہ ہم اپنا مافی الضمیر اتنی اچھی طرح ظاہر نہیں کرسکتے جتنی اچھی طرح کہ ہمارے اسلاف اپنے ساز سامان تصریفی کی بدولت ظاہر کر سکتے تھے

جس طرح کا برتاؤ کہ ہمنے ''جنس،، کے ساتھہ کیا ہے وہ نظام قواعد کے ایک حصے کو بغیر کسی نعم البدل کے ترک کر دینے کی قابل غور مثال پیش کرتا ہے – جس خاندان سے ہماری انگریزی کو تعلق ہے اس کی زبانوں کا یہہ بہت ہی ابتدائی زمانے سے وتیرہ چلا آتا تھا کہ الفاظ کا مذکر ، مونث ، اور غیر ذی روح ہونا لاحقات اور فرق تصریف سے ظاہر کیا جاتا تھا – یہہ طریقہ صرف انہیں اشیاء کے ساتھہ مخصوص نہ تھا جو واقعی تذکیر و تانیث سے متصف تھیں بلکہ تمام اسماء اسکے معمول تھے خواہ وہ کسی قسم کے ہوں ، حتیٰ کہ خیالی اور ذہنی اصطلاحات بھی اس کی زد سے باہر نہ تھیں ساری کی ساری زبان ایک لاتعد ولاتحصی تخاطب کا منظر تھی ، دنیا کی ہر شے خواہ وہ مادی تھی یا خیالی مذکر یا مونث بنادی گئی اور محض اُن تصورات ومشابہات کی بناء پر جن کے تسلیم و پسند کرنے میں ہمیں بہت پس و پیش ہوتا ہے — اینگلوسیکسن کی بھی یہی حالت تھی – روایات قدیمہ کے مطابق ہر اسم مذکر ، مونث اور غیر ذی روح سمجھا جاتا تھا مثلاً tooth = tôth مذکر ، sin = syn مونث اور wife = wîf غیرذی روح تصور کئے جاتے تھے– ہر اسم صفت کی تصریف تین طرح کی جاتی تھی اور اسم موصوف کی تذکیر وتانیث، ''تعداد،، اور ''حالت،، کے مطابق اس کی تذکیر وتانیث، تعداد وحالت ہوتی تھی ، اینگلوسیکسن کیا تھی گویا لاطینی یا یونانی تھی– مگر قواعدی شکلوں کے اس زبردست زوال و تباہی کے زمانے میں جو ہماری موجودہ انگریزی کی سیکسن اور نارمن زبانوں کے عناصر سے آراستگی وپیراستگی اپنے ساتھہ لائی اوروں کے ساتھہ تصریف تذکیر وتانیث کے لاحقات تمیزی پر بھی وبال آیا اور وہ اپنے ساتھہ ساتھہ وہ مصنوعی

نظام فرق و امتیازات بھي لے گئے جس کي قدامت کا دامن دامن ازل سے بندھا اور جو تاج قبول عام سے سرفراز تھا۔ اب ہمارے حافظے اور ذھن میں اُس کا پتا ھي نہیں لگتا ، اس نے اپنا کوئي نقش پا نہیں چھوڑا ، چند ضمایري صورتیں یعني it, she, he اور his اور its, her, him جو '' جنس '' بقاتي ھیں اور جنہیں ھم نے باقي رکھا ھے ان کے استعمال کا یہہ حال ھے کہ اسم اگر في الحقیقت مذکر ھے تو وہ بھي مذکر ھیں اور مونث ھے تو مونث اور غیر ذي روح ھے تو غیر ذي روح۔ اسي لئے جرمني یا فرانسیسي سیکھتے وقت ھمیں یہہ ناگوار گذرتا بلکہ نا مناسب معلوم ھوتا ھے کہ '' قواعدي جنس '' کا نا قابل عمل اور رسم و آئیں سے آزاد بار گراں اٹھانا پڑتا ھے *

ایک طریق علامات ممیزہ چھوڑ کر دوسرا طریق اختیار کیا جانا

یہہ میلان کہ الفاظ میں جو چیزیں فضول یا ایسي ھیں کہ جن کے ترک سے کام چل سکتا ھے اور سلاست بیان میں خلل نہیں پڑتا ، چھوڑ دي جائیں ، سب زبانوں کي طرح ھماري زبان میں بھي اس کا باعث ھوا ھے کہ ابتدائي زمانے کے طریق اظہار معنی کے بجائے مابعد کا طریق اختیار کیا جائے اور جس غرض و غایت کے لئے یہہ طریق ایجاد کیا گیا تھا اسکے خلاف اس سے کام لیا جائے ، چنانچہ mouse سے mice ' foot سے feet اور man سے men ایسي جمعین ھیں جو مشہور و معروف مستثنیات میں داخل ھیں اور قاعدۂ عام کے مطابق نہیں بنائي گئیں - قدیم بولیوں کے تقابل سے فوراً معلوم ھو جاتا ھے کہ ایسے الفاظ کے حروف علت کا بدل جانا محض ایک اتفاقي امر ھے - یہہ تبدیلي کسي مطلب کو ظاھر نہیں کرتي بلکہ اس کا تعلق الحان سے ھے - اس کا باعث بعض '' لاحقات حالتي '' کے حروف علت ھوئے ، جنھوں نے اُن اسماء کے حروف علت کو اپنا سا بنالیا جن کے آخر میں وہ لگائے جاتے تھے - تغیر حرف علت کس حد تک اینگلوسیکسن میں علامت جمع تھا اسي سے بخوبي ظاھر ھوتا ھے کہ

دو موقعوں پر تو یہہ سالمہ ''حالت،، جمع تک میں نہیں بدلتا اور ایک موقع پر ''حالت،، واحد ھي میں بدلجاتا ھے — man کي تصریف یوں کی جاتي تھي :—

	Singular	Plural
Nom.	... *man*, 'man';	*men*, 'men'.
Gen.	... *mannes*, 'man's';	*manna*, 'men's'?
Dat.	... *men*, 'to man';	*mannum*, 'to men'.
Acc.	... *man*, 'man';	*men*, 'men'.

چونکہ '' حالت ،، فاعلي اور مفعولي میں جب اسم واحد ھوتا تھا تو ایک طرح کا حرف علت نظر آتا تھا اور جمع ھوتا تھا تو دوسري طرح، کا ' اس کا رواج بھي بکثرت تھا اور حسن اتفاق سے تلفظ میں بھي فرق تھا — اس لئے لوگوں کو خیال پیدا ھو گیا کہ یہہ فرق تلفظ فرق ''تعداد،، پر دلالت کرتا ھے — وہ اس حرف علت کي پیدایش کا حال بھول گئے کیونکہ اس کے جنم داتا لاحقات '' حالت ،، غائب ھو چکے تھے— انھوں نے اسکے لئے ایک نیا استعمال مقرر کر دیا اور غور و فکر سے کام نہیں لیا جس کا ثبوت یہہ ھے کہ book کي جمع بجائے beek کے books بناتے ھیں اور یہہ خیال نہیں کرتے کہ ھم foot کي جمع feet بناتےھیں نہ کہ foots —یہہ معاملہ ایسا ھي ھے جیسا چونکہ ھم nātion سے مشتق اسم صفت کا تلفظ nătional کرتے ھیں اسلئے مرور ایام سے لاحقہ al کو فضول سمجھ کر ترک کردیں اور nātion اور năti̇on میں سے ایک کو اسم ذات اور دوسرے کو اسم صفت مان لیں

ھمارے بعض افعال کے ساتھہ بھي یھي بر تاؤ ھوا — قاعدہ اور تقاضائے نظام کے مطابق بني ھوئي علامات ممیزہ کے بجائے وہ علامتیں استعمال ھونے لگیں جو در حقیقت اتفاقیہ عرصۂ وجود میں آگئیں — اینگلوسیکسن میں dælan (to deal) میں لاحقات تصریفي لگاکر تا تمام dælde اور اسم مفعول dælede بنایا جاتا تھا — لیکن ان لفظوں کو بولتے وقت

سہولت تلفظ کو مد نظر رکھکر ہمنے انکے حروف علت کي آوازوںمیں فرق قایم کردیا اور we have dĕalt, he dĕalt, I dēal بولنے لگے- یہاں ایک باطني علامت تمیز جس کا منبع الحان ہے لاحقات تصریفي کي خارجي علامت تمیز کي ہم عنان ومعاون موجود ہے لیکن ایسے بہت سے افعال میں سے،جو تغیر حرف علت کوظاہرکرتے ہیں، چند میں، جن کاحرف آخر d ہے ، یہہ عمل حیثیت ضمني سے بڑھکر درجۂ حیثیت اصلي پر پہنچ گیا ، مثلاً جہاں اینگلوسیکسن lædan اور læded, lædde, lædan we have lĕd, he lĕd, I lēad لکھتي ہےہم وہاں ræded, rædde, اور we have rĕad, he rĕad, I rēad بولتے ہیں - موخرالذکر میں تو تلفظ سے مطابقت پیدا کرنے کے لئے ہم ہجے بدلنے کي بھي تکلیف گوارا نہیں کرتے

جرماني ماضیوں کي تاریخ

جرماني خاندان کي زبانوں میں اس سے مشابہ ایک اور مظہر بھي ہے جو بہت ہي قدیم ، اہم اور مروج ہے ، یعني ان افعال کے حرف علت " اصلي "، کا تغیر جن کي تصریف کو ہم تصریف سماعي کہتے ہیں ، مثلاً sing کي ماضي اور اسم مفعول کا باہمي فرق اور اور پھر ان دونوں کا فرق صیغۂ حال سے محض اختلاف حروف علت ہي سے معلوم ہوتا ہے جیسا کہ sang, sing اور sung سے عیان ہے - دیگر افعال سے تغیر کي صرف دو ہي صورتیں ظاہر ہوتي ہیں اور ان کا اسم مفعول یا تو حال کے مطابق ہوتا ہے یا ماضي کے ، مثلاً came, come اور bound, bind, come اور bound - یہہ امر کہ یہہ طریق تصریف جرماني زبانوں کے لئے مخصوص ہے ثابت کرتا ہے کہ یہہ اُس وقت پیدا ہوا جبکہ جرماني زبانیں اپنے اُس بڑے خاندان سے الگ ہوچکیں تھیں جس کي وہ ایک شاخ ہیں — ہم ابھي دیکھا چکے ہیں کہ تصریف اسماء و افعال کے وقت الحان کو مدنظر رکھکر حروف علت بدل دئے گئے - یہہ تغیر بھي در اصل ویسا ہي ہے

اور اس کو موجودہ وقعت و دلالت حاصل کئے ہوئے بہت دن نہیں ہوئے - در حقیقت انگریزي هي وہ زبان هے جس نے کہ هیأت مختلفۂ افعال کي شناخت کے لئے اختلاف حروف علت کو تسلیم اور دیگر ذرائع کو مسترد کرکے اس طریقے کو کامل نشو و نما کا موقع دیا — اینگلوسیکسن میں تو یہہ بلحاظ الحان هي رائج تھا - اُس زبان میں مصدر اور اسم مفعول کي علامات الگ الگ تھیں singan مترادف تھا to sing کا اور sungen مترادف sung کا اس کے حال ic singe اور اسکي ماضی ic sang کا هرصیغہ جداگانہ لاحقات سے بنایا اور پہچانا جاتا تھا - پس اختلاف حروف علت فقط افہام مطلب میں ممد و معاون تھا اس کا جزو لاینفک نہ تھا - قدیم وجدید جرماني بولیوں میں اس کي یہي قدر و قیمت تھي اور اب بھي هے - علاوہ ان صورتوں کے اور صورتیں بھي تھیں کہ جن میں بوقت تصریف افعال اکثر حروف علت بدلجایا کرتے تھے - صیغۂ واحد غائب اور واحد حاضر اکثر متکلم سے جدا گانہ هوتے تھے ، اور ایک قسم کے افعال کی بہت بڑي تعداد کے صیغہائے ماضي کے واحد اور جمع میں فرق تھا مثلاً to help=helpan سے =ic healp; he helpeth= he hylpth; I help=ic helpe we helped=we hulpon ; I helped اور سب کے آخر میں holpen سے helped بنا - یہاں حرف علت نے پانچ رنگ بدلے - جب کہ هم دانستہ کوشش کر رهے تھے کہ جو چیزیں مفید هیں ان سے کام لیں اور جو فضول هیں انہیں چھوڑ دیں ، هم نے تین طرح کا فرق باقي رکھا اوراسے تسلیم کر لیا اور بیکار لاحقات کو نکال کر ان کو براہ راست اور بلا اعانت غیرے معنی خیز بنا دیا *

جس طریقے سے تخریب صوت نئي شکلوں کي ضرورت پیدا کردیتي اور اُن کو عرصۂ وجود میں لاتي هے اسکي ایک دلچسپ مثال پر بھي لگے هاتھوں غور کر لینا چاهیئے - یوناني اور بعض لاطیني صیغہائے ماضي کي طرح جرماني زبانوں میں بھي در اصل ماضي بنانے کا طریقہ یہہ

تھا کہ جزو اول لفظ یا مادہ لفظ کا " تکرار " کیا جاتا تھا - حرف علت اصلي بدلا جانے لگا تو تکرار کا رواج بہت کم ہوگیا - یہہ طریقہ اس کي جگہہ کام دیتا تھا اور اسکي بدولت قدیم افعال سے تکرار جاتا رہا - اب وہ نہ تو زمان گذشتہ کی علامت تسلیم کیا جاتا تھا اور نہ اسکي مدد سے نئے افعال بناتے تھے- مگر اسکے ساتھہ ھي ساتھہ یہہ بات بھي ھے کہ تبدیل حرف علت کا کوئي قاعدہ مقرر نہ تھا اور یہہ طریقہ محض خیالي اور وھمي تھا اسلئے بجا طور سے تکرار کي نیابت کي اھلیت نہیں رکھتا تھا - واضعین لسان کے سامنے کوئي مشابہت ایسي موجود نہ تھي کہ جس کي بے خوف اور معقولیت کے ساتھہ تقلید کي جاسکے - اسلئے تمام جعلي مصادر کي، جن سے کہ ھر زبان اپنے خزانۂ اظہار خیالات کو مالا مال کرتي رھتي ھے ' ایک نئي قسم کي ماضي قدیم " مکرر " ماضي did لگا کر بنائي پڑي جیسا کہ اس سے پہلے بیان ھوچکا ھے — اس did نے بہت جلد ایک لاحقہ کي صورت اختیار کرلي اور اس کے ذریعہ جو ماضیان بنائي جاتي تھیں ان کي تعداد بہت اور جلد بڑھنے سے یہہ رفتہ رفتہ صدور فعل بزمان گذشتہ کي ایک عام علامت بن گیا اور خیال عامہ نے اس کو علامت ماضي تسلیم کرلیا - اُس وقت سے اس نے اپنا دائرۂ عمل بڑھانے کا میلان ظاھر کیا اور ماضي بنانے کے قدیم طریقوں کو دباتا چلا گیا — یہي وہ میلان ھے جو آج بھي ھر بچے میں پایا جاتا ھے اور اُس وقت تک اس سے I goed, I bringed اور I seed کہلاتا ھے جب تک کہ ھم اسے ھزار کوششوں سے مختلف سماعي شکلیں اور اُن کا مروج استعمال کے مطابق بولنا نہ سکھادیں - استعمال مروج پہلے یہي ھماري زبان کي ایسي بہت سي غلطیاں درست کرچکا ھے — بہت سے قدیم جرماني افعال جن کي تصریف بربنائے مشابہت give، bind, come, sing وغیرہ کي طرح کي جاتي تھي اب قیاسي مصادر کي طرح گردانے جاتے ھیں - ایک مثال ھم اس سے پہلے ھي پیش کرچکے ھیں - مصدر help کا قدیم اسم مفعول holpen =helped اب تک ھماري انجیل میں ملتا ھے اس قسم کے اور مصادر

کي مثالیں یہہ ھیں :— smoke, bake, creep, fold, leap
* starve, wade, wield.

لاحقات جمع اور حالت اضافي

اس میلان کي اگر اور ایسي مثالیں دیکھني ھوں جہاں یہہ مشابہات مروجہ کو اُن کي اُن حدود سے بھي آگے لے گیا جو بروئے تاریخ صحیح ھیں تو اپنے اسماء کي موجودہ تصریف پر غور کیجئے — ھم حرف s کو علامت ''حالت،، اضافي مانتے ھیں ، محض اُسي صورت میں نہیں جب کہ اسم واحد ھو بلکہ اُس صورت میں بھي جب کہ اس کي جمع s لگاکرنہ بنائي گئي ھو مثلاً —children's, child's; men's, man's اینگلوسیکسن میں یہہ محض واحد کا لاحقۂ اضافي تھا اور وہ بھي ھر اسم کے لئے نہیں ، اسمائے مونث کي ''حالت اضافي،، ھمیشہ اور طریقے سے بنائي جاتي تھي اور بہت سے مذکر اور غیرذي روح اسماء کي حالت اضافي بنانے کا بھي قاعدہ الگ تھا لیکن اس میں کلام نہیں کہ بہت سے اسماء کي علامت حالت اضافي یہي حرف تھا اور کوئي اور لاحقہ ایسا نہ تھا جو اس کا کام دیتا ھو ، چنانچہ انگریزي بولنے والوں کے دل و دماغ میں یہہ بات بس گئي کہ قبضہ اسي سے ظاھر کیا جاتا ھے اور جب کہ اینگلوسیکسن رفتہ رفتہ بدل کر انگریزي بن رھي تھي اور قواعد میں تبدیلیاں اور سادگي پیدا کي جارھي تھي اس وقت بتدریج اس کے استعمال کو وسعت دي گئي حتیٰ کہ یہہ قاعدۂ کلیہ بن گیا اور اس میں استثناء کو بھي دخل نہ رھا — اسي قسم کے برتاؤ نے ھمارے لاحقۂ جمع میں وہ وسعت استعمال پیدا کردي جسے آپ دیکھہ رھے ھیں — اینگلوسیکسن میں آدھے سے بھي کم اسموں کي جمع s لگاکر بنائي جاتي تھي اور یہہ صرف ایک ھي قسم کي ''جنس،، یعني مذکر کے لئے مخصوص تھا اور اس پر بھي ھر مذکر کي جمع اسي سے نہیں بنائي جاتي تھي حالانکہ ھم سب اسماء کي جمع s ھي لگاکر بناتے ھیں— اس قاعدہ سے صرف وھي اسم (foot, mouse, man

وغیرہ) مستثنیٰ ھیں جن کا ذکر اوپر آچکا ھے – ان کے علاوہ چند الفاظ از قبیل ox ھیں جس کی جمع oxen ھے – ان میں دیگر قسم کے طریق تصریف کے نقوش باقی ھیں جو کسی زمانے میں ایک بہت بڑی قسم اسماء کی جمع بنانے کے کام آتا تھا– ھماری زبان میں جو رواج اس لاحقہ نے پایا ھے اسکی ایک جزوی وجہ فرانسیسی بولنے والے نارمنوں کا اثر سمجھا جاتا ھے – ان کی زبان میں ھر اسم کی جمع s سے بنائی جاتی تھی – یہہ طریقہ در اصل لاطینی کا ھے جس کو نارمنوں نے اختیار کر لیا *

نئے الفاظ سے نئے نئے مطالب کا ظاھر کرنا

وسعت استعمال ترکیبی عنصر زبان کا ایک لازمی اور ناگزیر وصف ھے – اس کی ضرورت نہیں کہ جب موقع آئے بار بار قدیم طرز ترکیب اور ما بعد کے طریق تخفیف پر عمل پیرا ھوں – بس اتنا ھی کافی ھے کہ کسی زبان کے روز مرہ میں ایک اچھی خاصی تعداد ایسے الفاظ کی ھو کہ جن کے آخر میں ایک خاص جزو بڑھا دینے سے صاف صاف نظر آنے والے الفاظ قدیم کے معنی میں ایک خاص و صریح ترمیم ھو جاتی ھو پھر تو ھم فوراً اس جز و اور ترمیم معنی میں ایک قسم کا ایتلاف قایم کر دیتے ھیں اور جہاں اظہار ترمیم معنی کی خواھش ھوئی اور ھم نے اس جزو سے کام لیا – مثلاً جب ھمکو متعلق فعل بنانا ھوتا ھے تو لاحقہ ly استعمال کرتے ھیں اور یہہ نہیں سوچتے کہ آیا اسم صفت like کا اس لفظ کے ساتھہ ترکیب دینا مناسب ھے یا نہیں جس کے آخر میں یہہ لاحقہ لگایا جا رھا ھے – صرف یہی ایک طریقہ ھے کہ جسکی بدولت ھم ھر وقت اپنے مواد لسانی سے کام لے سکتے ھیں یعنی اپنے نئے اور پرانے لفظوں سے جس وقت جیسا موقع ھو کام لیں – ھم نے اپنی گفتگو میں ایک نئی اصطلاح مثلاً telegraph داخل کرلی – یہہ قدیم یونانی زبان کے خزانۂ لغات سے کات چھانٹ کر تراشا گیا ھے — اس کا موجد اُس زبان کا ماھر ھوگا – عوام نے علماء کی منظوری و سفارش سے اسے بے چون وچرا قبول کرلیا — انہیں نہ تو اس کا ماخذ معلوم

ہے اور نہ وہ اس کے جاننے کی پرواہ کرتے ہیں وہ تو اتنا جانتے ہیں کہ ہمیں ایک چیز کے ایک نام کی ضرورت ہے اور اس لفظ سے ہمارا کام نکل جاتا ہے ، اور بس - اب ذرا اس یونانی کی جسارت ملاحظہ ہو - یہہ ہر معنی و لحاظ سے انگریز بن گیا — اس توطن نے اسے ہمارا ہم وطن بنا دیا اور اس کو وہ سب حقوق مل گئے اور اس پر وہ فرائض عائد ہوگئے جو ہم کو حاصل اور ہم پر عائد ہیں - یہہ اُن حقوق اور فرائض کا بھی مالک رہا جو اُس کو اپنے اعزا و اقربا میں بوجہ تعلق خاندان حاصل تھے،چنانچہ اب ہم انگریزی تصریفات کے جملہ قوانین کا ، جنہیں اعمال تغیر لسانی نے منصہ شہود پر جلوہ گر کیا اور اب تک صرصر فنا سے مامون ومصئون رکھا، اس پر اطلاق کرتے ہیں— ہم نے اس کو فعل بنادیا اور اس سے مشتقات بنانے لگے مثلاً he telegraphs the art of اور I shall telegraph, they telegraphed telegrapher جیسے telegraphing ، اس سے اسماء بھی بنتے ہیں telegraphist, اور telegraphy، اسم صفت بھی بنایا جاتا ہے یعنی telegraphic اور پھر اسی سے متعلق فعل telegraphically - ہمیں تاریخی مناسبت و موافقت کا کبھی بھولکر بھی خیال نہیں آتا - ہم ایک بے دردانہ انداز سے ایک یونانی لفظ کے آخر میں قطعی مختلف الماخذ الحقات لگاتے چلے جاتے ہیں-ان الحقات میں سے زیادہ تر جرمانی ہیں جو اینگلوسیکسن سے ملے ہیں اور دو ایک یعنی ic اور ical لاطینی ہیں فقط ایک ist ایسا ہے جو یونانی ہے — چوں کہ ہماری انگریزی اینگلوسیکسن اور نارمن فرینچ زبانوں کا معجون مرکب ہے جس میں کم وبیش اور بہت سی زبانیں بھی شامل ہیں اس لئے ان باتوں سے بچنا محال ہے - عملاً تو ایک ہی طرح کے اجزاء سے بنی ہوئی زبان ہے مگر بروئے تاریخ اس کی ساخت کیا بہ لحاظ لغات اور کیا بہ لحاظ قواعد معجون مرکب ہے— اس کے قواعدی سامان، یعنی نظام الحقات کا ، جس سے الفاظ مشتق کئے جاسکتے ہیں، پھر ان مشتقات کی تصریف ہوسکتی ہے اور اُن میں فرق پیدا کئے جاسکتے ہیں ، زیادہ تر اور

زیادہ ضروری حصہ جرمانی ہے لیکن لاطینی کو بھی اس میں کچھ دخل ہے ، جہاں بہت سے لاطینی الفاظ کے آخر میں جرمانی لاحقات لگائے جاتے ہیں وہاں ایسے جرمانی الفاظ کی بھی کمی نہیں جن کے آخر میں لاطینی اور فرانسیسی لاحقات وسابقات آتے ہیں جنہوں نے کم وبیش ہمارے استعمال میں ترکیبی عناصر کا درجہ پالیا ہے مثلاً dis-belief huntr-ess, odd-ity, atone-ment, for-bear-ance, re-light, * talkative, eat-able,

قابل قدر علامات ممیزہ کا انعدام

ابھی تک ہمنے زبان کے عمل اختصار و اقتصار کے صرف وہی اثرات بیان کئے ہیں جن کے باعث ایک ذریعہ اظہار خیال کے بجائے دوسرا آجاتا ہے یا جنہوں نے ، جیسا کہ " قواعدی جنس " سے عیاں ہے ، تکلفات اظہار خیال کو دور کر دیا جن کے جانے سے کسی زبان میں کوئی قباحت نہیں پیدا ہوتی - لیکن اگر ہم اپنے گرد و پیش پر نظر ڈالیں گے تو بخوبی معلوم ہوگا کہ استعمال عام محض انہیں علامات ممیزہ کو تباہ و برباد کرنے پر ہی قناعت نہیں کرتا جن کی علمی قدر و قیمت کچھ نہ تھی یا جن کا بدل مل گیا یا جن کے نہونے سے نقصان نہیں ہوا ، بلکہ بے پرواہ بولنے والوں کی افسوسناک غلطیاں ، ان کا ان چیزوں کو خلط ملط کر دینا جنہیں الگ الگ رکھنا چاہئے ، ان کا قابل قدر علامات ممیزہ کو مٹا دینا ، یہہ سب باتیں لامتناہی تغیرات لسانی کا جزو لاینفک ہیں اور ان کا اوروں سے مختلف ہونا ضروری نہیں - یہہ صرف وہ حصہ ہیں جس بےحد بہترین رائے عامہ ، جس کو مد نظر ہوتا ہے کہ زبان کی سالمیت میں فرق نہ آنے پائے ، زور شور سے صف آرا ہوتی ہے - پس یہہ یا تو قطعی دب جاتی ہیں یا رفتہ رفتہ اور قدرے قلیل قبولیت حاصل کر لیتی ہیں - آؤ اب اس قسم کے انحطاط لسانی کی چند مثالوں پر غور کریں *

عرصۂ دراز سے انگریزی کا یہہ رجحان رہا ہے کہ ناتمام اور اسم مفعول کے فرق کو مٹادے - علم طور سے یہہ ناتمام کو اسم مفعول بنالیتی

ھے اگرچہ اکثر یہہ بھي ھوا ھے کہ اسم مفعول کو ناتمام بنا لیا گیا ۔ بجائے spake اور brake کے spoke اور broke کے holden اور بجائے held اور اسي قسم کے بہت سے صیغے حال ھي میں اختیار کئے گئے ھیں مگر اپني جگہہ سے اکھاڑے نہیں جاسکتے۔ begin اور اسي قسم کے بہت سے افعال کي دو صورتوں he began اور he begun وغیرہ کو بھي مذکورہ صورتوں سے کچھہ کم مقبولیت حاصل نہیں ھے، مگر he came کے بجائے he come اور he did کے بجائے he done بولنا غلط اور گنوارپن سمجھا جاتا ھے اور ھمیں امید ھے کہ ھمیشہ ھي ایسا ھوگا ۔ مشابہات زبان میں سے صرف ایک مشابہت ان تبدیلیوں کي تائید کرتي ھے اور اس نے انکو عرصۂ وجود میں لانے کے لئے بہت کچھہ کیا ھے یعني ھمارے افعال قیاسي کي ماضي اور اسم مفعول کی شکلیں آپس میں ملتي ھیں۔ بے پرواہ بولنے والا یوں استدلال کرتا ھے (یہاں یہہ نہ سمجھنا چاھئے کہ وہ دانستہ ایسا کرتا ھے بلکہ اس کے عمل کا نتیجہ یہي ھے) کہ جب میں I have dealt, I dealt, اور I have gained, I gained بولتا ھوں تو پھر he has drank, he drank; I have sung, I sung they have done, they done ; we have held, we held; کیوں نہ بولوں

ایسا تو شاید بہت ھي کم ھوتا ھے کہ ماضي اور اسم مفعول فقرے میں اسطرح واقع ھوں کہ پتا نہ لگے کہ مقرر یا مصنف کي مراد ماضي سے ھے یا اسم مفعول سے لیکن چند افعال ایسے ھیں ، جن میں سے put سے سب واقف ھیں، کہ جن کے حال و ماضي میں بھي قطعي کوئی فرق ھي نہیں ۔ اگر ھم they put بولیں تو محض سیاق و سباق کلام ھي سے پتا لگ سکتا ھے کہ کون سا صیغہ مقصود ھے ۔ گویا یہہ مرکب ناقص انگریزي کا نہیں چیني زبان کا ھے ۔ learn اور teach کا عام التباس جیسا کہ I learnt him to swim سے عیان ھے ایک اور صورت ھے جو صورت مذکورہ سے کسي قدر ملتي جلتي ھے ۔ اسکي تائید بھي

هماري زبان کے ایک مسلمہ رواج سے ہوتي ہے جو ہمیں اکثر ایک ہي فعل کو لازم اور متعدي دونوں طرح استعمال کرنے کي اجازت دیتا ہے — the ship ran aground اور they ran it aground دونوں صحیح ہیں، پھر the boy learned his lesson اور they learned him his lesson کیوں نہ بولیں

ایک اور افسوس ناک غلطي ہمیں اُس فرق پر ہاتھہ صاف کرتي نظر آتی ہے جو مستقبل کے صیغہائے متکلم میں دو افعال معاون یعنی shall اور will سے ظاہر کیا جاتا ہے – shall ترک کیا جا رہا ہے اور will اس کي جگہ چھین رہا ہے – اس ملک میں اس کي ابتداء جنوب یا اہل آیرلینڈ سے ہوئی لیکن حال ہی میں شمال میں بھي یہہ بدعت پھیلنے لگی ہے اور قریب قریب ہر طبقے میں پہنچ گئی ہے — it is certain that we will fail جنوب کا باشندہ کہتا ہے I would try in vain to thank you –جن واقعات کی صورت میں he will بولنا چاہئے انہیں واقعات کي صورت میں I shall بولنا، اور جہاں استعمال فصحا they would چاہتا ہے وہاں we should – ان آدمیوں کے نزدیک جنہوں نے نہ تو اسکے فرق کي تاریخ اور نہ اسکے فلسفہ کي تحقیق کي ہے ایک ایسا تناقض ہے جو ترک کیا جا سکتا ہے اور کر دینا چاہئے – مگر بات یہہ ہے کہ اس سے صرف فصیح انگریزي ہی کے گلے پر چھري نہیں پھرتی بلکہ اشتقاقیات کے معقول آداب و اصول کا بھی خون ہو جاتا ہے – shall سے در اصل یہہ خیال ظاہر کیا جاتا ہے کہ کسی کام کا کرنا فرض و واجب ہے اور will محض عزم و ارادہ ظاہر کرتا ہے– زمانۂ آیندہ میں کسی فعل کا صدور ظاہر کرتے وقت خیال فرض و وجوب کو نظر انداز کرنا اور بے غور و خوض عزم و ارادہ کو اپنا رہنما بنا لینا ایک ایسا سبق ہے جس کا زبان کے باب میں کسی فرقے یا جماعت سے سیکھہ لینا قوم کے لئے ایسا ہي نا مناسب ہے جیسا کہ سیاست و معاشرت کے باب میں

ایک مثال اور لیجئے - ہمارا " فعل " عرصے سے عمل افلاس کا شکار چلا آرہا ہے - اس کی صورت " شرطیہ " مٹتی جا رہی ہے - اینگلوسیکسن میں بھی یہہ بات پیدا ہو گئی تھی - وہ علامات ممیزہ جو شرط ظاہر کرتی تھیں کسیقدر مفقود ہونے لگی تھیں اور " صورت شرطیہ " کے بجائے " صورت خبریہ " استعمال ہونے لگی تھی - اس وقت سے یہہ کات چھانٹ برابر جاری ہے مگر اب قریب قریب اپنا کام ختم کر چکی - زبان بھر کے قریب قریب ہر فعل کی دو "صورتوں" کے درمیان جو باقاعدہ فرق تھا اس کو مٹا دیا - اس سے صرف حال کے صیغہائے واحد غائب و حاضر اور ماضی کا صیغۂ واحد حاضر مستثنی ہیں - یہاں اب بھی he loves, thou lovest اور if he love, if thou love کے بجائے thou lovedst اور if thou lovedst استعمال ہوسکتا ہے لیکن صیغہائے حاضر اسقدر شاذ و نادر آئے ہیں کہ بولنے والوں کے دلوں میں " صورت شرطیہ" کا خیال تازہ رکھنے میں بہت کم کارآمد ہیں اس لئے اس کی حیات کا دار و مدار محض ایک صیغہ if he love پر رہ گیا — جب یہہ حال ہو تو کون سے تعجب کی بات ہے کہ جس علامت کی اساس اس قدر کمزور ہے وہ غائب ہونے لگے- اگر if we love, if they love وغیرہ میں وہ شکلیں ، جو بہ ظاہر "صورت خبریہ" تھیں، اظہار شرط کےمطالب بخوبی ادا کررہی ہیں تو صیغۂ واحد غائب میں وہی شکلیں کیوں نہ کام دیں— اس طرح کے اثرات کے باعث if he loves اور if he love دونوں جائز مان لئے گئے حتی کہ بہت ہی سنبھال کر لکھی ہوئی اور فصیح و شستہ تحریروں میں بھی ان کو جگہ مل گئی اور ثانی الذکر روزمرہ کی گفتگو میں شاذ و نادر ہی سننے میں آتا ہے - فقط فعل to be میں جس کے صیغ صورت شرطیہ کی شکل زیادہ صریح اور کئی صیغوں میں صورت خبریہ سے جداگانہ تھی یہہ شکلیں ابھی تک اپنا قدم جمائے ہوئے ہیں ، if he were, if I were کی جگہ

if he was, if I was بولنا بے شبہ دلیل لاپروائی اور غیر شستگی عبارت ہے ،

جو کچھہ بیان ہوچکا ہے یہہ تخفیف اشکال اور عناصر ترکیبی کے بگڑنے اور کاٹے چھانٹے جانے کی مثال کے طور پر کافی ہے — اگرچہ یہہ ہر زبان کی تاریخ صوتی کا ، بلحاظ اصول اساسی اور اہمیت، نہایت ہی ممتاز حصہ ہے پھر بھی فقط حصہ ہی ہے - بولنے میں جو محنت اور وقت صرف ہوتا ہے اُس میں کفایت اور تلفظ الفاظ میں زیادہ سہولت وآسانی پیدا کرنے کا رجحان بے انتہا طریقوں سے اپنا جلوہ دکھاتا ہے - اس رجحان کی زد سے اُن عناصر ملفوظ میں سے کوئی نہیں بچا جس سے ہمارے الفاظ بنے ہیں — ممکن ہے کہ کوئی لفظ اپنی عام ساخت اور قواعدی شکل نہ بگڑنے دے مگر اس پر بھی اُس میں تغیر ضرور ہوگا ، اور نہیں تو اس کی کچھہ آوازیں ہی بدل دی یا ترک کردی جائیں گی ، یہہ نہ ہوا تو کچھہ آوازیں آخر میں بڑھا یا بیچ میں داخل کردی جائیں گی-مضمون صوتی تغیرات لسان بہت وسیع ہے اور اس کی اس قدر طویل شرح ممکن ہے کہ یہاں مفصل بحث کی گنجایش نہیں - ہم صرف اس کے اہم ترین خصائص اور موٹے موٹے اصول ہی کی طرف توجہ منعطف کرسکتے ہیں

ملفوظ و موضوع آوازوں کے نکلنے کے اعمال

ہماری ابجد تقریری کا ہر حرف ایک ایسی کوشش سے ظہور میں آتا ہے جس میں پھیپڑا ، حلق اور اعضائے دہن شریک ہیں - پھیپڑا ان گھڑ مصالح بہم پہنچاتا ہے یعنی اس سے کم یا زیادہ قوت کے ساتھہ ہوا نکلتی ہے ، پھر جب یہہ مصالح بالائی نرخرہ کے تار ہائے صوت کے پاس پہنچ کر ان میں اہتزاز و ارتعاش پیدا کرتا ہے تو گونج اور نغمہ سے معمور ہوجاتا ہے ، سب سے آخر میں ہونٹ ، تالو ، زبان اپنے اپنے افعال سے اسکی اصلاح کرکے اس کی ہیئت مکمل کردیتے یعنی اسے ملفوظ

بنا دیتے ھیں ، پس ھر تلفظ اُن اعضائے دھن کي ایک خاص ھیئت بناتا ھے جو خراد الفاظ ھیں اور جن سے ایک خاص قسم و مقدار کا مصالح نکلتا ھے ۔ لفظ اس قسم کے تلفظات کا ایک سلسلہ ھے اور اعضائے دھن کي ھیئت پیاپے بدلنے پر دلالت کرتا ھے جس کے ساتھہ ساتھہ اکثر بالائي نرخرے کا وہ عمل بھي بدلجاتا ھے جو وہ اس صرصر باد پر کرتا ھے جو اس میں سے گذر رھي ھے — مثال کے طور پر لفظ friendly لیجئے ۔ پہلے اوپر کے دانتوں کي نوکیں آکر نیچے کے ھونٹ کے کنارے دباتي ھیں اور مفرد سانس ، جس میں کہ بالائي نرخرے نے نغمہ نہیں پیدا کیا ، دو اعضاء کے درمیان دباکر نکالي جاتي ھے — اس طرح سے جو سرسراھٹ پیدا ھوتي ھے وہ f کي آواز ھے — اب دانت اور ھونٹ کي خدمت کي ضرورت نہیں وہ آزاد کردئے گئے اور زبان کي نوک سقف دھن میں اس مقام کے قریب پہنچائي گئي جو مسوڑھوں سے کسي قدر پیچھے کی جانب ھے ، اس کے ساتھہ ھی ساتھہ تارھائے صوت اٹھائے اور دبائے گئے تاکہ وہ ھواجو باھر جارھي ھے اُن میں ارتعاش واھتزازا پیدا کرکے خودمترنم ھوجائے ۔ بجائے سانس کے محض نغمہ کو اجازت خروج ملي اور r کي آواز سنائي دي — اس کے بعد زبان کو دوبارہ حرکت کا حکم ھوا اس کي نوک نیچے کو دبائي گئي اور وسطي حصہ تالو کي جانب اٹھایا گیا لیکن قریب قریب اتنا اونچا کہ مترنم سانس بے تکلف نکل سکے اور جس وقت کہ سانس نکلے اُس وقت اُس میں اُس سے زیادہ گونج اور مسلسل الحان پیدا ھوجائے جتنا کہ اس سے پہلے کي دو ھیئتوں سے ھوا تھا ، اس کو نیم حرف علت یعني مقصورہ کہتے ھیں۔ زبان کي نوک پھر اُس بالائي حصۂ دھن تک جو دانتوں کے عقب میں ھے جاپہنچي اور اب کے بخوبي اس سے چسپاں ھوکر سانس کي دھائي راہ قاطبۃً مسدود کردي لیکن اُس کے نکلنے کے لئے ناک کا راستہ کھلا اور nasal n (نون غنہ) کي آواز آئي — اس کے بعد کي آواز d کو نکالنے کے لئے اس میں صرف اتني تبدیلي کي ضرورت ھے کہ ناک کا راستہ بھي بند کردیا جائے اب ناک اور

منه دونوں بند ہیں اس لئے ہوا باہر نہیں نکالی جاسکتی تاہم نغمہ ختم نہیں ہوا اور اس قدر سانس جو ذرا سی دیر تارہائے صوت کا مترنم اهتزاز و ارتعاش قایم رکھہ سکے اُس بند خلا میں ڈھکیل دی گئی جو زبان کی پشت پر ہے – جس وقت ناک کا راستہ بند کیا جارہا تھا اگر اُس وقت ارتعاش اور نغمہ روک دئے جاتے تو جو آواز نکلتی وہ t کی آواز ہوتی نہ کہ d کی – اس سے پہلے کہ خلائے دہن اس قدر پر ہوجائے کہ صوت مترنم قایم نہ رہ سکے جوانب زبان سقف دہن سے الگ ہو جاتے ہیں ، فقط نوک زبان اس سے ملی رہتی ہے ، جب یہہ ہیئت ہوتی ہے تو مترنم ہوا کا خروج l پیدا کردیتا ہے – سب سے آخر میں زبان کی نوک کو نجات ملجاتی ہے اور اس کا وسطی حصہ بلند ہوتا ہے جس کا انداز قریب قریب ویسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ اول الذکر حرف علت کو ادا کرتے وقت تھا مگر بہ نسبت پہلے کے اس میں اور سقف دہن میں ذرا کم فاصلہ رہتا ہے اور ایک حرف علت یعنی مقصورہ i بن جاتا ہے – یہاں پہنچ کر اگر کوئی لفظ اس کے بعد نہ آئے تو یہہ سلسلہ ختم اور مہمل سانس پھر شروع ہوجاتی ہے – اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایسے مختصر اور سیدھے لفظ کے تلفظ میں اعضائے دہن کو پیہم سات ہیأت مختلفہ اختیار کرنی پڑتی ہیں – لیکن ان کی یہہ تمام حرکتیں اس قدر سرعت و صحت کے ساتھہ وقوع میں آئیں اور ایک ہیئت کے بعد ہی دوسری اس قدر تسلسل اور درستی کے ساتھہ ظہور پذیر ہوئی کہ کان کو ان کے درمیان کسی آواز یا نقل حرکت کی تمیز ہی نہ ہوئی – اُس نے تو صرف سات صداہائے موضوع سنی ہیں – حلق کے فعل میں صرف ایک دفع فرق آیا – f کے ادا کرنے میں جو سانس خرچ ہوئی اسے تو اس نے بغیر اصلاح و ترمیم گذرجانے دیا لیکن اس کے بعد جو ہوا آئی اس پر وہ برابر رنگ نغمہ چڑھاتا رہا – تلفظ کی عام کوشش اور پھیپھڑوں کی محنت ہمیشہ ایک سی نہیں رہی – لفظ کے پہلے حصے پر زور دیا گیا

یعنی اس کو پورے اور بلند تر لہجے میں ادا کیا گیا جس میں کبھی کبھی موسیقی کا سا بلند سریلا پن شامل ہو جایا کرتا ہے بشرطیکہ " تاکید " یا فقرے کے لہجے کے منافی نہو - باوجود ان سب باتوں کے ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ یہہ لفظ ، خواہ ہم اس کو سب گنا مانیں یا اعضائے تلفظ کی حرکت کو مد نظر رکھہ کر ایک گنا ، اپنے آپ کو ادراک کے سامنے دوگنا بن کر پیش کرتا ہے ، یہہ لفظ دو جزا ہے - یہہ وصف ، جس کا مدار متکلم کے منہہ کی نسبت سامع کے کانوں پر زیادہ ہے ، واضح اور غیر واضح آوازوں کے جن سے لفظ بنا ہے تضاد و تناقض پر منحصر ہے - بالکل واضح اور گونجنے والے حروف علت کل کے پردے سے ٹکراتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ سلسلۂ آواز کے ممتاز و مخصوص اجزاء ہیں اور غیر واضح حروف صحیح ان کے ملحقات ہیں جو ان میں تسلسل پیدا کرنے کے لئے بیچ میں آگئے ہیں

دشوار و ناممکن تراکیب

یہہ مثال ان عناصر کو بے نقاب کرتی ہے جو خیالات کی منہہ سے ادا کی ہوئی علامات (یعنی منہہ سے نکلے ہوئے الفاظ) کی ساخت میں کار فرما ہیں اور جن پر تاریخ لسان کے باب الصوت کی تحقیقات کے وقت غور کرنا پڑتا ہے - ایجد تقریری کا ہر جزو اپنے اظہار کے لئے چاہتا ہے کہ وہ مختلف اعضاء جو کلام موضوع کو متشکل کرتے ہیں ایک خاص قسم کی اور ایک حد تک کوشش کریں - بعض تو اعضاء کی سکونی حالت سے بہت زیادہ تبدیلی کے امید رکھتے ہیں ، پس اوروں کی نسبت ان کا ادا کرنا بہت دشوار ہے - علاوہ اس کے صوتیات (phonology) میں جس بات کو بہت اہمیت حاصل ہے وہ یہہ ہے کہ بعض کا تلفظ اوروں کے مقابلے پر اس وقت بہت دشوار ہوجاتا ہے جب کہ وہ ایک دوسرے سے مل کر نکلتے ہیں - اعضائے تلفظ کی ہیئت اور طریق عمل میں وہ تبدیلیاں جو ان کے ادا کرنے کے لئے لازمی ہیں

ان کے تلفظ اور ترکیب میں بہت دقت پیدا کر دیتی ہیں ، مثلاً یہہ امکان میں ہے کہ لفظ friendly جن آوازوں سے بنا ہے ان کو ایسے طریقوں سے ترتیب دیا جائے کہ چند بہت ہی ثقیل مرکبات بن جائیں جن کا تلفظ بہت کوشش سے کیا تو جا سکتا ہے لیکن جن کی نسبت بالعموم اور بجا طور سے کہا جا سکتا ہے کہ ان کا تلفظ ناممکن ہے مثلاً yrfdnle, lrefdny, nfdrely – علاوہ اس کے خود یہہ لفظ ہمارے نزدیک نہایت آسان ہے لیکن بہت سی اقوام و ملل ایسی ہیں جو اسے ثقیل اور نا قابل تلفظ سمجھیں گی — درحقیقت ثقالت ولینت کا دار و مدار صرف اس بات پر ہے کہ بوقت گفتگو ہم اپنے اعضائے تلفظ کا کہاں تک اور کتنی محنت کرنا گوارا کرسکتے ہیں – آوازوں کے بے انتہا سلسلے ایسے بنائے جاسکتے ہیں جن کا تلفظ اگرچہ متصل اور سخت کوشش سے ممکن ہے مگر وہ گفتگو میں کبھی نہیں آتے کیونکہ واقعی بہت ثقیل ہیں – مال اتنے کا نہیں جتنے دام ہیں اور ضروریات گفتگو بغیر ان کے بھی پوری ہوسکتی ہیں – دنیا کی زبانوں میں نصف ایسی ہیں جن کی آوازوں یا آوازوں کے مرکبات کو اور زبانیں اسلئے پاس نہیں آنے دیتیں کہ وہ انہیں اس سے زیادہ ثقیل سمجھتی ہیں جتنا ثقیل تلفظ کہ وہ پسند کرتی ہیں – کوئی لفظ ایسا نہیں کہ جسکو کسی جماعت نے بنایا یا بولا ہو اور وہ جیسا کا تیسا اسکے استعمال میں رہنے کے قابل نہو مگر استعمال ہر زبان کے ہر جزو میں انقلاب کا باعث ہوتا ہے — لفظ کی ہر آواز اپنے پاس والی آوازوں سے کہتی ہے " آ پڑوسن مجھ سی ہو " اور ان کی شکل ایسی بنادیتی ہے کہ جب اُس کے ساتھ ساتھ اُن کا تلفظ کیا جائے تو زیادہ آسانی ہو – جس کو ہم غلطی سے "خوش نوائی " کہتے ہیں ، اُس کا مستقر منہ ہے نہ کہ کان – صوتی ساخت الفاظ اُس اثر کو مدنظر رکھکر نہیں بدلی جاتی جو کہ وہ اعضائے سماعت پر کرتی ہے بلکہ اُس میں وہ فعل انقلاب لاتا ہے جس کے بوقت گفتگو لفظ اعضائے تلفظ سے طالب ہوتے ہیں — عضویاتی نہ کہ سماعتی

تعلقات اس کا فیصلہ کرتے ہیں کہ نمونے لسان میں کیوں کر آوازیں ایک دوسرے سے ملائی جائیں گی

انگریزی کی اصوات ملفوظ کا عضویاتی نظام

پس ابتدا تقریری سمجھ میں آنے کے لئے ضروری ہے کہ اس کی ترتیب عضویات کو مد نظر رکھکر دکھائی جائے - یہہ کوئی بے ترتیب شے نہیں ہے بلکہ تلفظات کا ایک با قاعدہ نظام ہے جس میں ہر طرف تعلق کا جال پھیلا ہوا ہے ، اس کی طبعی حدود ، تقسیم ، ترتیب اور آئین ہیں — یہہ آوازوں کے ایک سلسلے سے بنی ہے جن میں سے ہر آواز کے لئے منہ کا ایک حصہ معین ہے اور وہ اُس حصے کے اعضاء کے مختلف مدارج قرب و بعد کے لحاظ سے نکلتی ہے — یہو مختلف مدارج قرب و بعد ان آوازوں کو الگ الگ کرکے اُن کی قسمیں بنادیتے ہیں — ہم واضح آوازوں کو حروف علت اور غیر واضح کو حروف صحیح کہتے ہیں اور ان دونوں کے وسط میں وہ آوازیں ہیں جو حروف علت اور حروف صحیح دونوں کی طرح استعمال کی جاسکتی ہیں مثلاً انگریزی میں l, r, n - پھر ان حروف صحیح کی تھوڑی سی تقسیم در تقسیم ہوئی ہے جس کا فیصلہ اس طرح کیا گیا کہ حروف میں بلحاظ وضاحت گونج ، اور تسلسل باہم کس قدر تعلق و تطابق ہے — ان قسموں کے نام نیم حروف علت ، حروف غنہ ، حروف " ھائی " (جس کو اور دو اقسام فعیہ و صادمیہ میں تقسیم کیا جا سکتا ہے) اور " وقفیہ " ہیں — علاوہ اس کے جب ایک خاص اقتراب پیدا ہوتا ہے تو اعضائے دھن کی ہر ہیئت سے دو طرح کی آوازیں یعنی جلی اور خفی نکلتی ہیں - اگر اُس سانس میں جو اعضائے دھن سے ، جب کہ اُن کی ایک خاص ہئیت ہو ، گذر رہی ہے گونج اور ترنم شامل ہے تو یہہ جلی ہے اور اگر نہیں ہے تو خفی *

انگریزي کي تقریبي ابجد کو اگر مذکورہ طریق سے ترتیب دیا جائے تو یہہ نقشہ نظر آئے گا *

جلي		a		
	a	e	a	علت
	e		o	
	i	r, l	u	
(घोष)	y		w	نیم علت
	ñ	n	m	غنہ
خفي (अघोष)	h			هائي
جلي	z	z		فحیہ
خفي	s	s		
جلي		δ	v	صادمیہ
خفي		o	f	
جلي	g	d	b	وقفیہ
خفي	k	t	p	
	سلسلۂ لہویہ	سلسلۂ اسلیہ	سلسلۂ شفویہ	

ان لیکچروں میں جو اهتمام کیا گیا ہے وہ اس کا طالب نہیں کہ هم اعضائے تلفظ اور ان سے مرتب نتائج یعني اصوات موضوع کي اس سے زیادہ مفصل و مشرح جانچ پرتال کریں جتني کرچکے هیں یا اصوات موضوع کے جسمي تعلقات پراس سے زیادہ بحث کریں- همارا نقشۂ ابجد خاص اور کثیرالوقوع صوتي تغیرات حسب ضرورت دکھا چکا - آؤ اب ان میں سے چند پر نظر ڈالیں *

مبادلۂ اصوات

هر زبان کي تاریخ میں ایسي مثالوں کي کمي نہیں جن میں ایک حرف جلي اپنے سے ملتے هوئے حرف خفي سے یا ایک حرف خفي اپنے سے ملتے هوئے حرف جلي سے بدلگیا — هماري علامت جمع یعني s کا تلفظ s جیسي هوتا ہے کہ اس کے قبل کوئي خفي حرف

صحیح ہو جیسا کہ plants اور cakes سے ہویدا ہے ورنہ جلي حرف صحیح یا حرف علت کے بعد اس کي آواز z سے بدل جاتي ہے جیسے eyes pins اور pegs میں - اسي طرح جب یہہ دو حروف علت کے درمیان آتا ہے تو عام طور سے z ہو جاتا ہے مثلاً busy ، حرف علت کے لہجہ و الحان کا تسلسل حرف صحیح میں سے گذرتا ہوا قایم رہتا ہے بجائے اس کے کہ حرف صحیح سے منقطع ہو - اس مثال کي ضد یہہ ہے کہ خفي حرف صحیح کے بعد ہم d کو t سے بدل دیتے ہیں کیونکہ یہاں حرف جلی کے تلفظ میں دقت ہوتي ہے ، مثلاً looked (lookt) اور جرمني والے تو ہر ایسے لفظ کے جسکے آخر میں حرف وقفیہ آئے تلفظ میں لہجہ و الحان کو بالکل خیر باد کہدیتے ہیں - kind اور kalb کو وہ اس طرح بولتے ہیں گویا بروئے تحریر وہ kint اور kalp ہیں - ایک ہي سلسلے ، مگر مختلف قسم ، کی علامات تو باسانی ایک دوسرے سے بدل جاتي ہیں مثلاً صادمیہ حروف (th, f وغیرہ) کا ماخذ بالعموم کامل وقفیہ حروف ہیں وہ اس طرح سے کہ حروف وقفیہ میں اعضائے صوت کے پورے مماس کے بجائے اُن کے بہت ہي قریب آجانے پر اکتفا کي جاتي ہے (اگرچہ یہہ درست ہے کہ ایسي حالت میں بالعموم اعضائے صوت کي ہیئت میں خفیف سا فرق آجاتا ہے) اور یہہ خاص طور سے ایسے حروف وقفیہ سے نکلے ہیں جن کا اصلي تلفظ " ہائي " تھا یعني جن کے اور حروف مابعد کے تلفظ کے درمیان h کي آواز سنائي دیتي تھي — جس طریقے سے یہہ اکثر لکھے جاتے ہیں مثلاً (German) ch, th, ph وہ اُن کي اصل کا نتیجہ ہے اور اُس کا شاہد - v نے بھي بہت سي زبانوں میں ازمنۂ ماضیہ کے نیم حرف علت w کي جگہ چھین لي ہے — صادمیہ th کے بدل کر نفیہ s ہوجانے کي ممتاز مثال he loves (جو اب عام ہو گیا ہے سوائے ایسے مقامات کے جہاں قدامت یا شکوہ و سطوت کا اظہار منظور ہو) ہے جو he loveth تھا- چاسر کے کلام میں تو s بطور

لاحقۂ صیغۂ واحد غائب افعال کہیں کہیں مل بھی جاتا ہے مگر اس کے زمانے سے ذرا پہلے اس کا کہیں پتا نہیں لگتا — جب s دو حروف علت کے درمیان آتا ہے تو بجائے اس کے کہ اپنے سے ملتے ہوئے حرف جلی z سے بدلے کبھی کبھی اسی سلسلے کے دوسرے واضح حرف جلی r سے بدل جاتا ہے ، یہہ تغیر بہت سی زبانوں میں بہت ہی عام ہے ، مثلاً سنسکرت ، لاطینی ، جرمنی – اس کی وہ مثال جس سے سب واقف ہیں ہمارے were میں نظر آتی ہے جو was کی ، جسمیں اصلی فعیہ حرف اب تک باقی ہے ، جمع اور ''صورت شرطیہ،، ہے – ایک اور تغیر جو کم واقع مگر باقاعدہ ہے ایک سلسلے کے حرف کو اسی قسم کے مگر دوسرے سلسلے سے تعلق رکھنے والے حرف کی جگہ رکھدیتا ہے، مثلاً جب کہ انگریزی نے اپنے تلفظ سے لہویۂ صادمیہ کو خارج کیا، جو اب تک ہمارے ان بہت سے الفاظ میں لکھا جاتا ہے جن میں gh آتا ہے ، تو بالعموم اس نے حرف متروک کو غیر ملفوظ بنا دیا اور اس کے عوض حرف علت ما قبل کو یاتو بڑھا دیا یا اس پر زور دیدیا، جیسے Hugh, bough, light ، مگر کبھی کبھی اس کی جگہہ شفویہ فعیہ f رکھدیا ، جیسے cough اور trough میں ، اور ثانی الذکر میں تو عوام یہہ غلطی بھی کرتے ہیں کہ لسلیۂ صادمیہ یعنی th بولتے ہیں یعنی اس کا تلفظ troth کرتے ہیں – اسی طرح روسی th کی جگہہ f بولتے اور Theodore کو Fedor بنا ڈالتے ہیں – ایسے وقفیہ حروف کے تبادلۂ باہم کا بھی اکثر پتہ چلتا ہے جن کے مخرج الگ الگ ہیں ، مگر انگریزی کی مثالوں سے اسکی توضیح مشکل ہے ، pentagon کا pen اور quinquennial کا quinq اس لفظ کی اصلی یونانی اور لاطینی شکلیں ہیں جو ہماری زبان میں آیا تو five بن گیا – ہم اکثر ایسے اشخاص کی گفتگو بھی سنتے ہیں جو جسمانی یا خصلتی ناقابلیت کی وجہہ سے r نہیں بول سکتے وہ اسکو w یا l سے بدلدیتے ہیں – اسمیں شک نہیں کہ تمام تاریخ لسان میں r اور l ہی ایسی دو آوازیں ہیں جو سب حرفوں سے زیادہ ایک دوسرے سے بدلی جاسکتی ہیں – حروف صحیح کو باہم ترکیب

دینے کا بالخصوص اور بکثرت یہہ نتیجہ ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کو اپنا سا بنا لیتا ہے ۔ ہمارا ditto لاطینی کا dictum (said) ہے۔ اب ذرا ان مثالوں پر غور کرو *

dis-join	dif-fuse
in-different	im-possible
ad-dict	an-nual
	ap-pend
	as-sign
	ac-cede
	af-firm
	ag-gress
	al-lude
	am-munition

انگریزی کا علم التہجیہ

پس اگر حروف صحیح یوں ایک دوسرے کا رنگ اختیار کر سکتے ہیں تو پھر حروف علت کا کیا ذکر ہے وہ تو ان سے زیادہ اس کی صلاحیت رکھتے ہیں ۔ اس معاملے میں تصریح و تفصیل کی زحمت تحصیل حاصل ہے ۔ ہمارا نظام حروف علت اسکی توضیح کے لئے کافی ہے ۔ حروف a، e، i، o، u در اصل اسلئے ایجاد کئے گئے تھے، اور ان کی ایجاد کا منشاء فقط یہہ تھا کہ الفاظ rule, pole, pique, prey, far کے حروف علت کی آولز بتائیں اور اب بھی ان بہت سی زبانوں میں، جن میں یہہ مستعمل ہیں ، ان کی ہمیشہ یہی یا زیادہ تر یہی حیثیت ہے ۔ اگرچہ ہمارے الفاظ کے اب تک وہی پرانے ہجے چلے آتے ہیں لیکن ہماری زبان کے زمان تحریر میں ہمارے حروف علت میں بے انتہا اور یک قلم تبدیلیاں ہوئیں جن کا ایک جزوی باعث وہ حالات و کوایف ہیں جنہیں ہم صاف صاف دکھائیں گے ۔ اس کا نتیجہ یہہ ہوا کہ ہمارے طریق

تہجي میں ایک انقلاب عظیم بپا ہو گیا ، یعني ابجد تقریري کو ابجد تحریري سے کوئي تعلق نہ رہا - ہمارے تحریري حروف علت میں سے ہرایک کي تین سے لیکر نو حیثیتیں معین ہو گئیں اور ان میں بہت سے دوحرفے بڑھا دیئے گئے جن کا تلفظ حروف علت سے کچھہ کم رنگ نہیں بدلتا- ہمارے ہر تقریري حرف علت کي دو سے بارہ تک تحریري صورتیں ہیں - ہماري آوازوں کے تمام باطني تعلقات پر پاني پھر گیا - جن کو ہم a یا i یا u یا e یا o ممدودہ یا مقصورہ کہتے ہیں ان میں بحیثیت ممدودہ یا مقصورہ ہونے کے اب اس سے زیادہ کوئي باہمي تعلق نہیں رہا جتنا کہ بلحاظ تذکیر و تانیث dog اور cat یا sun اور moon میں موجود ہے - حروف صحیح کي بھي حروف علت سے کچھہ کم گت نہیں بنائي گئي - ہمارے الفاظ کے مروج ہجے ہر قسم کي مبہم اور غیر ملفوظ علامات سے بھرے پڑے ہیں - یہہ تباہ و برباد صوتي عمارت کي باقیات ہیں جو ابھي تک وہیں کي وہیں پڑي ہیں اور اٹھاکر پھینکي نہیں گئیں - اس مخرب ماحول میں تربیت پاکر ہمارا احساس موزونیت و مناسبت اشیاء اسقدر مختل ہو گیا کہ اب ہمارے نزدیک یہہ طبعي و فطري امر ہے کہ ایک ھي آواز بہت سے اور مختلف طریقوں سے لکھي جائے ، یا ایک ھي علامت کي بہت سي آوازیں ہوں - ہم میں بکثرت ایسے لوگ ہیں جن کا واقعي یہہ یقین ہے اور وہ اس پر جمے ہوئے ہیں کہ صوتي ہجے پر تاریخي ہجے کو فوقیت حاصل ہے ، یعنی الفاظ کا اس طرح لکھنا جیسا کہ ہمارے خیال کي رو سے کسي زمانے میں کسي نے ان کا تلفظ کیا تھا اس سے بہتر ہے کہ ہم ان کو خود اپنے تلفظ کے مطابق لکھیں - ہجے کي خرابي اور بے تکے پن پر، جیسا کہ kind کے بجائے kyind، dance کے بجائے dânce اور dance کے بجائے dăncе اور neither کے بجائے nēither سے ظاہر ہوتا ہے رائے عامہ شاذ و نادر ھي ناک بھوں چڑھاتي ہے اور طرہ یہہ ہے کہ اس خرابي یا بے تکے پن کو قبول عام و رواج کا اس سے زیادہ موقع ہے جتنا کہ نہایت ھي صریح و عمدہ اصلاح ہجا کو

صوتي تغير کي وہ مثاليں جن پر ہم غور کرتے رہے ہيں اس کے ان مظاہر سے تعلق رکھتي ہيں جو اکثر ظہور پذير ہوتے رہتے ہيں اور جنہيں نہايت آساني سے سمجھا يا جا سکتا ہے ، يعني ان تغيرات سے متعلق ہيں جو کم و بيش ہر معلومہ زبان ميں پائے جاتے ہيں: شروع سے ہمارا دعوىٰ بھي يہي ہے- ليکن ہر زبان کی تاريخ صوتي کا ارتقاء جداگانہ ہے ، اس کے قوانين تخريب الگ ہيں اور اس کی خصوصيات و خبط اوروں سے نہيں ملتے - کوئي عالم صوتيات کيسا ہي فاضل اجل اور ذکي الطبع کيوں نہو ان کي نسبت کوئي پيشين گوئي نہيں کرسکتا اور ان کي تشريح کامل اکثر اس کے فن کی دسترس سے باہر ہوتي ہے — اس کے کام ميں تاريخ کو دخل ہے نہ کہ ہدايات کو- اسکو ان تغيرات کا پتا لگانا پڑتا ہے جو درحقيقت زبان ميں واقع ہوئے ہيں اور صدا ہائے زير بحث کے طبعی اوصاف و تعلقات اور اعضائے صوت کی ان ہيآت و حرکات کي مدد سے ، جن سے وہ صدائيں نکلي ہيں، ان کے اسباب کي تلاش کرني پڑتي ہے - چنانچہ وہ بہت سي صورتوں ميں بتا سکتا ہے کہ کيونکر فلاں آواز فلاں حالت ميں طبعاً حذف يا فلاں آواز فلاں سے بدلني چاہئے — ليکن اکثر اسے سند فکر کي باگ يہيں پہنچکر کھينچ لينی پڑتي ہے ، کيونکہ اُس کی جولانگاہ بہت ہي محدود ہے - وہ نہيں بتا سکتا کہ تغير کي غرض وغايت کيا تھي ، فلاں لفظ ميں يہہ تغير کيوں کيا گيا اور فلاں ميں کيوں نہيں، يا يہہ تغير اس جماعت نے کيا تو اُس جماعت نے کيوں نہيں کيا - وہ نہيں بتاسکتا کيوں ايک زبان کي ابجد ميں ايسي آوازيں ملتي ہيں جن کا تلفظ دوسري زبان کے بولنے والے نہيں ادا کرسکتے ، کيوں وہ مرکبات جو ايک قوم کے منہ سے بے تکلف ادا ہو جاتے ہيں انہيں اس کي ہم سايہ اور رشتہ دار قوم قطعي ترک کرديتي ہے ، مثلاً کيا وجہ ہے کہ سنسکرت اپنے الفاظ کے آخر ميں دو حروف

صحیح کے اجتماع کي روادار نہیں ، یا یوناني کے کل لفظ s, n یا r اور چیني کے غنہ پر ختم ہوں گے ، اور ایطالوي الفاظ کے آخر میں حرف صحیح کبھي نہ آئیگا ، کیوں اہل پولی نیشیا ہمیشہ ایسا ہي جزو لفظ بناتے ہیں جس کے آخر میں حرف علت یا ابتداء میں ایک ہي حرف صحیح ہوتا ہے جب کہ انگریزي ایک ہي حرف علت کے سر پر چھہ چھہ اور سات سات حروف صحیح کا بار لاد دینے کي روادار ہے (مثلاً twelfth, strands, splints) ، کیوں لاطیني اپنے لفظوں کي توکید اُس جزو کے وزن سے مقرر کرتي ہے جو آخر جزو سے پہلے آتا ہے اور یا تو اُسي پر آکر رک جاتي ہے یا اُس کے ماقبل پر، حالانکہ یوناني میں آخري تینوں اجزاء میں سے جسے چاہو ''موکد'' کرلو وزن کو اس میں بہت کم دخل ہے ، کیوں ایرستانی اور بوھیمی ہمیشہ اپنے الفاظ کا جزو اول موکد بولتے ہیں اور ان کے قریبي رشتہ دار ویلزي اور پولینڈي جزو ماقبل آخر کو محل توکید سمجھتے ہیں ، اور کیوں روسي اور سنسکرت میں توکید کا کوئي محل ہي مقرر نہیں؟ یہہ اور اسي قسم کے ہزاروں اختلافات رواج و ساخت صوتي جو ان سے کچھہ کم حیرت انگیز نہیں ہیں اور نہایت آساني سے بتائے جاسکتے ہیں، قومي خصوصیات میں داخل ہیں - یہہ ثمرات ہیں ایسے باریک اختلافات نظام جسمي کے ، ایسے غامض اثرات خیالات کے اور ایسي مطلق العنان اور مجنونانہ عادت انتخاب کے کہ قیامت تک محقق کا دست تحقیق اُن کے دامن تک نہ پہنچے گا ، لیکن اس گہبراہت میں ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ وہ غامض سے غامض اور حیرت انگیز تغیرات کا باعث کسي اور شے کو بتائے - اُس سے جب پوچھوگے ہمیشہ یہي کہیگا کہ اُن کا سبب فقط وہي ایک شے ہے جس نے اُن مخففات ومسخ ہیئات کو پیدا کیا جو، اظہرمن الشمس ہے، کہ اعضائے تلفظ کے واسطے باعث آرام ہیں، یعني زبان کے بولنے والوں کے سوا کوئي نہیں - وہي جو الفاظ بولتے ہیں انہیں اپني سہولت اور مرضي کے مطابق گھٹاتے بڑھاتے اور اُن پر نقش و نگار بناتے ہیں - مطالعہ

تاریخ واعضاء اپنا سارا زور لگا چکتا ہے تو ہر حالت میں لے دے کے جو سبب منکشف ہوتا ہے وہ فقط اتنا سا ہے کہ جو جماعت کسی لفظ کو بولتی تھی اس کا جی چاہ گیا کہ اس کی شکل یوں بدلدو اور اُس نے اسے بدلدیا اور فلاں فلاں وجوہ و مشابہات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ تبدیلی نہ تو انوکھی ہے اور نہ بعیدالفہم - کسی خاص آدمی اور شاذ و نادر صورتوں کا تو ذکر نہیں ورنہ لوگوں کے خلق اور منہ کی بناوٹ میں کوئی ایسا فرق نہیں کہ کوئی شخص خواہ کسی قوم کا کیوں نہو کسی انسانی زبان کے خواہ اس کو دنیا کی کوئی قوم کیوں نہ بولتی ہو تلفظ پر حاوی نہوسکے، لیکن اس کے ساتھہ ہی یہہ شرط بھی ہے کہ اس کی تعلیم ذرا جلد شروع ہوئی ہو اور اس کے اعضاء میں بوجہ عادت کسی خاص قسم کی صلاحیت یا ناصلاحیت نہ پیدا ہو چکی ہو — کسی قوم کی، جو حالات و کوایف کی مشعل ہدایت کی روشنی میں مدارج ترقی طے کررہی ہو، طبیعت و قابلیت بہ حیثیت مجموعی اس کا فیصلہ کرتی ہیں کہ اُس کی مشترکہ زبان کس لباس میں جلوہ گر ہو — اور جس طرح کہ بچوں کی گفتگو میں جب وہ پہلے پہل بات کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو ہمیں محض طبعی غلطیاں اور ایک آواز کا دوسری آواز سے بے تکلف بدل دیا جانا ہی نظر نہیں آتا، جو قریب قریب دنیا بھر کے بچوں میں پایا جاتا ہے، بلکہ ایک خاص بات یہہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ وہ ہیئت الفاظ بھی بدل دیتے ہیں، جس کو ہم اُن کے خبط کے سوا اور کسی بات پر محمول نہیں کرسکتے اور جس کی وجہ ذاتی خود روی کے سوا کچھہ نہیں بتائی جاسکتی، اسی طرح اگر ایسے ہی خودسرانہ تغیرات صوت کے اسباب کی جستجو ہے تو وہ انتقال زبان بذریعہ روایت کے سوا کہیں اور نہ ملیں گے، کیونکہ انتقال زبان بذریعہ روایت بھی محض بچوں کو بولنا سکھانے کی ایک ترکیب ہے مگر ایک وسیع پیمانہ پر

قانون گرِم

هر زبان کے طریقہائے تغیر صوت اُس کے ایسے اجزاء هیں که کسي بولي کے اپني هم رشته بولیوں سے تعلقات کي تحقیقات کرني هو تو سب سے پہلے یہه دریافت کرنا پڑتا ہے که اس بولی کي کون کون‌سي آوازیں اُن بولیوں کي کن کن آوازوں‌سے ملتي هیں، مثلاً انگریزي کا جرمني سے مقابله کیا جائے تو معلوم هوتا هے که انگریزي کي d کے جواب میں جرمني میں d نہیں بلکه t هے ، یہه بات dance اور tanz ' day اور deep ' tag اور tief ' drink اور trink وغیرہ سے بخوبي عیاں هے - اسیطرح جرمنی کا s یا z انگریزي کي t کا جواب هے مثلاً fuss, foot وغیرہ ' zwei, two; zu, to ; zinn, tin ; اور جرمني کي d هماري th کا کام دیتي هے، the کی جگه die ' thine کی جگه dein اور both کي جگه bad بولتے هیں - اس سے بھی بڑھکر تعجب‌خیز بات یہه هے که جب انگریزي کا مقابله اس کے خاندان کي قدیم تر زبانوں یعني لاطینی ، یونانی ، اور سنسکرت سے کیا جاتا هے تو معامله اس کے بالکل برعکس نظر آتا هے — جس طرح جرمني کي t انگریزي کی d کا جواب هے اسیطرح انگریزي کي t لاطیني کي d کا (two اور duo پر غورکرو) جس طرح جرمنی کی d انگریزي کے th کی مد مقابل هے اسیطرح انگریزي کی d یونانی کے th کي (door اور thura و daughter اور thugatr پرغور کرو)' جس‌طرح‌جرمني‌کا s یا z انگریزي‌کی t هےاسیطرح انگریزي کا th (صادمیه نه که فحیه) لاطیني ، یوناني اور سنسکرت میں t هو جاتا هے (three کا tri, treis, tres (त्रि) اور that کا to, tud و tad (तद्) سے مقابله کرو) — مختصر یہه که اگر هم تینوں حروف سنیهٔ وقفیه یعنی خفي ، هائي اور جلي مراد یہه هے که th, t اور d کے سلسلے پر غور کریں تو معلوم هوگا که جرماني زبانون نے ، جس میں انگریزي بھي شامل هے ، ان میں سے هر ایک کو ایک قدم آگے بڑھا دیا اور " هائي جرمن " بولیوں نے جن کو تحریري جرمني خصوصیت

سے ظاهر کرتي هے ان کو اس سے بهي دو منزل آگے پهنچا دیا نقشۂ ذیل ملاحظه هو *

1.	t	S. tad (3),	...	...
2.	th	E. that (1),	Gr. thura,	...
3.	d	G. das (2).	E. door,	L. dent-em (1).
1.	t	...	G. tôr*	E. tooth (2).
2.	th	...	...	G. zand* (3).

اسي طرح کا ایک قانون " مبادله،، دو اور سلسلوں لهویه اور شفویه یعني b, ph, p ; q, kh, k میں بهي پایا جاتا هے جس پر ، بعض اختلافات و مستثنیات کے سوا ، یهاں اول سے آخر تک غور کرنے کي ضرورت نهیں — مطابقت کا یهه پیچیده طریقه جس میں شناخت صورت کے لئے کوئي نشان نهیں هے اپنے مکتشف کے نام پر " گریم " کا قانون مبادلۂ حروف صحیح ،، کهلاتا هے — یهه امر اُن زبانوں کے زمرے کي تاریخ میں ، جس سے هماري زبان تعلق رکهتي هے ، بدرجۂ اولیٰ اهمیت رکهتا هے مگر اس کے ساتهه هي ساتهه یهه بات بهي هے که تغیرات صوت کے مظاهر میں یهه سب سے ممتاز و مشکل مظهر بهي هے اور بوقت توجیهه طالب علم لسانیات کے جتنے یهه چهکے چهڑا دیتا هے کسي اور زبان کا کوئي مظهر نهیں چهڑاتا — گو آج تک اس مظهر کا کوئي اطمینان بخش سبب معلوم نهیں هوا تاهم اس کے یقین کرنے کي بهي کوئي وجهه نهیں که اس کي ماهیت اُن تغیرات صوت کي ماهیت سے الگ هے جو دنیا بهر کي زبانوں کي تاریخ میں پائے جاتے هیں اور بالکل اسي کي طرح خود سرانه ظهور پذیر هوئے ، اگرچه اس کے سے پیچیده نهیں هیں اور اُن کي مار کم هے ، مثلاً ارمنیوں نے اپنے قریب قریب سارے

---

* یهاں قدیم " هائي جرمن ،، کي شکلیں لکهي گئي هیں کیوں که موجوده جرمن الفاظ کی نسبت اُن سے تغیر زیاده واضح هوتا اور اچهي طرح نظر آتا هے *

قدیم حروف خفی و قفیہ کو " جلی " سے بدل دیا اور جو جلی تھے انہیں خفی سے — لندنیا (cockney) الفاظ کے شروع کا h حذف کردیتا ہے اور ان کے ابتدائی حرف علت کو قفیہ آواز سے ادا کرتا ہے — اگر میلان سہولت تلفظ کو ان دونوں کا باعث قرار دیا جا سکتا ہے تو جرمانی زبانوں میں " مبادلۂ " حروف صحیح کا باعث بھی اسی میلان کو قرار دے سکتے ہیں ، لیکن کوئی ایسا صائب الرائے عالم لسانیات نہیں جو ان تینوں مظاہر کی ماہیت کو ایک ہی نہ سمجھتا ہو، یعنی وہ انہیں اُن میلانات کے مظاہر نہ تصور کرتا ہو جو اُن لوگوں کے ذہن میں موجود اور اُن پر اثر ڈال رہے تھے جو اُن زبانوں کو بولتے تھے جن میں وہ رونما ہوئے ہیں *

ترک الفاظ

تھوڑی سی توجہ ہمیں تغیر لسان کے ایک اور عمل پر بھی کرنی چاہئے — اس عمل سے فقط حروف ہی غائب نہیں ہوئے، جو لفظوں کے ایسے اجزاء تھے جن سے لفظ بنائے جاتے تھے، بلکہ پورے کے پورے لفظ ، یعنی علامات خیال ، زبان کے خزانۂ لغات سے اُڑ گئے — یہ عمل بھی ہمیشہ اور ہرجگہہ جاری رہتا ہے — اس کے ثبوت میں ہماری لغات کا قریب قریب ہر صفحے پر ایسے لفظ نظر آتے ہیں جو متروک ہوچکے یا ہوچلے ہیں ، اور اس سے زیادہ ایسے لفظ اُس ابتدائی زمانے کی انگریزی تصنیفات میں بھرے ہوئے ہیں جن تک رسائی کی ہماری لغات مدعی نہیں — ان دونوں سے بڑھکر اینگلوسیکسن میں یہہ تماشا نظر آتا ہے — جس طرح نئے خیالات اور نئے علوم اپنے اظہار کے لئے نئے الفاظ اور نئے مرکبات ناقص کے طالب ہوتے ہیں ، اسی طرح جب قدیم خیالات و علوم پرانے پڑ جاتے ہیں اور اُن کا رواج نہیں رہتا تو وہ لفظ و مرکبات ناقص جو ان کے آلۂ اظہار تھے متروک ہوجاتے ہیں اور اگر بچ جاتے ہیں تو اسی صورت میں کہ ان سے کوئی اور کام لینا شروع کردیا جائے جہاں کسی زبان کے بولنے والوں کو اس کا کوئی جزو بیکار یا فضول نظر آیا نہیں کہ انہوں نے فوراً اسے ترک یا متقل کرنا شروع کیا نہیں ،

اور چونکہ روایت و رواج ہی ایسے ذرائع ہیں جو زبان کی شمع حیات گل نہیں ہونے دیتے اس لئے اُس جزو کا وجود ہمیشہ کے لئے معدوم اور غائب ہوجاتا ہے۔ اس سے یہہ صورت مستثنیٰ ہے کہ جس بولی میں یہہ مروج تھا اس کی تحریرات اسے محفوظ رکھہ کر ایک حیات مصنوعی بخشدیں یا اس کی ممی (mummy) کو عجائب خانۂ لغات میں جمع کردیا جائے اور اس پر ایک چٹ لگادی جائے " متروک " اور اس کی تاریخ اور گذشتہ قدر و قیمت کا حال بھی لکھہ کر ساتھہ ہی رکھدیا جائے۔ کچھہ تو الفاظ کے معدوم ہونے کا یہہ سبب ہے کہ خود چیزیں معدوم ہوجاتی اور لوگ انہیں بھول جاتے ہیں پس اُن کے ساتھہ ہی اُن کا نام بھی مٹ جاتا ہے، کچھہ یہہ کہ نئی طرز ہائے ادائے خیال پیدا ہوکر لوگوں کی نظروں میں چڑھ جاتی ہیں اور وہ پرانے اسالیب کو نکال باہر کرتے ہیں یا دو یا دو سے زیادہ مترادفات میں سے فقط ایک خاص طور سے رواج پاجاتا ہے اور اُن سب کی جگہہ کام دینے لگتا ہے ، اور کچھہ کبھی کبھی ایسے قابل قدر اسالیب بیان بھی متروک ہوجاتے ہیں جن کے ترک کی کوئی وجہہ نہیں ، زبان کے بولنے والوں نے لاپروائی برتی اور یہہ بیچارے ندارد ہوگئے ، اب لوگ بیٹھے ہاتھہ مل رہے ہیں کہ ہائے یہہ کیوں ترک کئے گئے ، ان کی جگہہ لفظ کہاں سے لائیں — اس میں شک نہیں کہ لغات کے وہی شعبے کہ جن میں بہت وسیع و سریع تغیر ممکن ہے ایسے ہیں بھی کہ جن کی پرانی جمع پونجی بہت جلد خاک میں مل سکتی ہے کیونکہ علم انسان کی ترقی صرف اسی پر موقوف نہیں کہ اُس میں کچھہ بڑھا دیا جائے بلکہ اس پر بھی ہے کہ قدیم خیالات کی جگہہ نئے خیالات کو دیدیجائے یا اُن سے نئے خیالات چند قدم آگے نکل جائیں مثلاً فنون ، سائنسوں اور حرفتوں کی مصطلحات میں بہت سے متروک لفظ ملتے ہیں لیکن بہت سے نئے لفظ بھی اُن میں داخل ہوگئے ہیں — تاہم چوں کہ اس کوشش کا سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوتا کہ نطق انسان حالات و ضروریات انسان کے دوش بدوش چلے ، اِس لئے ہر حصہ بجائے خود ایک حد تک اِس

قسم کے تغیر سے اثر پذیر ہوتا رہتا ہے ، اور دیگر تغیرات بھی اس پر اپنا سکہ جماتے رہتے ہیں — انگریزی زبان نے نارمنز کے حملے کے بعد سے اپنے جتنے پرانے مصالح کو خیر باد کہا ہے ، اگر اُس کا مقابلہ کسی اور زبان کے اسی زمانے سے کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ شاید اسنے اپنا پرانا مصالح اتنا نہیں کھویا — اینگلو سیکسن لغات کا بہت بڑا جزو چھوڑدیا گیا لیکن نارمن فرنچ الفاظ کے کثرت سے زبان میں داخل ہوجانے کا یہہ طبعی نتیجہ تھا — زبان ضرورت سے زیادہ آراستہ و پیراستہ کی گئی تو یہہ ہونا ہی تھا کہ ہم ان ذرایع کا کچھہ حصہ بھی چھوڑدیں جسکی قوم و جماعت کو ضرورت نہ رہی تھی — مختصر یہہ کہ اگر اس مبادلے سے کچھہ فائدہ ہوا ہے تو کچھہ قابل افسوس نقصان بھی پہنچا ، اظہار خیال کے عناصر ممیز و ترکیبی دونوں پر کچھہ نہ کچھہ زوال ضرور نازل ہوا *

مسائل ہیئت الفاظ

ہم نے جن اعمال کی ابتک توضیح اور جانچ پرتال کی ہے وہ دو طرح کے ہیں —پہلے کا کام تو یہہ ہے کہ پرانے مصالحوں کو ترکیب دیکر نئی شکلیں اور لفظ بنائے اور دوسرے کا یہہ کام ہے کہ پہلے عمل کی بنائی ہوئی شکلوں اور لفظوں کو خراد پر چڑھا کر سڈول بنائے ، بالکل گھس ڈالے یا ترک کردے ، انہیں گھلا ملادے اور ان کی صورت بدل دے ، انہیں برباد کر دے اور بھلادے — یہی دونوں عمل زبان کی زیست و نمو کے کفیل ہیں مگر فقط اسی حد تک جس حد تک کہ زبان کی شکل اور مصالح یعنی اس کی مدرک بالاحساس ہستی کا تعلق ہے — ان کے متفقہ اور باہمی فعل سے تقریری زبانیں اپنی تاریخ کے ابتدائی زمانے سے کایا پلٹتی چلی آئی ہیں اور آج بھی پلٹ رہی ہیں — مگر مختلف قوموں میں ان اعمال کی رفتار و نوعیت میں بہت ہی فرق، زمانے میں بہت ہی بعد، اور اسباب میں بہت ہی اختلاف رہا ہے — با وجود اس کے ان دونوں سے ملکر تغیر زبان کا صرف ایک ہی شعبہ بنتا ہے — ایک اور شعبہ جس کا اثر سرمایۂ زبان یعنی معنی الفاظ

یہ پرتاہے ہماری توجہ کا اتنا ہی مستحق ہے جتنا کہ پہلا شعبہ - اب تک ہم نے اس پر صریح طور سے توجہ نہیں کی ، اگرچہ جو مثالیں ہم پیش کرچکے ہیں ان کا لازمہ یہہ ہے کہ وہ ایک حد تک اس دوسرے شعبہ کے فعل اور اثرات کو مع ان خارجی ترمیمات کے دکھادیں جن پر ہم خاص طور سے غور کرتے رہے ہیں - یہہ تاریخ زبان کا ایک ایسا حصہ ہے جس کی دلچسپی اور اہمیت تغیر صوت وھیئت سے کچھہ کم نہیں - لفظوں کی دلالت میں جو تبدیلیاں ہوئی ہیں ان کا پتا لگانا علم اشتقاقیات کا ویسا ہی فرض ہے جیسا کہ لفظوں کے تغیرات صوت کی تحقیق کرنا - اول الذکر میں ثانی الذکر سے بڑھکر حیرت انگیز اور غیر متوقع نشو و نما کی مثالیں بکثرت ملتی ہیں - ان ہی پر ان تاریخی نتائج کا بہت کچھہ حصر ہے جنہیں طالب علم لسانیات ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے - یہی نہیں بلکہ اگر یہہ دعوی بھی کیا جائے تو کسیقدر بے جا نہوگا کہ معنی کا تغیر اور نشو و نما ہی زبان کی حقیقی حیات باطنی کا مترادف ہے اور دیگر اعمال محض خارجی مدد پہنچاتے ہیں - جزئیات میں بے شک خارجی نمو کا باطنی نمو سے بہت کم تعلق ہے - یہہ ممکن ہے کہ کسی لفظ کی صورت بدلنے کی کوئی انتہا ہی نہ رہے حتی کہ اس کا ہر وہ صوتی عنصر زایل یا مسخ ہو جائے جو کسی زمانے میں اس میں موجود تھا اور معنی میں کوئی پسندیدہ تبدیلی ہو (مثلاً I جو اینگلوسیکسن کا ic ہے یا eye جو در اصل eage کا مترادف ہے) ، اور یہہ بھی ممکن ہے کہ کسی لفظ کا استعمال ایسے معنی میں ہونے لگے جسکو اسکے سابقہ معنی سے کوئی لگاؤ ہی نہیں لیکن قدیم شکل و شباہت ، جیسی کی تیسی بنی رہے ، تاہم بہ حیثیت مجموعی دونوں میں تعلق ضروری ہے - صورت معنی کی خاطر بدلنی چاہئے اور معنی صورت کی خاطر - وہ زبان ادھوری اور پر دھنگی ہے جسکے سرمایہ کے معنی میں جتنی توسیع کی گئی اسمیں کہیں ان اعمال سے مدد نہ لی گئی جو نئے لفظ اور نئی صورتیں

پیدا کرتے ہیں - خارجی تغیر کا سبب سے بڑا فائدہ تو یہی ہے کہ باطنی تغیر میں آسانی پیدا ہو ، نئے خیالات کے لئے علامات بہم پہنچائی جائیں اور نظام لغت و قواعد میں وہ وسعت آجائے کہ ضرورت پڑنے پر ان سے بہتر طریقہ سے کام لیا جا سکے ، تاہم تغیر صورت لسوئے لسان کا اتنا ضروری اور اہم حصہ نہیں ہے جتنا کہ تغیر معنی - اگر لفظ بنتے ، گھاتے ملتے ، یک جان ہوتے اور مختصر کئے جاتے رہتے مگر اُن کی دلالت میں کوئی فرق نہ آسکتا تو آواز کا اوچ نہ تو لسان کو ثقالت سے محفوظ رکھ سکتا اور نہ وہ کسی ترقی کرنے والی اور استدلال پسند قوم کی ضروریات پوری کرسکتی ، اگر زبانکو مجبور کیا جائے کہ ہر جداگانہ تصور کے واسطے وہ ایک جداگانہ اصطلاح گھڑے ، اگر نیا خیال یا نئے خیال کی ترمیم طالب ہو کہ ایک نیا لفظ لاؤ یا پرانے میں ترمیم کرو تو زبان‌سازی کے کام میں بے انتہا دقتیں پیش آجائیں ، لیکن شکر ہے کہ ایسا نہیں ہوتا - لفظوں کی ہیئت اور اُن کے معنی کا مسئلہ پیش ہوتا ہے تو پرانے مصالح سے نئی کام لینے کی ترکیب ہماری دستگیری کرتی ہے - گفتگو کا ذہنی سرمایہ (یعنی دلالت لفظی) اس کے خارجی اور مسموع سرمایہ (یعنی تغیر ہیئت وصوت) سے بھی زیادہ دماغ کے اشاروں پر چلتا ہے جو لفظ تراشتا اور اُن کے نقش نگار کو درست کرتا ہے - کوئی بھی فقرہ لیجئے اور غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ جیسے اس کے الفاظ میں سے کسی کا بھی وہ تلفظ نہیں رہا جو اُس وقت تھا جبکہ وہ بنا تھا ، اسی طرح اس کے کسی لفظ کے بھی وہ معنی باقی نہیں رہے جس کے لئے وہ پہلے پہل وضع کیا گیا تھا - عالم صوتیات کا دعویٰ ہے اور بجا دعویٰ ہے کہ تاریخ کلام میں ہر ملفوظ آواز چاہے جس آواز سے بدل سکتی ہے - یہی دعویٰ اور کسی قدر صداقت کے ساتھ خیالات کی نسبت کیا جاسکتا ہے جنہیں لفظ ظاہر کرتے ہیں - شاید ہی ایسے دو خیال ملیں کہ جن میں اسقدر بے تعلقی اور تضاد ہو کہ بزرئے تاریخ ایک کا ماخذ دوسرا نہو یا دونوں ایک ہی اصل سے ماخوذ نہوں - اقسام تغیرات صوت کی طرح تنوع دلالت بھی ایک بحر ناپیدا کنار

ھے - تغیرات صوت سے بحث کرتے وقت ھم نے صرف خاص اصول اور بہت ھی اھم عام طریقے بتانے اور اُن کی مثالیں پیش کرنے پر قناعت کی تھی - تغیرات دلالت کی بحث میں بھی ھم اس سے تجاوز نہ کریں گے *

لفظوں کے معنی کا بدلنا کیوں ممکن ہے

اصلی بات تو جس کی وجہ سے لفظوں میں تغیر معنی کی صلاحیت آجاتی ھے وھی ھے جس کی وجہ سے ان میں تبدیل ھیئت کی صلاحیت آجاتی ھے یعنی لفظ اور اُس کے معنی میں کوئی ناگزیر تعلق نہیں ھے اور ایتلاف ذھنی کے سوا کوئی شے اُنہیں ایک ھی رشتہ میں منسلک نہیں کرسکتی-رسمی استعمال اور متکلمین وسامعین کی مفاھمت لفظوں کی دلالت معین کرتے ھیں اور وھی شخص جو انہیں بناتا ھے اس کا بھی اختیار رکھتا ھے کہ انہیں بدل دے اور اپنی مرضی کے مطابق جس طریقے سے اور جتنا چاھے بدل دے - اگر اس اختیار تغیر پر کوئی قید عاید کی گئی ھے تو فقط اتنی کہ لوگوں کو ایک دوسرے کا مطلب سمجھنے میں دقت نہ ھونی چاھیئے - کبھی کوئی لفظ کسی فعل سے اس طرح نہ بدلا جانا چاھئے کہ اس کی شکل و شباھت مفقود ھوکر وہ علامت کے رتبے سے گرجائے اور جولوگ اُسے بولتے رھے ھیں اُسے پہچان نہ سکیں- Eleēmosunē مخفف ھوتے ھوتے اور رنگ بدلتے بدلتے a'ms ھوجائے ، جس کا قایم مقام جرمن میں almosen ، اینگلو سیکسن میں almes اور ھمارے ھجے کے مطابق alms ھے تو مضایقہ نہیں ، اس کی دلالت معنوی میں جو تبدیلی ھوئی ھے یعنی ایک ''احساس رحم و رافت،، کے معنی سے بدل کر اس کے معنی ''جذبۂ رحم ورافت کے عملی نتائج،، ھوجانا کوئی ایسی قابل غور بات نہیں ھے ، یہہ ھماری ھمیشہ کی عادت، یعنی یک قلم معنی بدلدینے، کے بالکل مطابق ھے -لیکن معنی ھمیشہ یک لخت نہیں بدلا کرتے مثلاً ھمارے اس سے ملتے جلتے لاطینی ماخذ لفظ charity کی

صورت اپنی اصل caritas (=dearness) کے بہت ہی قریب قریب ہے مگر اس کے معنی میں جو تبدیلی ہوئی وہ بہت ہی بعیدی ہے - اسی طرح لفظ priest جس کا ماخذ یوناني لفظ presbüteros (an older person =) ہے اپنے اصل مستقر سے بھٹکا تو قریب قریب charity کے برابر چکر لگانے کے بعد نئي شکل میں اور نئے معني لیکر نمودار ہوا - شکل بدلنے کا باعث عضوي ترغیبات ہوئیں - جو لوگ اسے بولتے تھے اُن کے دل میں خیال آیا کہ ہمارے اعضاء کو اس کے تلفظ میں کم محنت پڑے تو اچھا ہے — معنی بدلنے کا سبب ایک تاریخی واقعہ ہوا، وہ یہہ کہ ایک عہدہدار، جو در اصل محض ایک عمر رسیدہ اور تجربہ کار آدمي ہوا کرتا تھا، مفاد نصاریٰ کي حفاظت کے لئے منتخب کیا جاتا تھا - الفاظ کے رنگ بدلنے کي بے انتہا مثالوں میں سے یہہ محض ایسي مثالیں ہیں جو ہر فقرے میں سے جو ہم بولتے ہیں چني جاسکتي ہیں — آؤ دو ایک اور مثالوں پر غور کرلیں جو تاریخ کلام کے ایسے زمانے سے تعلق رکھتي ہیں جسے گذرے صدیاں ہوگئیں اور جو معمولي اعمال الفاظسازي کی بخوبي توضیح کرتی ہیں *

اعمال تسمیہ

ہماري زبان سے جو زبانیں تعلق رکھتی ہیں اُن میں moon (چاند) کے لئے جو نام معین ہیں وہ اس لفظ سے ملتے جلتے ہیں - اس لفظ کا مادہ ہے (मा)mā جس کے معنی ہیں to measure (ناپنا) پس پروئے اشتقاق اس کے معنی ہوئے measurer (ناپنے والا) - یہہ بدیہی حقیقت ہے جو فقط دلچسپ ہی نہیں بلکہ ہمارے آباؤ اجداد کي طرز خیال بھی ظاہر کرتی ہے، کہ ایک خاص معني میں چاند وقت کا ناپنے والا خیال کیا جاتا تھا اور ہمیں معلوم ہے کہ سال کا ادراک ہونے سے پہلے بہت سی قدیم قوموں نے عام طور سے طلوع و غروب ماہتاب اور مہینوں سے وقت کا حساب لگانا شروع کردیا تھا - یہہ اتفاق ہے کہ لاطینی نام luna (جو luc-na کا مخفف ہے) کے معنی the shining one

(چمکدار چیز) ہیں - ان دونوں لفظوں سے یہہ بات منکشف ہوتی ہے کہ ہم نے ایک اصطلاح پر جو در حقیقت ایک عام معنی میں مستعمل تھی ایک من‌مانی قید لگا دی اور اسے ایک خاص چیز کے لئے بولنے لگے ، اور یہہ بھی کہ ایک شے جس میں بہت سی صفات تھیں ہم نے اُن میں سے بے سوچے سمجھے ایک صفت کو لے لیا اور اُسی کی بناء پر پوری شے کا نام رکھہ دیا ۔ کائنات میں تو بہت سے measurers (ناپنے والے) ہیں اور shining ones (چمکدار چیزیں) بھی - اس سیارۂ زمین کی اور بہت سے صفات بھی تو ہیں پھر انہیں دو میں کون سے سرخاب کے پر لگے ہیں کہ ان کی طرف توجہہ کی گئی اور اوروں کا کسی کو خیال بھی نہ آیا ۔ باوجود اس کے یہہ نام بہت اچھی طرح ہمارے مطلب برآری کرتا ہے ۔ صدیاں گذر گئیں اور آج تک کسی نے یہہ نہ پوچھا کہ لفظ moon کے صحیح صحیح کیا معنی ہیں صرف بعض بعض شخصوں کو شوق تحقیقات علمی نے اس طرف مایل کیا - ہمارے لئے تو اس لفظ کا مدلول وہی ہے جسے ہم moon کہتے ہیں ، اور اگر ہم قیامت تک بھی اس سیارہ کا مطالعہ اور اس پر غور کرتے رہیں تو باوجود ہمارے علم میں ترقی ہوجانے کے ہمیں اس کا نام بدلنے کی کوئی وجہہ نظر نہ آئیگی - sun (سورج) کے لئے جو لفظ بولے جاتے ہیں اُن کا قصہ بھی قریب قریب ایسا ہی ہے - عام طور سے وہ اُس کا نام بتاتے enlivener, quickner یا the brilliant or shining one. ہیں - انسان کی معمولی حد نظر کے اندر اندر چاند اور سورج سے بڑھ کر کوئی اور دو چیزیں ایسی نہ تھیں جو ان سے زیادہ عجیب و غریب ہوں اور وسعت زبان کے لحاظ سے جہاں تک ممکن تھا ان کو اسمائے معرفہ سے خطاب کیا جاتا تھا لیکن یہہ ناممکن تھا کہ ہمیشہ اسم معرفہ ہی بنے رہیں ۔ زبان کا کوئی جزو ایسا نہیں جو کسی خاص ہستی یا فعل کے لئے مخصوص ہو - ہر جزو کسی نوع کو ظاہر کرتا ہے اور جب حالات و کیفیات اُس نوع کو متاثر کرتے صرف ایک ہی فرد

باقی رهنے دیتے هیں تو بھی هم اس فکر میں غلطاں و پیچاں رهتے هیں که اس کو کسی طرح وسعت دو - وهی میلان همارے دلوں میں بھی همیشه اپنا کام کرتا رهتا هے جس کی طرف هم پہلے اشاره کر چکے هیں اور جس کے باعث بچے papa اور sky سیکھنے کے بعد یہه سمجھنے لگتے هیں که جن چیزوں کے نام یہه لفظ بتاتے هیں وہ نمونه هائے انواع هیں اور وہ اوروں کو بھی papa اور چھت کو sky کہنے لگتے هیں — اُن کی یہه حرکت اصولاً تو کسی قدر بجا هے لیکن مروجه استعمال زبان کے لحاظ سے نا زیبا — کوپرنکس (Copernicus) نے همیں سکھایا تھا که همارے نظام کا سب سے بڑا مؤکر سورج هے اور زمین وہ مقام نہیں هے جس کے لئے اور جس کے ارد گرد یہه کائنات پیدا کی گئی - اب اس سے همارے دل میں یہه خیال پیدا هوتا هے که ممکن هے که ثوابت بھی همارے نظام کے سے اور نظاموں کے مرکز هوں، ان میں سے بھی هر ایک کو سورج کیوں نه کہو ، اور جیسے هی گالیلاؤ نے دریافت کر کے همیں بتایا که اور گُرے بھی هیں جو مشتری وغیرہ کے گرد گھومتے هیں هم نے انہیں بھی چاند کہنا شروع کردیا - همیں ذرا بھی تامل یا شک و شبه نه هوا که هم سے کہیں کوئی خلاف معمول یا نا واجب فعل تو سر زد نہیں هو رها هے - هر لفظ کے بہت سے مجازی اور منقولی معنی بھی هوتے هیں ، مثلاً یہه ظاهر کرتے هیں که ان so many suns, so many moons سیاروں میں سے هرایک کے اتنے دور - بعض زبانوں میں خود لفظ moon (مثلاًیونانی میں mēn)اور بعض میں اس سے کوئی مشتق لفظ(مثلاً لطینی میں mensis اور انگریزی میں month) عام طور سے اس زمانے کا کام دیتا هے جس کا اندازے اس سیارے کے عرصۂ عروج و زوال سے لگایا جاتا هے اور پھر اس کو قمری سال کے ان معین مگر من مانے حصوں کا نام بتانے کے لئے بھی منتقل کر دیتے هیں جنھوں نے همارے قمری مہینوں کے طبعی طریقے کو نکال کر اسکی جگه خود چھین لی - ایک اور قسم کے مجاز کی بناء پر هم اس شخص کو جو دبدبه اور تیزی و طراری

میں ممتاز ہو sun کہتے ہیں مثلاً Made glorious summer by this *sun* of York – اسکے علاوہ وہ ایک اور مجاز کی بناء پر، جو اب عرصے سے مجاز نہیں سمجھاجاتا اور صاف روز مرہ کی گفتگو میں داخل ہو گیا ہے، sun کو sunlight کے معنی میں استعمال کرتے اور to walk out of the *sun*, to bask in the *sun* وغیرہ بولتے ہیں۔ زیادہ عالمانہ اور اصطلاحی عبارت میں چاند کے لاطینی نام lune یا اسکے مصغر lunette سے مختلف قسم کی چیزوں کے نام ظاہر کئے جاتے ہیں جن کی شکل قدرے قلیل ماہتاب کی ہئیآت مختلفہ سے مشابہ ہے – عوام کی اوہام پرستی نے ان ماہتاب کی ہئیآت مختلفہ سے بعض مظاہر جنون کو منسوب کر دیا – پس اسی لفظ lune کو a crazy fit (دورۂ جنون) کے معنی بھی ظاہر کرنے پڑے اور اس سے بہت سے مشتقات مثل mooner ، mooning، moon-struck; lunacy, lunatic بن گئے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ہماری عام گفتگو پر اس وہم کا کسقدر اثر پڑا *

دلالت الفاظ کے اس لوچ اور معنی الفاظ میں بے حد و حساب گھٹنے بڑھنے کی صلاحیت کی بہت ہی مختلف النوع مثالیں دی جا سکتی ہیں – ان مختلف کاریگروں میں سے جو بے ڈول چمڑیں ایکر گھڑتے یا چکنا (smooth) بناتے ہیں صدیوں پہلے ہمارے جرمانی بزرگوں نے ایک کے واسطے جو دھات کا کام کرتا تھا ایک من‌مانا نام پسند کر لیا اور اسے smith کہنے لگے – اس کے عرصہ بعد جب‌کہ سماج کی ترقی یافتہ حالت نے " خاندانی نام " کی ضرورت پیدا کردی تو اسی " فن شریف " کے لحاظ سے بعض اشخاص نے اپنا خاندانی نام Smith رکھ لیا – پس جیسے کہ لفظ smith کا تعلق اس بہت ہی عام خیال سے ، جو لفظ smooth سے ظاہر ہوتا تھا ، قطع کر دیا گیا اور یہہ لفظ smoothers (چکنانے والوں) کی ایک خاص جماعت کے واسطے مخصوص ہو گیا ویسے ہی اب Smith کا تعلق پیشہ وحرفہ سے بھی نہ رکھا گیا اور اس کی دلالت ان خاص آدمیوں اور ان کے اثاثے کے معنی کے لئے مخصوص کر دی گئی – مگر اس صورت میں بھی یہہ

ایک ایسا مرکز بن گیا جس نے انواع میں وسعت پیدا کر دی - اس نئے نوع میں عام پیشے کے بجائے تعلق خون دار و مدار قرار پایا اور اگرچہ سب smiths (لوہار وغیرہ) Smiths (خاندانی نام) نہیں ہیں مگر اب Smiths کی تعداد smiths سے زیادہ ہے - ہر اسم معرفہ، حتیٰ کہ ہر اسم نکرہ، پتا دیتا ہے کہ وہ محض ایک مخصوص شے یا شخص کا نام تھا اور اسکو تاریخی اسباب عرصۂ وجود میں لائے اور جب اسکے معنی میں تغیر و تبدل کیا گیا تو بھی تاریخی اسباب کو مد نظر رکھا گیا، مثلاً سب سے پہلے شخص کو لفظ قیصر (Cæsar) سے مخاطب کرنے کی وجہ یہہ تھی کہ اس نے اپنے زمان حیات میں ایک ایسا کام کیا تھا کہ جس کی وجہہ سے اسکو اس لقب سے ملقب کیا گیا ، اگرچہ علماء میں یہہ مسئلہ متنازعہ فیہ ہے کہ وہ کام کیا تھا - بعض کا خیال ہے کہ اس کا طریق پیدایش (a Cæso matris utero) غیر طبعی تھا ، بعض کہتے ہیں کہ نہیں اس نے ایک ماری تینین (Mauritanian) ہاتھی (ماری تینین زبان میں ہاتھی کو cæsar کہتے ہیں) مارا تھا - اس کے بعد اسکی اولاد نے یہہ نام ورثے میں پایا ، اگرچہ انہوں نے اس کا کوئی ثبوت نہیں دیا کہ انہیں اس نام سے کیوں مخاطب کیا جائے - پھر ان میں سے ایک کے بے انتہا جلال و جبروت نے اسے ہر اس شخص کا دائمی خطاب بنا دیا جس کے ہاتھہ میں سلطنت روما کی عنان ہو خواہ وہ کسی نسل کا ہو - یہاں سے ایک زقند میں یہہ صرف شہنشاہ (Kaisar) جرمنی تک ہی نہیں پہنچا جس کا دعویٰ ہے کہ اس زمانے میں مین سلطنت روما کا جانشین ہوں بلکہ دور دراز اور وحشی روس کے مستبد شہنشاہ (Czar) کا طرۂ امتیاز بھی بن گیا اور یوں موجودہ یورپ کے دو بہت ہی ممتاز زبانوں میں " شہنشاہ " کا مترادف بن بیٹھا

تغیرات دلالت الفاظ

یہہ مثالیں بذات خود اس کے لئے کافی ہیں کہ ہمیں دکھائیں کہ تغیر دلالت الفاظ کی اہم وجوہ کیا ہیں یعنی اُن خاص اعمال کو

ہے نقاب کردیں جن کے ذریعہ ہر زبان کے بولنے والے اپنے خزانۂ لغات میں جیسے جیسے اُن کی علمیت بڑھتی جائے یاضرورتیں بدلتی جائیں اُس کے مطابق اضافہ یا تغیر وتبدل کرسکتے ہیں - یہہ اعمال اگرچہ ترکیب الفاظ اور تغیر صوت سے کوئی واسطہ نہیں رکھتے مگر ان کا زیادہ تر اثر انہیں پر پڑتا ہے - ہم دیکھتے ہیں کہ جس وقت کسی نئے تصور کو موسوم کرنے کے لئے نام کی تلاش ہوتی ہے تو ہم یاتو اُس تصور کی کسی صفت کو لے کر خواہ وہ باطنی ہو یا خارجی اُس پر اُس کا نام رکھدیتے ہیں اور اُس کے ظاہر کرنے کے لئے ایک عام اور مظہر صفت اصطلاح کے معنی محدود و مخصوص کردیتے ہیں یا کسی مشابہت یا مطابقت کے ذریعہ اس کا رشتہ کسی ایسے تصور سے قائم کردیتے ہیں جس کے لئے پہلے سے نام تراشا جا چکا ہے ، اور اُس نام کے اطلاق میں اس قدر وسعت پیدا کردیتے ہیں کہ وہ نئے تصور پر بھی دلالت کرے - مگر دونوں صورتوں میں یہہ ممکن ہے کہ ہم مدرک کو ایسی صفات سے جن سے کہ پہلے پہل ہم نے اسے متصف کیا تھ محروم اور نئی صفات اس کی جانب منسوب کرکے اُس کے ادراک کو جتنا چاہیں ترقی دیدیں یا اس کی اصلاح کردیں اور یوں اُس مدرک اور دیگر اشیاء میں تعلق پیدا ہونے کے لئے شاہراہ تیار کردیں جس سے ہماری لغت میں اور بھی بہت سی تبدیلیاں ہوجائیں گی - در حقیقت عمل تسمیہ کی بےحد و حساب اقسام انہیں دو بڑی اقسام میں منقسم ہوسکتے ہیں ، یعنی اصطلاحات عام کے اطلاق کو محدود ومخصوص کرنا اور اصطلاحات مخصوص کی تعمیم و توسیع- اس سے پہلے کہ ہم اس عمل کے عام وصف پر کچھہ غور کریں ان میں سے چند اقسام اور اُن کے اثرات کو محک امتحان پر کسنا اور اُن کی توضیح ہم پر واجب ہے - مگر بوقت توضیح ہم بالکل منظم طور پر توضیح کی کوشش نہ کریں گے بلکہ کسی قدر ویسی ہی آزادی سے کام لینگے جیسی آزادی سے کہ مواد گفتگو سے بحث کے وقت لسانیات میں کام لیا جاتا ہے

ایک لفظ کے مختلف معانی

یہہ تو ظاہر ہے کہ لفظوں کے بہت سے معنی معین کرنے سے زبان کے وسائل اظہار خیالات میں بہت ہی بڑا اضافہ ہوجاتا ہے - یہی نہیں ہوتا کہ اس اصطلاح میں پرانے معنی کی جگہ ، جنہیں لوگ بخوبی جانتے ہیں ، نئے معنی پیدا ہوجاتے ہیں بلکہ اُسے نئے نئے معنی استعمال مل جاتے ہیں اور پرانے معنی بھی قایم رہتے ہیں ، مثلاً معلوم ہوتا ہے کہ board درحقیقت broad سے تعلق رکھتا ہے اور اس کے اشتقاق کو مدنظر رکھہ کر صرف وہی لکڑی اس نام سے موسوم کی جاتی تھی جس کی موٹائی سے زیادہ چوڑائی کا خیال ظاہر کرنا مقصود ہوتا تھا - یہانتک تو ہمیں ایک شے مخصوص کی معمولی اور طبعی تاریخ پیدایش ملتی ہے، فقط ایک عام اصطلاح کو اس شے کی ایک صفت ظاہر کرنے کے لئے محدود کردیا گیا ، مگر اس کے بعد دیگرخصوصیات اور انتقال معنی کو دخل دیا جاتا ہے - اسے میز کے معنی میں استعمال کرتے ہیں - اب میز کے لحاظ سے اس کے گونا گوں معنی پیدا ہو گئے — میز پر دسترخوان بچھتا ہے اور ہم دعوت کے board (تختہ) کے ارد گرد بیٹھتے ہیں ، اس لئے اس کے ایک مجازی معنی نکل آئے کہانا یا دعوت اور لوگ بولنے لگے bed and *board* (کھانا اور مکان) کی تلاش ہے یا ہم board (کھانے) کے عوض کام کرتے ہیں - کھانے کے علاوہ میز کے ارد گرد بیٹھکر لوگ اپنا کاروبار بھی کیا کرتے ہیں، پس مجاز واستعارہ نے پھر اپنا کرشمہ دکھایا اور اس کے معنی ہوگئے وہ لوگ جو اس کے ارد گرد بیٹھیں یعنی ٹرسٹیوں اور کمشنروں کی جماعت - اس واقعہ سے محاورات *Board* of Trade, بنے — کشتیوں اور جہازوں or of Commerce, or of Admiralty کا بیرونی حصہ تختوں سے منڈھا ہوتا ہے اس لئے board بالخصوص اس مطلب کے لئے استعمال ہونے لگا - اس استعمال سے کئی مرکبات ناقص بنائے گئے مثلاً over board, aboard - کاغذ بنانے والے نے بھی

اس سے اپنے حرفے کي ایک اصطلاح وضع کرلي - اس کے سامان میں سب سے سخت ، موٹي اور سب سے زیادہ تختے سےماتے ہوني چیز کا نام *board* رکھا گیا- بروئے اشتقاق post ، *pono* from *positum* Latin, I place کے معنی stationed, placed, put (رکھا گیا) کے سوا کچھہ نہیں ، مگر ہم نے اس کے بہت سے معني مقرر کرلئے جن میں آپس میں زمین و آسمان کا فرق ہے - ہم بے تکلف صرف یہی نہیں بولتے as immoveable as a *post* بلکہ یہہ بھی کہتے ہیں to travel *post*-haste - یہہ سب معني انجمن ہائے انسان کي تاریخي نمو کے ساتھہ ساتھہ پیدا ہوتے گئے- سڑک پر posts (چوکیاں) قائم کي گئیں تاکہ مسافر کو سفر اور ڈاک کے آنے جانے میں سہولت ہو - اس سے *post*-coach ، *post*—master اور *post*-age روز مرہ میں داخل ہوگئے - ذرا اس پر بھي غور کرو کہ لفظ head نے دائم مجاز میں گرفتار ہوکر کیا کیا نیرنگیاں دکھائي ہیں - مصرع

ہر لحظہ برنگ دگر آں یار برآمد

بہت سے مرکبات ناقص میں جلوہ گر ہے مثلاً the *head* of a pin, the *head* of a bed, the *head* of a cabbage, the *head* of a household or of a sect , the *head* of a river, a *head* of hair, the *heads* of a discourse, so many *heads* of sheep, to come to a *head* , of one's own *head* , to make *head*-اس ایک لفظ کي تاریخ سےعلم بلاغت کی کل فہرست استعارات و مجازات کے نصف کا حال معلوم ہوجاتا ہے، لفظ court کے اصلي معني پر مجازي معني قریب قریب غالب آگئے ہیں حتی کہ رفع التباس کے لئے ہم بجائے *court* of a castle کے *court*yard بولتے ہیں ، مگر a nobleman of the *court* of a castle the *court* instructs the jury, a case in a *court*, to pay *court* بولنے میں ذرا تکلف نہیں ہوتا اور اس کے مشتقات courtly courtesan اور courtier, courtship , a courtesy, courteous

جو لفظ court کے ایک مخصوص استعمال کو مد نظر رکھکر بنائے گئے ہیں، اُن لوگوں کے طریق آداب بتاتے ہیں جو ایوان ہائے شاہی میں نقل و حرکت کرتے ہیں *

نقل معنی الفاظ

اکثر ایسا ہوتا رہتا ہے کہ لفظ کے مناسب و موزوں معنی مفقود ہوجاتے ہیں اور ایسے متضاد معنی اس سے منسوب کئے جاتے ہیں کہ ادراک کو عام معنی سابقہ اور معنی مابعد میں قطعی لگاؤ ہی نظر نہیں آتا – become میں come موجود ہے مگر to be نہیں ہے، اگرچہ اکثر مواقع پر ہم اس کی جگہ come to be کہہ سکتے ہیں — اس کا be وہ ہے جو befall, beset, bemoan میں پایا جاتا ہے — یہہ be ایک "سابقہ" ہے جو فعل لازم کو متعدی بنا دیتا ہے — become کے اصلی معنی ہیں to come by, to come upon, to get, to obtain, – اس کے معنی کا obtain سے نقل کر کے come to be لیا جانا ایک عجیب وغریب استعمال ہے، مگر اس نقل معنی کا طبعی ہونا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہم اس کے مترادف to get کے ساتھہ یہی برتاؤ کرتے اور he becomes tired کے بجائے he gets tired وغیرہ بولتے رہتے ہیں — اسی اصلی معنی to come upon سے ہم نے ایک قدم آگے بڑھایا اور ایک اور کوچے میں نکل گئے جہاں اس کے معنی to sit well upon, suit ہو گئے، مثلاً ہم کہتے ہیں such conduct dose not be adapted – ان دونوں کے معنی کے تعلق کا پتا *become* one in high position لگانا ان میں سے بہت سے لوگوں کی قوت سے باہر ہے جو اسے بولتے ہیں – اور تو اور لغات بھی ان کو دو جدا گانہ لفظ بتاتی ہیں – اسیطرح kind بہ معنی well-disposed اور friendly اور kind بہ معنی like اور to be fond of بہ معنی like یا a sort of species بہ معنی resembling کے باہمی تعلق کا دریافت کرنا کچھہ آسان

نہیں معنی اگر چہ دونوں معین زبان‌سازوں کے دماغ میں اس خیال کی کہ " مشارکت احساس ہمیں بے انتہا شفیق و مہربان بنا دیتی ہے " کار پردازی کے نتیجے کے سوا کچھ نہیں - خیال تعلق و مشابہت نے طبعاً خیال لحاظ و محبت کی جانب ذہن کو مبادر کیا - بہت سے انگریزی بولنے والوں کے لئے یہہ ایک معما ہے کہ کیوں ایک ہی لفظ second بہ معنی sixtieth of a minute (منٹ کا ساٹھواں حصہ) اور بہ معنی ordinal of *two* (ترتیب اعدادی میں دوسرا) بولا جانے لگا - وجہہ یہہ ہے کہ گھنٹے اور دگری کی مقوتی تقسیم میں سیکنڈوں کا بلحاظ ترتیب دوسرے درجے پر ہونا نظر انداز ہو جاتا ہے اور وہ فعل یہی، جس نے کہ اس خاص تقسیم کی دوسری ترتیب کو second کے نام سے موسوم کیا، اس فعل سے کچھہ کم من مانا نہیں ہے جس نے کہ اسی اصطلاح کو، جس کا ماخذ sequor (I follow =) ہے اور اس لئے اس سے معنی نکلتے ہیں وہ شے جو پہلی کے بعد ہی آئے، سلسلۂ اعداد ترتیبی کے اور اعداد چھوڑ کر محض اس عدد کے لئے مخصوص کر لیا جو پہلے عدد ترتیبی کے بعد فوراً ہی آتا ہے *

ابہام و صلابت معنی

لیکن اس قسم کی مثالوں پر مثالیں دیتے چلے جانا فضول ہے - ہر شخص جانتا ہے کہ لفظوں کا یہہ معمولی اصول اور طبعی وصف ہے کہ اُن کے بہت سے معنی اور محل استعمال ہوتے ہیں اور اکثر ان میں اس قدر فرق ہوتا ہے اور اُن کا تعلق اس قدر بعید کہ لغات نویس جب اس تلاش میں نکلتے ہیں کہ اُن کے ربط باہمی کا پتہ لگائیں اور اُن کی طبعی ترتیب ارتقاء کو بتائیں تو ہمت شکن مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے — شاید ہی کوئی لفظ جسے ہم بولتے ہیں ایسا ہوگا کہ جس کے معنی میں کسی قدر ابہام نہ ہو، ایک ہی معنی رکھتا ہو اور بہت سے معنی پر حاوی نہ ہو - اسی واسطے جب ہم سے کوئی گفتگو کرتا ہے تو اُس کا مطلب سمجھنے کے لئے

سیاق کلام اور عام محل وموقع کو مدنظر رکھکر ہمیں یہہ طے کرنا پڑتا ہے کہ کونسا لفظ کس معنی میں بولا گیا ہے — ہر لفظ گویا تصویر کا ایک خط ہے اور اس کا صحیح مطلب سمجھنے کے لئے تصویر کے جملہ خطوط سے اس کے تعلق کو مد نظر رکھنا ضروری ہے — تحریر یا تقریر میں صفائی بیان اس کا نام ہے کہ ایسی تصویر کھینچی جائے کہ ہر حصے کے معنی آئینہ‌وار صاف اور بے تکلف نظر آئیں اور ذرا بھی غور و فکر کرنا اور محل استعمال سوچنا نہ‌پڑے — ہر فن اور سائنس میں عام طور سے رفع ابہام کا باعث اس کی مخصوص اصطلاحات ہوتی ہیں اور بیان میں ان سے کام لیا جاتا ہے مثلاً کیمیا ، معدنیات اور نباتات میں ذرا ذرا سے اختلافات دریافت کرکے اصطلاحات میں اضافہ اور ان میں باریکیاں پیدا کردیتے ہیں اور یوں روزمرہ کی وہ چیزیں جو عام گفتگو کے مطابق ایک مد میں داخل ہیں الگ الگ مدوں میں تقسیم ہوجاتی ہیں اور ہر مادہ اور صفت ایک نام سے ظاہر کی جاتی ہے جو صرف اُسی مادہ یا صفت کو بتانے کے لئے مخصوص ہے—علم معقولات بھی جب اعمال و وقوف دماغ (cognition of mind) سے سابقہ پڑتا ہے تو یہی کرتا ہے لیکن چونکہ بصورت ادراک موضوعی (subjective apprehension) یہہ ناممکن ہے کہ معنی الفاظ کے لئے ایک مخصوص و غیرمشتبہ معیار مقرر کیا جائے پس صاف طور سے خیالات کا نام مقرر کرنا اور اُن کی تصویح کرنا اس قدر دشوار ہے کہ اگر اس کو محال کہیں تو بجا ہے — علمائے معقولات کے دو گروہ تو دو گروہ حتیٰ کہ ان میں سے دو شخص بھی ایک ہی سی عبارت و الفاظ استعمال نہیں کرتے — اور دقیق مسائل کے بارہ میں کسی معقولی کے آراء و اصول فقط وہی سمجھتا ہے جس نے عرصے تک اور اس کے سارے کے سارے مسلک کا مطالعہ کیا ہے ، کوئی اور نہیں سمجھ سکتا ؛ اس پر بھی ضرور نہیں کہ وہ ہمیشہ ہر بات سمجھ ہی جائے *

مترادفات

جیسے کہ تغیرات دلالت ایک لفظ سے کئی چیزوں کا نام ظاہر کرنے کا کام لیتے ہیں جن میں آپس میں بہت ہی فرق ہوتا ہے اسی طرح

وہ یہہ بھي کرتے ھیں کہ کئی لفظوں سے ایک ھي چیز یا اس سے قریب قریب ملتی ھوئي چیز کا نام ظاھر کرنے کي خدمت لیں – یہہ بھي ایک طریقہ ھے کہ جس سے ذرائع اظہار خیالات میں اضافہ ھوتا ھے اور مترادفات پیدا ھوجاتے ھیں ؛ ان میں سے بعض ایسے نام ھوتے ھیں جو موزوں و مناسب اور بالکل ایک دوسرے کے مطابق ھوتے ھیں ، بعض میں کوئي موزونیت و مطابقت نہیں ھوتي مگر وہ ایک ھي عام خیال کے فرقوں اور پہلوؤں کے مابہ الامتیاز بتاتے ھیں — ھم یہاں صرف اس کي ایک مثال پیش کریں گے مثلاً کسي آنے والي مصیبت کے خیال سے جو کیفیت جسم پر طاري ھوتي ھے اس کے بہت ھي معمولي مظہر کو fear (خوف) کہتے ھیں ، مگر اس کے مختلف درجات و مظاھر کے بھي نام ھم نے رکھہ چھوڑے ھیں اور انہیں terror, dread, alarm timidity, fearfulness, apprehension, panic, tremor, fright وغیرہ سے موسوم کرتے ھیں – ان میں سے ھر ایک کے تعلقات اور دلالتہائے التزامي الگ الگ ھیں ، تاھم مشکل سے کوئي محل و موقع ایسا ھوگا کہ جہاں ایک استعمال ھوا ھو اور ان میں سے کوئي نہ کوئي اسکي جگہ نہ بولا جاسکے ، باوجود اس کے ایسے محل و مواقع بھي آتے ھیں کہ جہاں ان میں سے صرف ایک ھي کا استعمال انسب ھوگا ، اگرچہ کس موقع پر کسے بولنا چاھئے اس کا انتخاب اور انتخاب کے بعد پسندیدہ ھونے کا فیصلہ صرف وھی لوگ کرسکتے ھیں جو معاملات زبان میں بال کي کھال کھینچا کرتے ھیں–جو شخص معمولي طباعي اور قوت تنقید سے بے بہرہ ھے ھر اصطلاح کي خاص دلالت کو بیان اور اس کي توضیح نہیں کرسکتا – گو ایک ھی خیال کے مختلف فرقوں اور پہلوؤں کو ظاھر کرنے کے لئے مترادفات موجود ھیں لیکن یہہ نہ سمجھہ لینا چاھئے کہ مذکورہ صورت یا دیگر صورتوں میں جتنے مترادفات ھیں اتنے ھي فرق ھیں اور اُن سے زیادہ فرق اب نہیں ھوسکتے ، یا ھوں تو اُن سے کچھہ فائدہ نہیں – ممکن ھے کہ ھم کوئي اور زبان سیکھیں اور ھمیں اس کے خزانۂ لغات میں اس جذبے کی مختلف قسموں کے لئے اور زیادہ

محاورات مل جائیں یا اس کی اور شکلیں اس میں بیان کی گئی ہوں جن کو ہم نے نظر انداز کردیا ہو — ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ جو استعمال ایک زبان میں کسی لفظ کے واسطے معین کیا گیا ہے دوسری زبان میں بھی بالکل وہی استعمال اُس لفظ کے لئے مخصوص ہو جو اُس سے ملتا جلتا ہے ، ہمیشہ ایک کا ترجمہ دوسرے سے ہوسکتا ہو — ایک ہی مفہوم کے لئے ایک زبان میں ایک لفظ ہے تو دوسری میں دوسرا اور پھر ایک دوسرے کے مفہوم کو کامل طور سے ظاہر کرنے سے قاصر — خوف کے مختلف فرقوں کی در اصل کوئی انتہا نہیں ہے ، ان کا دارومدار ان امور پر ہے کہ بلحاظ جسمانی ساخت لوگ اس احساس سے کس کس طرح متاثر ہوتے ہیں اور ان کی عادت اور وصف ذاتی میں کیا کیا فرق ہے کہ جس کے مطابق یہہ احساس افعال مختلفہ سرزد ہونے کا باعث ہوتا ہے — یہی وجہہ ہے کہ ایک آدمی دوسرے کا مطلب من و عن جیسا کہ وہ سمجھانے کی کوشش کرتا ہے نہیں سمجھتا خواہ وہ استعمال الفاظ میں کیسی ہی احتیاط کیوں نہ کرے —زبان کی اس ناقابلیت سے کہ وہ تصورات ذہن کو کامل طور سے ظاہر نہیں کر سکتی ہمیں ہر قدم پر سابقہ پڑتا ہے — ہر شخص کی روح ایک راز سر بہ مہر ہے جس کی تہ تک دوسرا آدمی نہیں پہنچتا - علامات کا بہت ہی کامل نظام یعنی وہ ترقی یافتہ زبان جس کا خزانہ الفاظ سے مالا مال ہے فقط جزوی طور سے افہام مطالب میں کام دیتا ہے - یہہ ایک باہمی من سمجھوتہ ہوتا ہے جس کے کمال کے درجے کا حصر مضمون زیر بحث پر اور سامع کے متکلم کی اخلاقی و دماغی کیفیت کے وقوف پر ہوتا ہے *

ایک ہی لفظ کی ہیآت مختلفہ

اکثر ایسا ہوتا رہتا ہے کہ اختلاف صوتی شکل آکر اختلاف دلالت کی مدد کرتا ہے مثلاً وقت کے اُس ذرا سے حصے (minúte) کو جس کے سے ساٹھہ حصوں کا ایک گھنٹہ ہوتا ہے ہم minute (min-it) کہتے

هیں — of اور off ایک هي اینگلوسیکسن لفظ کی جداگانه انگریزي شکلیں هیں – ثاني الذکر میں قدیم حرف جر کي پوري کي پوري دلالت موجود هے مگر اول الذکر کي دلالت بہت هي محدود کي گئي اور وسیع بھي – can لفظ ken (to know) کي ایک شکل هے اور یورپئے اشتقاق اس کے معني هیں to know how (جاننا کیوں کر) زبان‌سازوں نے لاکھ پیکن سے برسوں پہلے یہہ بات تاڑلي کہ " علم ایک قوت هے " — هم ان کو چاهے جو کچھہ سمجھیں اور چاهے جس معني میں استعمال کریں لیکن worked اور ought; wrought owned اور owed, بلحاظ عناصر ترکیبي ایک هیں – اس سے بڑھکر اختلاف معني also اور as میں قایم هوگیا – genteel, gentle اور gentitle سب کا ماخذ لاطیني لفظ gentilis هے جس کے معنی فقط pertaining to a *gens* or race هیں – یهي حال legal کا هے ، ان میں سے sure, secure ; frail, fragile ; leal, loyal پہلے الفاظ تو براہ راست لاطینی سے لئے گئے هیں اور اوروں کے ماخذ بگڑے هوئے فرانسیسي الفاظ هیں — corps; manure, manoeuver think, thank ; corpse بھي اسي زمرے میں شامل هیں – علاوہ ان کے اور بھي بہت سے لفظ هیں جو بآساني پیش کئے جاسکتے هیں *

مادي اصطلاحات سے روحاني اصطلاحات کا وضع کیا جانا

جو مثالیں اس سے قبل گذر چکي هیں ان میں سے بہتوں سے ظاهر هوتا هے کہ مادي اصطلاحات سے بذریعہ " نقل " روحاني اصطلاحات بنائي گئي هیں – یہہ طریقۂ نقل زبان میں اس قدر اهمیت رکھتا هے کہ همیں اس سے زیادہ تشریح و تفصیل کے ساتھہ بحث کرني چاهئے – اسي سے هماري ساري کي ساري ذهني ، اخلاقي اور مجرد افکار کے لئے لغت بني هے – اگر هم اس کے هر لفظ اور مرکب ناقص کي تاریخ ابتداء تک تلاش کر سکیں تو معلوم هوگا کہ ان کا مدلول دراصل کوئي نہ کوئي مجسم اور مدرک بالاحساس شے تھي ، اور ان کا موجودہ استعمال محض نقل کا نتیجہ هے جس کي بنیاد محض اس پر رکھي گئي هے کہ هم نے مادي افعال اور ذهني افعال یا ان کے نتائج کے

درمیان ایک گونہ مشابہت تسلیم کرلی ہے — جو اصطلاحات ابھی معرض بحث میں آچکی ہیں آؤ اُن میں سے چند پر غور کریں — abstract (مجرد) کے معنی ہیں dragged away, drawn off ، concrete (شے مجسم) کے معنی ہیں grown together, compacted into something substantial یعنی وہ شے جو کسی شے کے نیچے ہو اور جو چیز کسی چیز کے نیچے ہوتی ہے وہی اس کی بنیاد ہوتی ہے— spirit (روح) breath (سانس) کو کہتے ہیں — Intellect ایسے فعل سے مشتق ہے جو ظاہر کرتا ہے to gather or select, to choose between, (جمع کرنا یا انتخاب کرنا — دوچیزوں مین سے ایک کو پسند کرنا) apprehend کے لغوی معنی ہیں to lay hold of (پکڑنا) اور ہم اب بھی اسے اسی معنی میں بولتے ہیں مثلاً اس فقرے میں the officer apprehends the felon (افسر چور کو پکڑتا ہے) لیکن زیادہ تر ہم اس کو ذہن کے سامنے جو چیزیں قبول کرنے کے لئے پیش کی جاتی ہیں اُن کے پکڑنے یا قبضہ کرنے کے لئے بولتے ہیں بلکہ apprehended calamity (آنے والی مصیبت) بھی بولا جاتا ہے — گویا ہمارا خیال اس مصیبت تک پہلے ہی پہنچ گیا اور اُس نے اس پر قبضہ کرلیا جو ابھی تک ہم پر نازل نہیں ہوئی یا ممکن ہے کہ نازل ہی نہو— companionship in suffering (مصیبت میں ساتھ ہونا) کے لئے یونانی کا ایک عمدہ لفظ sympathy ہے لیکن اگر ہم کہیں کہ دو زخمی جو پاس پاس چارپائیوں پر پڑے ہیں ہمدردی کرتے ہیں (sympathise) تو اس کے یہہ معنی نہیں کہ ہم ان کی جسمانی تکلیف کی طرف اشارہ کرتے ہیں بلکہ ہمارا مقصد اُس بے غرضانہ جذبی emotional تکلیف سے ہوتا ہے جس میں ہرشریف دل جب دوسرے کو مصیبت میں دیکھتا ہے تو اپنی مصیبت بھول کر مبتلا ہوجاتا ہے — poasess کے معنی ہیں to sit by, to beset (گھیر لینا، پاس بیٹھنا)— اگر ہم مرکب ناقص I propose to discuss an important subject کی اصطلاحات کے لغوی معنی نہ بھول گئے ہوتے تو یہہ مجازات کا ایک بے معنی مجموعہ

هوتا کیونکہ propose کے معني (سامنے رکھنا) ، discuss کے معني (هلاکر ٹکڑے ٹکڑے to shake to pieces کر ڈالنا) ، subject کے معنی (نیچے پھینکی گئي) thrown under یعني کوئي بات جو همارے سامنے پیش کی گئي هو ، اور important کے معني carrying within (حامل بالذات) هیں یعني اس کےاندر کوئی شے ہے، وہ خالي یا بیکار نہیں ہے *

هماري زبان کے لاطیني حصے پر نظر ڈالي جائے تو هم نہایت آساني اور کثرت سے اس مضمون کے متعلق مثالیں پیش کرسکیں گے، کیونکہ هماري لغات افکار مجردہ کا بہت بڑا حصہ لاطیني هي سے لیا گیا ہے، مگر یہہ نہ سمجھنا کہ جرماني الفاظ میں یہہ بات نہیں پائي جاتی، ان میں اس قسم کے معني کي کمي نہیں - همارا عام ترین لفظ understand ایک عجیب وغریب اور مشکل مجاز کي مثال پیش کرتا ہے کسی چیز کے نیچے کھڑا هونا (to stand beneath) یا شاید under کے قدیم معنی کے لحاظ سے درمیان میں کھڑا هونا (to stand in the midst of) گویا ہے گویا اس چیز کو مدنظر رکھتے هوئے ایسے موقع کي جگہ پر کھڑا هوجانا ہے جہاں سے اس کے اسرار کا هماري نظر سے پوشیدہ رهنا ناممکن ہے-get کے بالکل برعکس forget ہے ، اس کے معني هیں fail to get (نہ پاسکنا یا هاتھہ آکر پھر هاتھہ سے نکل جانا)، زبان ثاني الذکر معني کے لئے اس پر قبضہ کرلیتي ہے لیکن ایک من مانے طریقے سے اس کے اطلاق کو محض خیالی قبضے تک محدود کردیتی اور اس مرکب سے وہ فقط ''حافظے سے کھوجانا،، (to lose from memory) ظاهر کرتی ہے - میں سبق لیتا هوں اور جب کسی نا گوار واقعہ کے باعث وہ میرے اختیار سے باهر هو جاتا ہے تو اسے بھول جاتا هوں forgive - (I forget) کی بھی قریب قریب یهي تاریخ ہے اس کے اصلي معني هیں چھوڑ دینا (give up) جب میں از راہ کرم اپنے مقروض کو رقم قرض دے ڈالتا هوں تو میں اپنا قرض معاف کرتا هوں (I forgive) یہہ ترکیب اب قدیم و متروک ہے) — اسي طرح مھں قصور وار کا قصور معاف کرتا هوں(I forgive)

جبکہ میں اس کو فرض تلافي سے اپني خوشی سے آزاد کردیتا ہوں یعنی سزا کا مطالبہ نہیں کرتا — ہم جو آج قصور وار کو معاف کرنا اور قصور معاف کرنا (forgive) بولتے ہیں یہہ در اصل فقرے کي ناقص ترتیب سے عرصہ وجود میں آگئے — یہہ غلطي ہم نے صرف اسی لفظ کی نسبت نہیں کي بلکہ اور الفاظ بھي ایسے ہیں کہ غلط ترتیب کي وجہ سے اُن کي کے نقلي معني پیدا ہوگئے مثلاً please اور like — پہلے ہم یوں بولا کرتے تھے if you like, if you please یعني حتیٰ کہ ہم بھول گئے کہ if it like you, if it please you یہاں ایک ایسے فعل کا مفعول ہے جس کا استعمال تنکیري ہے ، اور اس کو فاعل سمجھہ کر if I please اور if they please بولنے لگے — reproach کے ٹھیک ٹھیک معني ہیں to approach again مگر یہاں بھي وھي کیفیت ہے ہم اس کے معني لیتے ہیں کسي شخص کے سامنے وھي معاملہ پیش کرنا جسے وہ بھول جانا پسند کرتا ہے ؛ حتیٰ کہہم نے اسکے اشتقاق سے چشم پوشي اور ''خطا،، کو اسکا ''مفعول شے،، اور خاطي کو ''مفعول شخص،، تسلیم کرکے یوں بولنا شروع کیا : Befall —I reproached to my friend his fault کے معني ہیں fall upon لیکن اگر کسي بد قسمت کا مکان گرپڑے اور وہ اس کے نیچے دب کر چکناچور ہوجائے تو ہم مکان کا ذکر نہیں کرتے بلکہ صرف حادثہ کا ذکر کرتے اور کہتے ہیں کہ اُس پر مصیبت پڑي (befallen) – Right کے معني straight, direct ہیں ، wrong کے wrung اور twisted، queer کے crosswise – یہي کیفیت اس قسم کے تمام الفاظ کي ہے *

تقلیل معني الفاظ

الفاظ کي ایک بڑي اور اہم قسم ہے جو ایسے الفاظ پر مشتمل ہے جن کے معنی کي تاریخ نشو و نما ظاہر کرتی ہے کہ ان میں مادہ کا خیال تو اب بھی قدرے قلیل موجود ہے یعنی بذریعہ نقل ان کے معني محسوس

اشیاء سے بدل کر ذھنی افکار تو نہیں ھوئے مگر اُن کی دلالت میں فرق آ گیا یعني ان کا وہ رنگ جس سے وہ پہچانے جاتے تھے ھلکا پڑگیا- ان کے مادي ھونے کا خیال جاتا رھا اور ان کے اوصاف کو چھوڑ کر ان کے تعلقات پر نظر جم گئي - مثال کے طور پر حرف جر of کو لیجئے ھم ابھي کہہ چکے ھیں کہ بہت عرصہ نہیں ھوا کہ اس کي اور off کی شکل و معني میں کوئی فرق نہ تھا ، off میں اب بھي اس کے صاف مادي معني یعني "نقل مکان" باقي ھیں ، اس کے معني ھیں from forth from, away from مگر of میں ھم نے اس کے اصلي خیال کو گھٹا کر جس سے نقل و حرکت ، ترکیب اور ماخذ ظاھر ھوتا تھا محض بہت ھي عام اور غیرمعین خیال رھنے دیا جس سے قبضہ ، الحاق اور تعلق ظاھر ھوتا ھے - ھم top of the mountain (پہاڑ کی چوٹي) بولتے ھیں حالانکہ چوٹي پہاڑ سے الگ (off) نہیں بلکہ پہاڑ پر (on) ھے - ھم father of the boy (لڑکے کا باپ) بولتے ھیں اور ھم son of the man (اس آدمي کا بیٹا) pride of birth (غرور حسب و نسب) sword of steel (فولاد کي تلوار) the time of Moses (عہد موسیٰ) the city of Athens (شہر ایتھنز) وغیرہ بولتے ھیں - for جس کا ماخذ fore بہ معني in front of ھے وہ بھي اس سے بہت ھي ملتے جلتے اعمال کا معمول رھا ھے - also (eal-swa اینگلوسیکسن) all اور so سے بنا تھا جس کے معني تھے in just that way, in like wise, altogether thus مگر اب دوسرے مرکب ناقص کي مخفف شکل likewise کي طرح یہہ ایک واقعہ میں جو پہلے بیان ھو چکا ھے ایک اور واقعہ کا محض اضافہ کرتا ھے ، اس کي حیثیت ایک رابطہ سے زیادہ نہیں رھي- یہہ پہلے ھي بیان کیا جا چکا ھے کہ as اسي لفظاکي ایک بگڑي ھوئي شکل ھے ، صرف اس کے معني اسم اشارہ سے بدل کر اسم موصول ھوگئے - وہ فعل ادراک جو he is great (یعني he is as good as he is in that degree good in which degree or manner, he is great

کے سے مرکب ناقص میں پہلے as کو سمجھتا ہے کہ بطور اسم اشارہ استعمال ہوا اور دوسرے کی نسبت کہتا ہے کہ بطور اسم موصول اس فعل سے کچھہ کم من‌مانا نہیں ہے جو کہ the merrier in what degree more, in that degree (یعنی the more, (merrier میں پہلی the کی نسبت کہتا ہے کہ بطور اسم موصول استعمال ہوئی ہے اور دوسری کی نسبت کہتا ہے کہ بطور اسم اشارہ – ان سب الفاظ موصول کا ماخذ ایسا ہی ہے جو اجزائے فقرہ کو ایک رشتہ میں منسلک و منظم کرتے ہیں اور جملات کو ایک غیر مربوط مجموعہ نہیں رہنے دیتے ، رفتہ رفتہ اُن لفظوں کے معنی بدل گئے جو حقیقۃ اسم اشارہ یا استفہام کا کام دیتے تھے – I knew *that* he was ill فقرات ذیل کی بدلی ہوئی صورت ہے I knew *that* یا he was ill; I knew *that* thing: *viz.* he was ill. We saw the man *who* did it. We saw the man بدل ہے Who did it? we saw the man کا – پرانے تاریخ (of whom the enquiry is made) who did it اور than then ایک‌ہی ہیں–کسی زمانے میں than I he is mightier یوں لکھا جاتا تھا I –he is mightier then (that is next after him) or مخفف صورت ہے and – کی other کے لغوی معنی ہیں against جس کی سادہ تر صورت again بھی کایا پلٹ کر قریب قریب حرف ربط ہی کا کام دینے لگی – ہمارے حروف تنکیر بالکل حال ہی میں بنے ہیں – a یا an اسم تعداد one ہے اور the اسم اشارہ that – کچھہ عرصہ ہوا ہم بتا چکے ہیں کہ کیوں کر لفظ head افراد کے لئے استعمال ہونے لگا – قصاب twenty head of sheep بولتا ہے اور اس انداز سے گویا جانور کا یہہ حصہ جسم کوئی حقیقت ہی نہیں رکھتا – لفظ hand بھی اسی طرح مستعمل ہے– the head carpenter and کے معنی اگر ایک " بریاروسی " * آدمی his twenty *hands* نہیں ہیں تو گیارہ آدمی تو ضرور ہیں لیکن ہمارے رواج کے

یونانیوں کا ایک دیوتا جس کے سو ہاتھہ تھے بریاروس کہلاتا تھا (مترجم)

مطابق اُس سے ۲۱ آدمي مراد هين - اور تو اور لفظ body پر بهي جس سے خاص طور سے خيال جسمانيت پيدا هوتا هے، روحانيت کا رنگ چڑھا ديا گيا جيسا کہ anybody; somebody; if a *body* meets a *body* وغيرہ سے پايا جاتا هے - يہہ کہنا کہ *nobody* was present يا not a soul was there برابر هے اور درست بهي ، خواہ کتني هي لاشيں يا چرندے يا فلزي ، سيالي يا هوائي اجسام کيوں نہ هوں - فعل grow کے ٹھيک ٹھيک معني to change from smaller to larger, to increase هيں ليکن هم اکثر اس کے سيدھے سادے معني تدريجي ترقي کے ليتے هيں يعني becoming ، اور to grow thin or small, to grow tired بولتے هيں - اسي عمل کو زيادہ وسعت دينے سے اُس فعل کے ، جو هماري زبانوں کے سارے خاندان ميں در اصل to grow (سنسکرت bhŭ (भू) يوناني phüō) معني رکھتا تھا ، معني بهتوں ميں becoming سے being هوگئے - لاطيني کا fui اور همارے be اور been اسي سے نکلے هيں - در حقيقت همارا فعل to be ، جس سے کسي شے کا وجود ظاهر هوتا هے اور جو سب لفظوں سے زيادہ جسم سے مبرا اور رنگ آميزي سے پاک هے ، يعني محض فعل اور فاعل کے درميان ايک رابط هے ، کئي افعال کي باقيات سے بنا هے جو کسي زمانے ميں صاف طور سے مادي دلالت رکھتے تھے - جيسا کہ ابهي بتايا گيا be اور been سے growing کا ، dwelling سے were اور was کا sitting سے are, is, art, am اور abiding کا خيال وابستہ هے - موجودہ فرانسيسي زبان کے اس سے ملتے هوئے فعل کي تهوڑي بهت کمي لاطيني کے stare (to stand=) سے پوري کي گئي هے (être, étais, éte) *

وضع مرکبات ناقص

زبان کے بولنے اور بنانے والوں نے صرف چند الفاظ کو اُن کے مادي معني هي سے معرا نہيں کرديا جس سے کسي زمانے ميں وہ ممتاز

مفتخر تھے بلکہ دو یا زیادہ الفاظ سے مرکبات ناقص بھی بنا ڈالے اور اُن کو اُن معنی میں استعمال کرنے لگے جن کو اُن لفظوں کے عام اور صحیح صحیح معنی سے کوئی واسطہ ھی نہیں جن سے وہ بنائے گئے ھیں مثلاً ھم کہتے ھیں an event *takes place** or *comes to pass*; a young man *turns out* ill; his foibles are tellingly *hit off* or *taken off*; though they had seriously *fallen out*, they *made up* their quarrel, and a good understanding was *brought about* between them وغیرہ وغیرہ۔ جیسے یہہ مرکبات ناقص ھیں ایسے ھی زبان کے ھر حصے میں بکثرت ملتے ھیں اور اُن کے مجازی اور لغوی معنی میں ھر قسم اور درجے کا بعد ھے۔ بعض تو ایسے ھیں کہ اگر ذرا سا غور کیا جائے تو معلوم ھوجاتا ھے کہ اس مجاز یا استعارے کی وجہ سے موجودہ استعمال میں اُن کے یہہ معنی معین کردئے گئے، اور بعض میں "نقل" اس قدر بعیدی ھے اور اُس کے بعض اعمال ایسے سریع اور دقیق ھیں کہ ھوشیار سے ھوشیار محقق بھی نہیں بتا سکتا کہ یہہ کیوں کر واقع ھوئی — یہہ امر بخوبی روشن ھے کہ مرکبات ناقص کو ھماری زبان کے محاورات میں کس قدر دخل ھے — استعمال صرف یہی فیصلہ نہیں کرتا کہ ھرلفظ کی دلالت کیا ھوگی بلکہ یہہ بھی کہ اور لفظوں کے ساتھہ یہہ کیونکر استعمال ھوگا تاکہ محض افہام مطلب کے علاوہ اور اغراض بھی حاصل ھوجائیں یعنی بلاغت، فصاحت، زور *

وضع اشکال

جیسا کہ گذشتہ لیکچر میں دکھایا جا چکا ھے وضع الفاظ بذریعۂ ترکیب وضع مرکبات ناقص سے بہت ھی مشابہ ھے — وضع الفاظ بذریعۂ ترکیب

---

* اس کے لفظی معنی ھیں "جگہ لینا"، مگر محاورے میں "ظہور پذیر ھونا" کے معنی دیتا ھے — اُسی طرح دیگر امثلہ میں چھپے ھوئے الفاظ کے لغوی اور مجازی معنی میں فرق ھے (مترجم)

کیا ہے فقط اُن عناصر کا ظاہری طور سے اور باقاعدہ ملادیا جانا جن کو ہمارا ذہن پہلے ہی سے ملاکر شے واحد بنا چکاہے- take place کے دونوں لفظوں کے جداگانہ اور ممیز معنی کا ہمیں بالکل اسی طرح کبھی خیال نہیں آتا جسطرح کہ لفظ breakfast کے دونوں لفظوں کا - یہہ ایک اتفاقی امر ہے کہ ہم breakfasted بولنا روا رکھتے ہیں لیکن it takeplaced نہیں بولتے ، اس کی اس سے معقول تر کوئی وجہ نہیں کہ یہہ محض آئین و رواج کی مطلق العنانی ہے - hit off اور take on ویسے ہی خیال واحد پر دلالت کرتے ہیں جیسے doff (مشتق از do off) اور don (مشتق از do on) اگرچہ شاید کبھی ایسا نہ ہوگا کہ ہم اول الذکر دونوں کو ملاکر ایک لفظ بنالیں جیسے کہ ثانی الذکر دونوں ہیں - یہہ امر محتاج بیان نہیں کہ خارجی شکل الفاظ سے دلالت الفاظ زیادہ اوچ دار ہے جس کا دعوی ہم اس سے پہلے بھی کرچکے ہیں — اگرچہ اب ہماری زبان سے منفرد عناصر سے نئے الفاظ بنانے کی عادت جسے ہم "قوت" سے موسوم کرتے ہیں مفقود ہوگئی لیکن یہہ منفرد عناصر کو ملانے اور یک جان کرنے پر اب بھی کچھہ کم قادر نہیں *

لیکن وضع اشکال میں وہی عناصر ترکیبی کے معنی میں تخفیف کرنا ، وہی ممیز ومادی دلالت کو خارج کرکے اُس کی جگہ اُس دلالت کو دینا جوکہ تعلق اور ترکیب سے علاقہ رکھتی ہے بطور جزولازمی شامل ہے جس کا ذکر ہم تاریخ الفاظ منفرد کی توضیح کرتے ہوئے کرچکے ہیں— lively, godly اور homely وغیرہ کے ly کے معنی اب like نہیں رہے اور fully اور mostly وغیرہ کا ly تو اور بھی اصل سے دور جا پڑا ، lordship کے ship میں منفرد لفظ shape اپنی دلالت کی وجہ سے اتنا نہیں پہچانا جاتا جتنا کہ شکل کے باعث ، حتی کہ healthful اور cheerful کے full سے بھی full of کے معنی بدلکر characterised by اور possessed of ہو گئے لیکن اب تک جتنے مرکبات ناقص بیان کئے گئے اُن کے علاوہ اور بھی ہیں جو وضع اشکال سے زیادہ مشابہت اور گہرا تعلق رکھتے ہیں - جیسا کہ ہم پہلے بتاچکے ہیں

loved کی d ناتمام did سے نکلی ہے – بروئے اشتقاق I loved کے معنی ہیں I did or performed a loving — ایک منفرد لفظ سے بدلکر d ایک عنصر ترکیبی بن گئی جس کے love سے ملنے سے صدور فعل بزمان گذشتہ ظاہر ہوتا ہے اور پھر اس love سے اسے جو تعلق ہے اس نے اس کے جداگانہ معنی اور قوت کو زائل کردیا اور اس کا کام اتنا رہ گیا کہ ''زمانہ،، میں ترمیم کرے– I loved در حقیقت I did love کا مترادف ہے ، دونوں ایک ہی قسم کے عناصر سے بنے ہیں اور منطق و استدلال کی رو سے ایک ہی حیثیت رکھتے ہیں – وہاں did اُسی غرض کے لئے رکھا گیا ہے جس غرض کے لئے یہاں d رکھی گئی ہے جو مدتوں سے اُس کی قایم مقام چلی آتی ہے– did خیال بھی وہی ظاہر کرتا ہے جو d' جو کہ ایک عنصر ترکیبی ہے؛ اور جس لفظ کے ساتھہ لگایا جاتا ہے اس کے ''زمانہ،، میں ترمیم ہو جاتی ہے ؛ اُس کے سوا اس کا کوئی اور استعمال نہیں — بروئے قواعد ابھی تک یہہ ایک الگ لفظ ضرور ہے مگر اس کے یہہ معنی نہیں کہ ان دونوں مترادفات کے معنی میں کوئی فرق ہے اگر کچھہ فرق ہے تو فقط شکل و شباہت کا – یہی حال have کا ہے جس سے ہم دیگر صیغ ماضی بناتے ہیں اور جس کی قدیم دلالت possession ہے — باسانی سمجھہ میں آسکتا ہے کہ I have my arms stretched out کیونکر I have stretched out my arms ہوگیا ، یا کیونکر لوگوں نے مان لیا کہ مفعول پر اُس حالت میں جو اسم مفعول بتاتا ہے قابض ہونے کا اعلان مفعول کے مذکورہ حالت میں رکھنے کے تکمیل یافتہ کام کو کافی طور سے ظاہر کررہا ہے جیسا کہ he *has* put on his coat ; they *have* finished their work ; we *have* eaten our breakfast سے عیاں ہے – درحقیقت زمان حال میں قابض ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ زمان گذشتہ میں ایک فعل کا صدور ہوا اور اگر ہم have کو صرف انہیں صورتوں میں استعمال کرتے جب صریحا ایسی

دلالت موجود هوتي تو جن عبارتوں میں اسے استعمال کرتے وہ محض
مرکبات ناقص هوتیں ، لیکن جب که هم دلالت زمان گذشته کو وسعت
دے کر اسے هر صورت و حالت کے لئے استعمال کرتے هیں جیسے که
he *has* lost his breakfast; I *have* discharged my servant;
we *have* exposed his error, جن میں قبضه کا خیال قطعي
نهیں که اس سے دلالت زمان ماضی پیدا هو ؛ یا بصورت افعال لازم
you *have* been in error; he *has* come from London;
they *have* gone away وغیرہ ، جن میں have کے لئے کوئي
مفعول صدور فعل کے لئے نهیں اور جهاں محض حالت ظاهر کي جاتي هے
نه که فعل ، اور قیاساً you *are* been, he *is* come اور
they are gone صحیح ترهیں (کیونکه جرمانی میں صرف یهي صحیح
هیں) تو have منفرد کلمه نهیں رهتا فقط ایک عنصر ترکیبي هو جاتا
هے — اسي لفظ سے هم کبهي کبهی تعدیه بنانے کا کام هي لیتے هیں
جیسا که ذیل کے مرکبات ناقص میں — I will *have* him well
whipped for his impertinence; he has his servant wake
him every morning — اس کے علاوہ هم اسے زمان آیندہ میں واقع
هونے والے فعل کي علامت بهي بنا ڈالتے هیں جس سے یهه معني بهي
نکلتے هیں که فاعل کام کرنے کے لئے مجبور هے جیسے I *have* to go to
him directly - یهه امر محتاج بیان نهیں که موجودہ یورپي
زبانوں میں جو لاطیني سے نکلي هیں صیغ مستقبل اسي مرکب ناقص
کے ذریعه بنائے جاتے هیں اور اُن کے معنی صرف اتنے لئے جاتے هیں که
زمان آیندہ میں کوئي فعل صادر هوگا مگر فاعل اُس فعل کے کرنے کے
واسطے مجبور نهیں هے - همارے I shall love کي کیفیت یهی هے
کیونکه I shall کے ٹهیک ٹهیک معنی I am under obligation;
هیں ، اور he will کا I owe بهي will اور intent, wish
کي جانب خیال کو مقبادر کرتا هے گو اب یهه determination
بالعموم محض بطور علامت مستقبل هی مستعمل هے - اینگلو سیکسن

میں زمانہ مُستقبل نہ تھا اور لوگ حال کو حال و استقبال دونوں معني میں بولنے کے عادي تھے – ہم نے اپنی موجودہ زبان میں کثرت سے مترادفات تراش لئے ہیں جن سے صدور فعل بزمان آیندہ ظاہر کرتے ہیں – I will go ; I shall go کا ذکر پہلے ہي آچکا ہے ، ان میں سے ہر ایک کو محض صدور فعل بزمان آیندہ یا دلالت " صورت " (mood) کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے — ان کے علاوہ یہہ اور ہیں : — I have to go ' جو قریب قریب I am to go کا مترادف ہے ' I am going to go, I am on the point of going, I am about to go ان میں سے آخري دو آیرستانیوں کے محاورہ I am after going سے ملتے ہوئے ہیں جسے وہ I have gone کي جگہہ بولتے ہیں – ان مرکبات ناقص سے واضح ہوتا ہے کہ جس زبان میں لوچ ہے اور اس کا خزانہ لغات سے مالا مال اس میں کس آساني سے ذرائع مل جاتے ہیں ، کیسے کیسے مرکبات ناقص تراشے جاتے ہیں ، اور کیوں کر من مانے طریقے سے چند کو دن رات بولنے کے لئے منتخب کرلیا جاتا ہے *

حرف جر to ' جو بطور علامت مصدر استعمال ہو تا ہے، ایک مختلف قسم کے محض ایک ترکیبي لفظ کي مثال پیش کرتا ہے – مصدر در اصل اور صحیح صحیح طورسے دیکھا جائے تو ایک اسم ہے اور بہ حیثیت اسم موقع اور محل کے لحاظ سے ہر حرف جر کا معمول ' لیکن ہماري زبان کا موجودہ استعمال اس قسم کي آزادي ترکیب کا مانع ہے اور اس نے to کو مصدر کا ہم زاد بنادیا — پہلے پہل to صرف وہیں استعمال ہوتا تھا جہاں اس کي دلالت صحیح ہوتي تھي مثلاً I am here *to* help him یعني in order to the helping him یا lawful for him to eat یعني لیکن اب to the eating کوئي ذرہ بھر بھي اس کا پاس و لحاظ نہیں کرتا اور ہر انگریزي بولنے والے کے ادراک کے لئے to فعل کي ایسي ہي من مانی اور معرا از دلالت علامت ہے جیسا کہ جرمن لفظ essen کا لاحقہ en یا لاطیني کے edere کا re *

لیکن ایک اور قسم کے الفاظ کی مثال حرف جر of ہے جس کا ذکر آچکا ہے۔ یہ الفاظ بروئے قواعد فقرے کے مستقل عناصر کا رتبہ رکھتے ہیں لیکن بروئے استدلال عناصر ترکیبی کے ہم پلہ ہیں۔ crown *of* gold کا of مترادف ہے۔ golden crown کے لاحقہ صفت en کا اور the son *of* the king کا of مترادف ہے the king's son کے لاحقۂ اضافی 's کا *

ہم نے الفاظ کی اس قسم پر اسلئے زیادہ توجہ کی کہ وہ تاریخ لسان میں اہمیت رکھتے ہیں۔ کلام کے ایسے دھندلے اور ادھورے حصے جیسے کہ an اور the ہیں یا ایسے ملتبس اجزائے ترکیبی جیسے کہ do اور have یا to اور of ہیں ارتقائے زبان کا نتیجہ ہیں۔ ان کا رواج دو باتیں ظاہر کرتا ہے، ایک، خاص رجحان جسے "ترکیبی" کہتے ہیں؛ دوسری، کم و بیش ایک ایسی خصوصیت جو ان زبانوں میں پائی جاتی ہے جن سے ہماری زبان علاقہ رکھتی ہے۔ اب ہم اپنے ایک اور مضمون (دیکھو لیکچر نمبر ۷) کے ضمن میں اس قسم کے الفاظ سے مزید بحث کرینگے*

ایک ہی مادے کے مختلف مشتقات

اب ہم ایک مثال واحد کی جانب توجہ کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اعمال ارتقائے معنی ایک ہی فعل کے مشتقات میں کیسی کیسی شگوفہ کاریاں کرتے ہیں۔ لاطینی میں pono کے معنی ہیں put یا place (رکھنا) لیکن بیجا نہوگا اگر ہم ایک گھنٹہ ان کثیر خیالات کا پتا لگانے میں صرف کردیں جن کو ہماری زبان اس کے ذریعہ سے بتاتی ہے۔ اس کے بعض استعمال تو ہمیں لاطینی سے ورثے میں ملے ہیں، بعض فرانسیسی کے دور آخر میں تراشے گئے اور بعض سر زمین انگلستان ہی میں پیدا ہوئے، اور اب بھی یہہ نہ سمجھنا کہ اس سے زیادہ مطالب اس سے ادا نہیں کئے جاسکتے۔ مفرد مادے سے pose (مع اپنے بے انتہا معنی کے) post (مع اپنے اور بھی زیادہ مختلف و مخصوص استعمال کے) posture اور positive

وغیرہ مشتق کئے گئے ھیں - پھر سابقات سے ملاکر جو زیادہ تر سمت و مقام پر دلالت کرتے ھیں, apposite, apposition, component, composure, composer, composition, *composing*-stick, compost, compound (اسم صفت) و (فعل) compound, deponent, depose, (تخت سے اتارنا) depositions, depository, deposits, depot, exponent, expose, exposed, exposition, exposure, imposing (اسم صفت), imposts, impostor, imposition, impound, *imposing*-stone, disposable, disposed (اسم صفت), disposition, indisposed, disposed (اسم مفعول), dispose (فعل), opponent, opposite, opposition, interposition, proposed, proposition, propound, repose, purpose, suppose, suppositions وغیرہ -یہاں ھم نے اس کے بے انتہا اسالیب میں سے جو تصورات مختلفہ کے لئے تراشے گئے ھیں چند کا انتخاب کرلیا ھے -ان تصورات مختلفہ کا ماخذ ایک سادہ خیال یعنی putting یا placing ھے- اگر چہ یہہ ایک حیرت انگیز مثال ھے مگر شاذ و نادر نہیں - رواج و استعمال مواد لسان سے اسی طرح پیش آتا ھے - نئے تجربات ھوتے ھیں ، نئے نتائج اخذ کئے جاتے ھیں ، نئي رائیں قائم کي جاتي ھیں، ذھن نئي ترکیب بناتا ھے ، نئی چیزیں پیدا ھوتي ھیں ، نئي ھستیوں کا وجود منکشف ھوتا ھے تو زبان کو بھی ان کے اظہار کے لئے اپني ذات میں وسعت پیدا کرنے میں کوئي دقت نہیں ھوتي - جو سامان سامنے پڑا ھوتا ھے خواہ ذرا دور ھي ھو اُسے اٹھا لیتي اور اُسي سے اپنا مطلب نکال لیتي ھے - عام خاص بنجاتا ھے اور خاص عام، شے مجسم خیال مجرد ھوجاتي ھے - ھرقسم کے استعارات اور محذوف و پر معني اسالیب سے کام لیا جاتا ھے اور ابتداء میں اُن میں خواہ کیسي ھي غرابت وتنافر کیوں نہو مگر رفتہ رفتہ ایک عام و بےلطف نام کے رتبے پر

پہنچ جاتے ھیں - جو لفظ پہلے مترادف تھے انہیں رفتہ رفتہ الگ کرکے اُن سے معني کے باریک باریک فرق بتائے جاتے ھیں - ھماري مثالیں ان تغیرات کی کثرت اور اُن کے نتائج کی اقسام کو کامل و واضح طور سے دکھانے سے قطعي قاصر رھیں مگر جو کچھ ھم دکھا چکے ھیں اُس سے ممتاز حقایق و اصول ضرور منکشف ھوجاتے ھیں - معلوم ھوجاتا ھے کہ ھماري زبان کي فطرت میں ترمیم اور ضرورت کے مطابق ھیئت اختیار کرلینے کي کس قدر قوت ھے ، اور تصورات اشیاء کے نام کي تلاش و جستجو کے لحاظ سے اس کا میدان عمل تنگ و محدود نہیں ھے

اعمال الفاظ سازي میں شعور کو کہاں تک دخل ھے

یہہ نہ سمجھنا چاھئے کہ الفاظ کے تراشنے اور نام گھڑنے کے مختلف اعمال میں ارادہ و ''شعور'' کو پورا پورا دخل ھے یعني کہنا یہہ مقصود ھے کہ زیادہ تر الفاظ واسماء پہلے سے سوچ کر اور غور و فکر کرکے نہیں بنائے جاتے - یہہ بے شک ممکن ھے کہ ان میں سے بعض میں ھر طرح کا غور و فکر دخیل نظر آئے حتیٰ کہ بعض بعض موقعوں پر معلوم ھو کہ پہلے سے کامل غور و خوض کرلیا گیا ھے - جب کوئی مادہ یا پیداوار خواہ وہ قدرتي ھو یا مصنوعی ، کسي ایجاد یا اکتشاف کا نتیجہ ، کوئی عمل جو پہلے نا معلوم تھا ، پہلی دفعہ کسي جماعت کے علم میں آتے ھیں تو لوگ دانستہ اپنے نفس سے سوال کرتے ھیں کہ اسے کیا کہیں اور بے شک وہ دانستہ کوشش کے ذریعہ ھي اس کا نام ایجاد و معین کرتے ھیں ، مگر اس کے ساتھہ ھي ساتھہ اس عمل کا ایک حصہ ھے جس کا شعور نہیں ھوتا ، یعنی اُن کي زبان کے پہلے سے موجود رواج و مشابہات نے اس انتخاب کي کس طرح رھنمائي اور تعیین کي اس میں اُن کے شعور کو دخل نہیں ھوتا - علمائے حیوانیات، کیمیا اور ارضیات کو کسي نئي علمی اصطلاح یا ممیز نام کي ضرورت پڑتي ھے تو دانستہ ایسے وسائل کی طرف دوڑتے ھیں جیسے لاطیني یا یونانی کي لغات

یا مقامی اور ذاتی کوایف پر نظر ڈالتے ہیں تاکہ اُن پر اپنے انتخاب کی بنیاد قائم کرسکیں — جس کا نام رکھنا ہے اُس کی مختلف صفات ممیزہ یا اتفاقی کوایف پر غور کرنے اور اُس کی قابلیت ومصلحت کا اندازہ لگانے میں اتنا ہی دماغ لڑاتے ہیں جتنا کہ بعض شخص اس کا فیصلہ کرنے میں لڑاتے ہیں کہ اپنے لڑکے کا نام اُس کے کسی مالدار چچا یا مشہور آدمی کے نام پر رکھاجانا چاہئے۔ بعض اوقات کسی کسی سائنس‌داں پر یہہ مصیبت آن پڑتی ہے کہ اُسے دو طرح کی اصطلاحات وضع کرنی پڑتی ہیں ؛ ایک سے صفات اور دوسرے سے اسماء ظاہر ہوتے ہیں - گذشتہ صدی کے اواخر میں فرانسیسی کیمیادانوں کو اسی سے سابقہ پڑا سارے کے سارے ترکیبی عناصر یعنی لاحقوں اورسابقوں کی مدد سے آیندہ کے لئے اصطلاحات سائنس کے معنی ٹھیک ٹھیک مقرر کرنے پڑے ، مثلاً sulphuret, sulphuric, sesquisulphide, sulphate, sulphite, sulphide, sulphurous bisulphate, وغیرہ - ان اصطلاحات کی کیفیت تو بلاشبہ ایک مصنوعی ہمہ‌گیر زبان کی سی ہے جو ٹھیک ٹھیک بخوبی ممیز اور باقاعدہ تعلقات خیالات کی علامات سے بنی ہو یعنی ایسی ایک زبان جس کا بعض خام خیالوں نے ایجاد کرنا اور تکلم کی لامتناہی ضروریات کے لئے تمام نسل انسان کو سکھادیا جانا ممکن خیال کیا ، اور اُن کا اپنے دائرہ عمل میں ہرجگہ استعمال ہوتا ہے اور مختلف قوموں اور زبانوں کے‌بولنے والے کیمیان‌دانوں نے انہیں اختیار بھی کرلیا لیکن اس کے یہہ معنی نہیں کہ انسان کی زبان بھی اسی طرح بنی — نموئے لسان‌کا بہت ہی اہم اور ہروقت کام آنے والا حصہ ، یعنی وہ حصہ جوکہ روز مرہ اور عام لغات پر اثر ڈالتا ہے ، جسے ہر بچہ سیکھتا ہے اور جو معمولی تعلقات حیات میں کام دیتا ہے ، چپکے چپکے ترقی کرتا رہتا ہے اور کوئی اُس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا — اس کی رفتار ترقی اس قدر سست ہے کہ قریب قریب اس کا احساس ہی نہیں ہوتا ، یہہ نتیجہ ہوتا ہے بتدریج علم میں اضافہ ہونے اور نئی اشیاء کو سمجھنے

کي قوت کے تیز هوجانے کا ، گویا یهه اُن اسالیب بیان کے مجموعه سے جو پهلے سے موجود هیں رفته رفته بنتا هے - خیال کي نظر ایک اصطلاح پر جاپڑتي هے جس کي دلالتوں سے وه آگاه هے ، بس وه اس کي صلاحیت توسیع یا ترمیم یا باریکی تعریف میں اضافه کردیتا هے ، پرانے خیالات جن کا عرصه هوا پهلو به پهلو رکهکر مقابله کے بعد فرق دریافت کیا جا چکا هے نئے خیال کے محرک هوتے هیں ، وه نتائج جو اب تک نه سوجهے تهے مقدمات معلومه سے اخذ کئے جاتے هیں ، کسي شے کے فرق کي باریکی اور بڑهادي جاتي هے ، کسي تصور کو نئے ایتلافات عطا هوتے هیں ، اور تجربه پیچیده خیالات پیش کردیتا هے جن سے باهم تعلق رکهنے والے اسالیب پیدا هو جاتے هیں- گفتگو کیا هے ؟ نتیجه هے دماغ کے اپنے تصورات ، ان کي ترائیب اور تعلقات سے واضح طور سے شعور کا ، اور اس کے ساتهه هي ایک ذریعه هے جس سے که مذکوره واضح تر شعور حاصل هوتا هے ؛ لهذا اپني ترقی کی راهیں وه آپ نکالتی هے - اس کا استعمال اسکي ترقي کي ترکیب سکهاتا هے- خیالات سے جیسا که لفظ انهیں ظاهر کرتے هیں کام لینے کی مهارت بتاتي هے که کهوں کر الفاظ کو زیاده باسلیقه اور موثر طریقے سے استعمال کریں - یهه ممکن هے که کسی زبان کی لغت کے الفاظ و اشکال میں تو کسي قسم کي توسیع نهو تاهم اس کی قوت اظهار خیال میں بے انتها اضافه هو جائے ، اس کو نئے معني سے آراسته کیا جائے ، اور اس کے الفاظ و مرکبات ناقص کي دلالت مَیں زیاده تعمق و دقت اور زیاده اختلاف پیدا کردیاجائے - اگر اس کے بولنے والوں کے حالات و کوائف کی فطرت میں اس قسم کي نمو کي قابلیت موجود هے تو گفتگو ایسا کرسکتی اور کیا کرتی هے - کسي جماعت کی گفتگو اسکي اوسط اور مجموعي قابلیت کا آئینه هوا کرتي هے کیونکه جیسا که هم اس سے قبل بیان کرچکے هیں صرف هر جماعت هي اپني زبان کے بنانے اور بدلنے کي مجاز هے - جو چیز که عام طور سے سمجهه میں نهیں آتي پسند و قبول نهیں کی جاتي ؛ وه خزانۂ اسالیب خیال میں داخل نهیں

ہوسکتي – بعض اوقات پڑھایا یا اشارتاً بتایا جاتا ہے کہ ایک قوم میں ایک صاحب دماغ و بلند خیال اٹھتا ہے اور زبان پر اپنے گہرے نقوش مرتسم کردیتا ہے ، مگر یہہ غلط ہے اور خاص کر ارتقائے لسان کے ابتدائی زمانوں پر یا جب کہ تہذیب بہت ہي وحشیانہ و قدیم حالت میں تھي اس وقت پر عائد نہیں ہوتا – گفتگو پر کسی کا بلا واسطہ اثر نہیں پڑتا ، وہ شخص صرف اس کي چند باتیں بدل دیا کرتا ہے تاکہ نقل کے واسطے اوروں کو ایک نمونہ مل جائے – ان تغیرات کے لوگ اتني ہي نقل کرتے ہیں جتنے کہ وہ پہلے سے موجود و مروج استعمال کے مطابق ہوتے ہیں اور استعمال مذکور اُن کي جانب طبعاً اشارہ کرتا ہے — زبان کي عام ساخت اور وصف تک اس کي رسائي نہیں ہوتي ، وہ صرف ذہانت عامہ کا پایہ بلند اور اپنے ہمجنسوں کے دماغوں میں جودت و تیزي پیدا کرسکتا ہے اور یوں ایسے بیج ہوتا ہے جو ممکن ہے کہ بوستان سخن میں بھي اُگیں اور بارآور ہوں — اگر اُسے کہیں ہوس جدت دامن‌گیر ہوئي تو جماعت کي قدامت پرستي اور تنگ نظري اس زور و شور سے مقابلہ کے لئے صف آرا ہوجاتي ہے کہ اُس کے بنائے کچھہ نہیں بن پڑتا — بلند خیال شخص کو مہذب اور خواندہ اشخاص میں بہت ہي کامیابي سے کام کرنے کا موقع ہے کیوں کہ اُس‌کا ترغیب دلانے والا اور پستي سے ابھارنے والا اثر اس کے ہمجنسوں کی کثیر تعداد پر بلکہ کئي آئندہ نسلوں پر پڑتا ہے *

شکل سازي میں غور و فکر کو دخل نہیں

اس میں تو کلام ہي نہیں کہ شکل الفاظ رفتہ رفتہ بدلتي ہے اور غور و فکر کو اُس سے کوئي واسطہ ہي نہیں ہوتا ، مثلاً یہہ قطعي نہیں فرض کیا جا سکتا کہ اسم صفت like کو بدل کر لاحقۂ متعلق فعل ly بنانے میں ارادہ یا فکر ماسبق کو ذرا بھي دخل ہے یا کسي نے پہلے اس کے نتائج پر غور کر لیا تھا – ایک بات نے دوسري کے وقوع کے اسباب پیدا کئے اور وہ اس کا باعث وقوع ہوئي – ہم اس کے تدریجي مدارج نقل کا سراغ لگا سکتے ہیں لیکن ہماري نظر

ن تاریخي حالات اور لساني عادات تک نہیں پہنچ سکتي جنھوں نے اس نقل کے لئے سہولتیں بہم پہنچائیں یا ہم نہیں بتا سکتے کہ تمام جرماني قوم میں صرف انگریزوں ھي نے کیوں اس لاحقہ کے لئے یہہ خاص استعمال معین کیا ، اوروں نے کیوں لاحقۂ متعلق فعل کے فقدان پر قناعت کي ، کیوں اُنھیں احساس نہ ہوا کہ ان کا تعلقات فعل ظاہر کرنے کا طریقہ ہمارے طریقے سے کم واضح ہے یا زوردار نہیں - یہي حال اور لفظوں کي شکل بدلنے کا سمجھنا چاہئے - عناصر گفتگو سے قابلیت کے ساتھہ کام لینا ، اس کے سمجھنے کي قابلیت کہ وسایل اظہار خیال سے کیوں کر ترکیب الفاظ میں کام لیا جا سکتا ہے ، یہہ میلان کہ محض معنوي طور کے بجائے ظاھري طور سے تعلقات الفاظ بتائے جائیں وغیرہ وہ باتیں ہیں جن کے طبعي فاقدالشعور اعمال ھي اُس قوت کا منبع ہیں جو قواعدي شکلیں پیدا کرتي اور رفتہ رفتہ ایک قواعدي نظام مرتب کردیتي ہے جو کم و بیش جامع و کامل ہوتا ہے - ہر زبان سے ظاہر ہوتا ہے کہ کس قوم میں زبان سازي کي کتني قابلیت ہے اور اس بارہ میں اُس کے کیا رجحانات ہیں اور زبان اسي قابلیت و رجحانات کے لحاظ سے بنتي ہے- اس سے واضح ہوتا ہے کہ قوم مساعی انسان کے اس خاص شعبہ میں کیا کارنمایاں کرسکي اور اس کی کوشش کے نتائج کے فرق سے پتا چلتا ہے کہ وہ اس بارہ میں ودیعت ایزدي سے کس قدر بہرہ ور ہے - زبان جس خوبي کے ساتھہ مختلف قوموں کے ودایع ایزدي کو ظاہر کرتي ہے اس خوبي کے ساتھہ اُن صناعیوں کا فرق بھي انہیں ظاہر نہیں کرسکتا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صناعت کے باب میں کس قوم کا متخیلہ کس قدر بڑھا ہوا ہے اور وہ اپنے متخیلات کو کس حد تک منصۂ شہود پر جلوہ گر کر سکتي ہے *

تقدم تصورات بر اسماء

یہہ پہلے ھي بیان کیا جا چکا ہے اور اس پر پھر زور دیا جاتا ہے کہ ارتقائے لسان کے ہر دور میں جب کبھي الفاظ سازي یا زبان سازي کے لئے کوئي کام کیا گیا ہے تو اُس کا کرنے والا انسان ھي تھا - خواہ

اس نے یہہ کام کم و بیش دانستہ ھي کیوں نہ کیا ھو لیکن اس سے اُس کي نوعیت میں کوئي فرق نہیں آتا یعنی یہہ لوگوں کے بلا جبر و اکراہ فعل کا نتیجہ تھا - اس فعل کی وجوہ انساني حالات و کوائف تھے — انہیں سے انساني دماغ متاثر ھوئے تھے اور انہیں نے اعضائے انساني کو کوشش کرنے پر آمادہ کیا تھا - جب کوئي نام گھڑا گیا ھے تو ایک آدمي یا بہت سے آدمیوں کے دل میں کوئي خیال پیدا ھوا ھے جس کے اظہار کي ضرورت پیش آئي ھے اور اس نے یا انہوں نے اُس کو ظاھر کیا ھے - ھر تصور اس سے پہلے کہ اُس کے لئے کوئي علامت مقرر کي جائے اپني الگ ھستي رکھتا تھا - تصور مقدم ھے زبان سے جو اسے ظاھر کرتي ھے - اس کے برعکس پر مصر ھونا یا یہہ ماننا کہ لفظ کي امداد کے بغیر کسي تصور کا دل میں آنا ھي ممکن نہیں ، سخت سے سخت غلطي ھے- اگر ھم تقدم زبان مان لیں تو ھم اس بات کے کہنے پر مجبور ھوئے جاتے ھیں کہ گالوانیت کو جب تک اس کے دریافت کرنے والے نے اس کا نام نہ مقرر کیا تھا ھم قدرتي قوت کي ایک نئي شکل ھي نہ مان سکتے تھے یا منجم کي دوربین میں اس فیصلے سے پہلے مشتري عکس‌فگن ھي نہ ھوسکتا تھا کہ اس کا نام کس یوناني دیوتا کے نام پر رکھا جائے یا کاٹنے کي مشین کا نام وضع کرنے سے پہلے اس کا موجد مشین ھي نہ بنا سکتا تھا ، یا یہہ کہ لوگوں کو دفتري طور وطریق کے دقت طلب اور فضول ھونے کي اُس وقت تک تمیز ھي نہ تھي جب تک اُنھوں نے متفقہ طور سے اس کو red tape سے موسوم نہ کیا ، یا جب تک کہ انسان نے لفظ growing سے ایک اور نام green اور اسي طریق سے اور چیزوں کے نام نہ گھڑے اُس کو پتے اور گھاس کے رنگ سے صاف آسمان ، خون، زمین اور برف کا رنگ الگ ھي نظر نہ آتا تھا - لوگ خیالات کي ایک فہرست لکھکر صندوق میں نہیں رکھہ چھوڑا کرتے کہ جب کبھي مناسب وقت آئے گا تو ان کے لئے تقریري علامات بنالیں گے اور نہ وہ

الفاظ هي کي فہرست مرتب کرلیتے هیں که جب کبھي خیالات هاتھ لگ جائیں گے تو هم ان لفظوں میں سے اُن پر لفظ چسپاں کردیں گے - کسي شے پر نظر پڑتے هي اُس کا تصور بھي ذهن میں آجاتا هے اور لوگ موجودہ وسائل زبان هي میں سے اُس کے اظہار کی ترکیب نکال لیتے هیں یعني کسي نام سے جسکا مدلول اس سے ملتی هوئی کوئي شے تھي کام لے لیتے هیں یا کسي مجموعۂ الفاظ یعنی مرکب ناقص کو جو ویسے تو مرکب ناقص هی بنا رهتا هے گھلا ملاکر ایک لفظ بنا لیا جاتا یا اُس کي جگه ایک لفظ رکھدیا جاتا هے ، مثلاً رومانے قدیم میں لوگ اس لئے پیش هوتے تھے که اُن کے شهر والے آزادانه رائے دیں که آیا وہ فلاں فلاں عهدہ کے لایق هیں یا نهیں اور اس سے پہلے که ایسے شخص کے لئے کوئي نام تجویز کیا جائے جب اُس کا ذکر آتا تھا تو لوگ اپنے اپنے طور پر بے تکلف سمجھادیتے تھے که کس کا ذکر هے ، لیکن یہه اتفاقیه امر که جو لوگ علےالاعلان عهدوں کي تلاش میں هوں اُن کو روما کے رواج کے مطابق سفید (candidus) لباس میں ملبوس هونا چاهئے (candidatos) رفته رفته وضع اصطلاح candidate کا باعث هوگیا اور اب ساري مهذب دنیا میں جو شخص کسي عهدہ یا اسامي کے لئے منتخب کئے جانے کا خواهشمند هے اُس کو candidate کہتے هیں *

اشتقاقي وجوہ کا مدار سہولت ہے نه که ضرورت

پس اس سے معلوم هوتا هے که کسي چیز کو هم جس نام سے پکارتے هیں اس نام سے پکارنے کي وجه ایک تاریخي رجه هے - اس کا خلاصه یہه هے که کسي گذشته زمانے میں یا تو جب وہ چیز پہلے پہل تصور میں آئي هے یا اس کے بعد اُس کو اُس نام سے موسوم کرنے میں آساني هوتي تھي اور اس میں خاص بات یہه تھي که فلاں فلاں چیزوں کو لوگ اس سے پہلے هي فلاں فلاں نام سے پکارتے تھے - گفتگو کے بالکل ابتدائي زمانے کو چهوڑ کر (اس پر مابعد کے لیکچروں میں بحث کي جائیگي) جو نام ملتا هے وہ کسي اور نام یا

ناموں کي ترکيب يا اشتقاق يا محض نقل معني کے ذريعہ سے بنا ہے ۔ لوگوں کے ہاتوں ميں کوئي چيز نہيں لگي ہوتي کہ جس سے وہ جہت سے نئے لفظ بنا ليتے ہيں ؛ اُن کو پرانے مصالح سے نئے لفظ بنانے پڑتے ہيں ۔ ہميشہ اور ہرحالت ميں جب کبھي کسي اصطلاح کو اُس کي دلالت سے آراستہ کيا گيا ہے تو چند ديگر وسائل اظہار خيال جو پہلے سے موجود تھے انہوں نے چند رواجہائے گفتگو اور طريقہائے غور و فکر سے ملکر اور خارجي اسباب کا اثر قبول کرکے قرعہ انتخاب بجائے اور مجموعہ اصوات (مراد لفظ) کے نام پر ڈالنے کے اس پر ڈال ديا ۔ پس ہر لفظ کا ايک ماخذ و اشتقاق ہے اور اس کے اشتقاق کا پتا لگانے کے يہہ معني ہيں کہ اُس کے نقل معنی اور تغيرات شکل کو تلاش کرکے جہاں تک اور جس قدر کامل طور سے ممکن ہو دکھايا جائے ۔ اب ہم اپني گذشتہ مثال کي جانب پھر رجوع کرتے ہيں ۔ candidate موجودہ مخفف شکل ہے candidatus کي ۔ يہہ اسم مفعول ہے لاطيني وضعي مصدر candidare (= to whiten سفيد کرنا) کا جو candidus (= white سفيد) سے بنا ہے ۔ وہ تاريخي امر جو اس اطلاق و انتخاب کا باعث ہوا پہلے ہي بيان ہوچکا ہے ۔ خود candidus ايک مشتق اسم صفت ہے جو فعل candeo سے نکلا ہے جس کے معني ہيں to shine, to shimmer (جھلملانا ۔ چمکنا) صحيح صحيح طور سے يہہ چمکتي يا دمکتي ہوئي سفيد شے ظاہر کرتا ہے ۔ ہماري زبان کا لفظ candid اسي کي کسي قدر بدلي ہوئي شکل ہے ليکن اگرچہ قديم تصنيفات ميں يہہ کہيں کہيں اپني محسوس اور طبعی دلالت يعني ''سفيد،، کے معني ميں مستعمل پايا جاتا ہے مگر ہمارے روز مرہ ميں اس کے معني ايک استعارے کے ذريعہ نقل کردئے گئے اور يہہ وصف دماغ ظاہر کرتا ہے يعني تعصب ، جانب داري ، دغاو فريب سے ' جو دامن اوضاع کےسياہ و بدنما داغ ہيں، پاک ہونا ۔ شاذ ونادر ہي کسي کو خيال آتا ہوگا کہ candid اور candidate ميں کوئي تعلق ہے — اس وجہہ سے اس کا خيال اور بھي کم آتا ہے کہ ثاني الذکر لفظ کو اول الذکر سے کوئي

وا سطه هي نهيں جس سے حسن سيرت ظاهر كيا جاتا هے-لفظ candeo كا هم دوايک منزل آگے تک پتا لگا سکتے هيں-هم caneo اور canus سے گذركر مادہ can تک پهنچ جاتے هيں جو ظاهر كرتا هے shining (چمكتا هوا)- يهاں همارے تجزيہ و تحليل كا خاتمه هوجاتا هے اور اس وقت اس سے آگے قدم بڑهانا ناممكن هے *

اشتقاق كے جاننے سے استعمال الفاظ ميں كوئي مدد نهيں ملتي

اگرچه الفاظ كے وجوه و اسباب تاريخي هيں اور عالم اشتقاقيات بتا سكتا هے كه جو قدر و قيمت هم ان كي جانب منسوب كرتے هيں وه اُنهيں كيونكر نصيب هوئي ليكن همیں يهه نه سمجهنا چاهئے كه جو كچهه هے اشتقاقي وجهه هي هے يهه وجهه لازمي نهيں ، اس ميں كوئي بات جبر و اكراه كي نهيں پائي جاتي - عهده تلاش كرنے والے رومانی كو proponent (=proposer تجويز پيش كرنے والا) يا petent (=seeker تلاش كرنے والا) كے نام سے بهي موسوم كيا جا سكتا تها اور درحقيقت بعدميں اُسے آخرالذكر نام سے موسوم بهي كيا جانے لگا- يهه دعوىٰ كيا جاسكتا هے كه به نسبت candidate كے مطلب كو يهه دونوں زياده خوبي كے ساتهه ظاهر كرتے هيں—candidate تومحض ايک اتفاقي امر يعني لباس ظاهري بتاتا هے اور جو شخص سفيد كپڑے پهن لے وهي اس نام كا مستحق هو سكتا هے- اس اعتراض كے جواب ميں اس سے زياده كچهه نهيں كها جاسكتا كه در حقيقت رومانيوں نے يهه نام پسند كرتے وقت ايک بين دلالت وضعي ظاهر كرنے والے واقعه كو چهوڑ كر ايک اتفاقي امر كا لحاظ كيا- اسي طرح لاطيني كالفظ albus يا جرماني لفظ white نهايت خوبي كے ساتهه candidus كي جگهه آزادي رائے ظاهر كرنے كے لئے بولا جا سكتا تها ، صرف زبان بنانے والوں كي مرضي يهه نه تهي كه ان ميں سے كوئي لفظ استعمال هو اس لئے يهه اس معني ميں مستعمل نهيں هيں ليكن اگر اُن سے پوچها جائے كه ان لفظوں كو كيوں ترک كرديا تو وه خود بهي اس كي وجهه نهيں بتاسكتے — بهت سے استعارات ميں

سے جو اس حسن سیرت کو ظاہر کرسکتے ہیں اور جنہوں نے وقتاً فوقتاً اس کو ظاہر کیا اس لفظ نے اتفاقیہ اپنا سکہ جمادیا اور استعمال ہونے لگا - لوگ رفتہ رفتہ اس کی اصلیت کو بھول گئے کیوں کہ بہت سی ترکیبوں میں سے یہی اس خاص ضرورت کو پورا کرنے یعنی اس قسم کے وسائل اظہار خیالات میں اضافہ کرنے کے لئے انتخاب کرلیا گیا - مختصر یہہ کہ جب ایک دفعہ ترکیب ہاتھہ لگ جاتی ہے ، جماعت کسی نام کو قبول و منظور کرلیتی ہے اور اُس کا محل استعمال معین کرلیا جاتا ہے تو وجہہ اشتقاق کا اثر زائل ہوجاتا ہے — محض رواج اور رضائے عام اس اصطلاح کے استعمال کی سند کے واسطے کافی و وافی سمجھے جاتے ہیں - لوگ فعل ''نقل،، معنی کا جس نے کسی لفظ کو کسی خاص استعمال کے لئے معین کردیا ہمیشہ اعادہ نہیں کرتے رہتے ، وہ خیال اور اُس کی علامت کے درمیان ایک بلا واسطہ اور ذہنی تعلق قایم کرلیتے ہیں اور ہمیشہ وہی ان کا مدارعلیہ ہوتا ہے - پہلے لیکچر میں اس کا ذکر آچکا ہے کہ جب بچہ بولنا سیکھتا ہے تو وہ اشتقاق الفاظ کبھی نہیں پوچھتا - جو لفظ وہ سیکھتا ہے انہیں تسلیم کرلیتا اور بے تامل استعمال کرتا ہے ، محض اس وجہ سے کہ اُس کے ارد گرد کے لوگ انہیں استعمال کرتے ہیں - جیسا جیسا وہ بڑا ہوتا جاتا ہے کم و بیش اپنے میلان طبع ، تربیت عام اور تعلیم مخصوص کے مطابق اشتقاقی تحقیقات کی جانب متوجہ ہوتا اور یہہ معلوم کرکے خوش ہوتا ہے کہ کیوں وہ الفاظ جو سیکھہ چکا یا سیکھتا ہے اُس خدمت کے لئے پسند کئے گئے جو خدمت وہ خود اُن سے لے رہا ہے ؛ لیکن اس امر کا ہمیشہ غور و فکر اور استعجاب عالمانہ سے تعلق ہے ، زبان کے عام بولنے والوں سے اسے کوئی واسطہ نہیں ، صرف انہیں کو ہے جو زبان کی تاریخ کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں - اشتقاقیات کے بڑے سے بڑے عالم کےنزدیک جو بقید حیات ہے اور جاہل سے جاہل زبان کے بولنے والے کے نزدیک بھی کسی خاص خیال کا کسی خاص لفظ سے موسوم کئے جانے کا سبب یہی ہے کہ جس جماعت میں وہ

رهتا هے وہ اس خیال کو اسي نام سے موسوم کرتي هے اور جب وہ اسے بولیگا تو وہ جماعت اس کا مطلب سمجھہ لے گی - اس کا جاننا کہ candidate اور candid کے جو معني هیں وہ کیونکر پیدا هوئے فضول نہیں هے لیکن ان کے اشتقاق کے جاننے یا نہ جاننے پر همارے استعمال کا تعین اور اُن کا سمجھنا منحصر نہیں - اس میں شک نہیں کہ عالم کیمیا کا یہہ جاننا کہ گالوانیت (galvanism) کا نام اس کے مکتشف کے نام پر رکھا گیا هے ، وہ بات هے کہ جس سے هر طالب‌علم اور باخبر آدمي کو آگاہ هونا چاهئے لیکن یہہ بعید از امکان نہیں کہ ایک شخص اس لفظ کو ضروریات کے مطابق بولتا رها هو اور اُس نے کبھي گالوانی (Galvani) کا نام بھی نہ سنا هو ، هزاروں آدمي آج ایسا هي کر رهے هیں — جو لوگ electricity (قوت برقي) کا ذکر کرتے هیں اُن میں سے ایسے تو بہت‌هی تھوڑے‌هیں جو اس سے آگاہ هیں کہ بروئے اشتقاق اس کے معني هیں : the quality of being like amber (Greek, ēlektron) اور اس کی وجہ اس کے سوا کچھہ نہیں هے کہ یہہ زبردست قوت پہلے پہل اس طرح دریافت هوئي کہ جب عنبر (amber) کے ٹکڑے رگڑ دئے جاتے تھے تو وہ هلکي هلکي چیزیں اپني طرف کھینچ لیتے تھے ، اب اگر آپ یہہ پوچھیں کہ خود ēlektron کي جو یونانی میں عنبر کا نام هے اشتقاقی وجہ تسمیہ کیا هے تو اس کا جواب یہہ‌هے کہ یہاں پائے فکر لنگ هے یہہ ایسي معدوم هوئي کہ اب پتا نہیں لگ سکتا ، اس پر بھي هم اس کے مجاز نہیں کہ یہہ کہدیں کہ electricity کا اشتقاق پوچ اور ناکافی هے اور ارادہ کرلیں کہ هم تو وہ نام رکھیں گے جس سے اس قوت کی کوئی بہت هي ممتاز صفت ظاهر هوتو هو اور جس کي تاریخ کا هم ابتداء تک پتا لگا سکتے هیں — جو اس قسم کے انقلاب کي کوشش کریگا لوگ اسے احمق سمجھینگے اور هنسینگے — جس نام کو استعمال جماعت نے اتفاق رائے سے منظور کرلیا وہ هر شخص کے لئے اچھا هے ، اُس کو کسي اور کي منظوري کي حاجت نہیں - اگر یہہ صورت نہوتی ، اگر لفظوں کے استعمال کا حق

کسي طریقے سے بھي اشتقاق پر موقوف ہوتا تو ہر شخص کو عالم اشتقاقیات ہونے کی ضرورت پیش آجاتي اور اسے تیار رہنا پڑتا کہ جب کوئي پوچھے کہ تم نے فلاں لفظ کیوں بولا تو وجہہ بتائے ، لیکن حقیقت یہہ ہے کہ محض وھي طالب علم جو اپني مادري زبان کا ماہر و مشاق ہے اس کی لغت کے بہت بڑے حصے کي تاریخ بتا سکتا ہے اور اُس کي تحقیقات کي رسائي بھي اُس کي نموکے انہیں مدارج تک ہے جن کو واقع ہوئے عرصہ نہیں گذرا -

اشتقاق کي مثالیں

پس ہم تاریخ الفاظ کا مطالعہ اس واسطے نہیں کرتے کہ ہم کو اس کا اطمینان ہو جائے کہ جس طرح ہم انہیں استعمال کرتے ہیں اس کا ہمیں حق ہے بلکہ اس واسطے کرتے ہیں کہ اپنے روزمرہ کے ضروري ذریعہ مبادلہ خیالات کے بارہ میں جو فطري استعجاب پیدا ہو گیا ہے وہ جاتا رہے اور جن لوگوں نے انہیں روزمرہ کے استعمال میں جگہہ دي ہے ان کا کچھہ حال اور طرز روش معلوم ہو جائے - چونکہ الفاظسازي کا ہر فعل تاریخي فعل ہے یعني انساني حالات و کوائف کي ہدایت کے مطابق دماغ انسان نے عمل کیا ہے ، اس لئے تحقیقات لسان انسان کي ظاہري و باطني تاریخ کي تحقیقات کي مترادف ہے - اس تحقیقات کے نتائج گوناگوں ہوتے ہیں : کسي لفظ کي تہ میں تو محض فلسفے کي غلطي کا پتا لگتا ہے مثلاً جب ہم lunatics کا ذکر کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ گویا اب بھي ہمارا عقیدہ یہي ہے کہ لوگوں کے فاترالعقل ہونے کا مدار چاند (luna) کي مختلف گردشوں پر ہے ؛ کسي کي تہ میں تاریخ حیوانیات کي غلطي کارفرما ہے مثلاً جب ہم اپنے امریکہ کے رہنےوالے پردار دوپائے کو turkey (ترکی) کہتے ہیں تو یہہ انگریزوں کي اس ناقص العقل پشت کي کورانہ تقلید ہوتي ہے جس کو یہہ تو معلوم نہ تھا کہ یہہ مرغ کس ملک کا ہے مگر اس نے قیاس کرلیا کہ اغلباً اس کا وطن ترکي ہے اور

اس کا نام the turkey fowl (ترکي کی مرغي) رکھدیا ، کسي کي
تہ میں جغرافیوي غلطي نظر آتي ہے ، مثلاً ہمارے ملک کے اصلي
باشندوں کا اس لئے Indians سے موسوم کیا جانا کہ اس براعظم
کے زمان آغاز کے مکتشف یورپ سے مغرب کي طرف ہندوستان کي تلاش
میں نکلے تھےاور شروع شروع میں اُن کا خیال تھا کہ انہوں نے ہندوستان
کا پتا لگالیا — magnet, copper اور parchment ہمارے دلوں
میں Magnesia, Cyprus اور Pergamos کے ملکوں کي یاد تازہ
رکھتے ہیں جہاں سے پہلے پہل یہہ چیزیں ہمارے بانیان تہذیب کے
پاس پہنچي تھیں — candidate کي طرح manumit کي ہستي
بھي ایک رومانی رواج کي مرہون منت ہے ، یعني غلام کو ایک طمانچہ
مار کر آزاد کرنے کي رسم کي – money اور mint (جو کہ ایک ہي
اصل لفظ moneta کي الگ الگ شکلیں ہیں – پہلا لفظ فرانسیسی
monnaie سے نکلا ہے اور دوسرا اینگلوسیکسن mynet سے) رومانیوں
کي اوہام پرستي اور سہولت ہي کا فسانہ کہہ رہے ہیں — پایہ تخت
میں Juno *Moneta* کے، جس کے معني ہیں Juno the Monisher
نام سے ایک مندر بنایا گیا کیوں کہ رومانیوں پر کبھي مصیبت پڑي تھي
اور اس دیوي نے مافوق الفطرت نصائح و ہدایات کي تھیں ، اتفاق کي
بات ہے کہ پہلي دفعہ اسی مندر میں ٹھپا بنا اور سکہ پر ضرب پڑي –
ہم لفظ calculate بولتے ہیں ، کیونکہ قدیم رومانی چھوٹے چھوٹے
پتھروں (calculi) کي مدد سے گنتي گنا کرتے تھے — ہم چاپلوس،
بے اصولے مکار کو sycophant کہتے ہیں – کیوں ؟ اس لئے کہ ایک
دفعہ ایتھنز (Athens) کے لوگوں کے دل میں آئي کہ آٹیکا (Attica)
سے انجیروں کي برآمد قانونا ممنوع قرار دي جائے — قانون بنادیا گیا
لیکن جیسا کہ ایسے قوانین کا اکثر حشر ہوا کرتا ہے ، یہہ بھي لفظ
مہمل سے زیادہ وقعت نہ رکھتا تھا ، تاہم اُس جماعت میں ایسے کمیفے
موجود تھے جو حصول اغراض ذاتی (süko phantēs, fig-blabber)

کے واسطے اُن لوگوں کا بھانڈا پھوڑ دیتے یا پھوڑنے کی دھمکی دیتے تھے جو اس قانون کی خلاف‌ورزی کیا کرتے تھے – ہم a pair of *rubbers* پہنتے ہیں – کیوں ؟ اس لئے جب یہہ طرح طرح سے فائدہ دینے والا مادہ پہلے پہل ہمارے پاس لایا گیا تو ہمیں پنسل کے نشانات مٹانے (rubbing) کے سوا اس کا کوئی اور استعمال ہی معلوم نہ تھا– Rome سے romantic کا اشتقاق بیان کیا جائے تو تاریخ ادبیات کا ایک پورا باب سنانا پڑیگا – یہہ لفظ دھقانی اور عام بولیوں کے ، جن کے پہلو بہ پہلو سلطنت روما کے مختلف اضلاع میں ادبی اور شستہ لاطینی رائج تھی ؛ موجودہ یورپی " افسانہ " (fiction) کے ، جو انہیں بولیوں میں اس قدر صاف صاف لکھا گیا ہے کہ اس علم کا نام ہی اس سے وضع کیا گیا ؛ اور سب کے بعد عبارت " افسانہ " کے لہجہ اور اسلوب کے اور جو پتلیاں اُس میں آتی ہیں اُن کے پیدا ہونے کا حال بیان کرتا ہے – اسی طرح تاریخ مذہبیات کا ایک باب لفظ pagan (لغوی معنی villager دیہاتی) میں مضمر ہے — یہہ قلمرو روما کے ماتحت گاؤں اور جھونپڑوں میں کثر قسم کی اصنام پرستی کا اس وقت تک موجود ہونا بتاتا ہے جب کہ شہروں میں عیسائیت اپنا سکہ جما چکی تھی اور ہر طرف اس کا دور دورہ تھا– ایک مثال اور سہی– لفظ slave تاریخ قومیات کے ایک باب کی جانب اشارہ کرتا ہے – یہہ بتاتا ہے کہ وسطی اور مشرقی یورپ کے رہنے والے یعنی slaves یا slavonians (سربی) کو ان سے طاقتور اور شایستہ جرمن کس حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے اور کیوں کر ان میں سے بہتوں کی گردن میں طوق غلامی ڈالدیا گیا – جن لفظوں کی ہم مثالیں دے چکے ہیں ، مثلاً lunatic money, romantic, candidate اُن میں سے کئی کی تاریخ میں ایک مہذب بنانے والی اور زبردست فاتح طاقت کا رویہ بھی بطور جزو اہم شامل ہے ، جس کی زبان مع اُس کے علوم و مراسم و انجمن کرۂ ارض کے ہر حصے میں پھیل گئی ہے – لفظ moon ، جس کے معنی ہیں measurer ، ہمیں ان اقوام قدیم کی طرز خیال کا ایک پرلطف نظارہ

دکھا چکا ھے جنھوں نے زمیں کے سیارے کا پہلے پہل یہہ نام رکھا اور جن کے نزدیک اُس کا وقت کا تقسیم کرنے والا ھونا اس کی اور صفات سے زیادہ اھمیت رکھتا تھا — یہہ تو بہت سی مثالوں میں سے صرف ایک ھی مثال ھے جس سے ھمارے خیالات کو عہد اقوام قدیم کے بارہ میں مدد ملتی اور ان میں تعین و صفائی پیدا ھوتی ھے — کسی زبان کے اخلاق اور کیفیات ذھنی سے تعلق رکھنے والی لغات کا مطالعہ نہایت ھی پرلطف اور اُن قوانین و مظاھر ایتلاف کی ھدایات کا گنجینہ ھے جنھوں نے اُس کو ابتدائی زمانے کی جسمی اور محسوس اشیاء کی علامات کی دلدل سے نکالا اور اُس کی ترقی کے خضر راہ بن گئے — وحدت فطرت انسان کو ، جیسی کہ وہ اُن عام مشابہات سے ظاھر ھوتی ھے جن پر یہہ مطالعہ روشنی ڈالتا ھے، اور اختلاف حالات و عادات انسان کو ، جیسا کہ وہ ملتی ھوئی اشیاء کے اختلاف اسماء سے عیان ھوتا ھے ، ھمیں قدم قدم پر ماننا پڑتا ھے — جیسا کہ ھم اپنی تحقیقات کے شروع میں کہہ چکے ھیں زبان کی اسی صلاحیت میں تو یہہ بات ھے کہ وہ اپنی تاریخ کی تحقیقات کرنے والے کو اُن لوگوں کی حیات باطنی اور تاریخ و حالات ظاھری سے آگاھی بخشتی ھے جنھوں نے اس کو اُس رتبے پر پہنچایا جس پر کہ وہ متمکن ھے *

نموئے لسان کے واسطے اشتقاق کا بھولنا ضروری ھے

لیکن اشتقاقی یادگاریں گو اُس شخص کے لئے نہایت قیمتی ھیں جو زبان پر غور اور اُس کی تاریخ کی جانچ پڑتال کرتا ھے لیکن بلحاظ ضروریات گفتگو اُن کی قدر و قیمت بہت کم ھے بلکہ اگر وہ ھر وقت ھماری نظر کے سامنے رھیں تو واقعی باعث پریشانی ھوجائیں — اگر ھم کو یاد رکھنا پڑے کہ اس کے عناصر کی جو قدر و قیمت ھم نے مقرر کی ھے وہ کیوں اور کیسے مقرر ھوئی تو استعمال کے وقت زبان قریب قریب ستیاناس ھوجائے — احساس اشتقاق کے ھر وقت دخیل ھونے سے زبان کی باطنی نشو و نما بھی بہت کچھہ رک جائیگی — نقل دلالت ، نئے معنی کے پیدا

ہونے ' اور ہیئت بدلنے کا کل دار و مدار اس پر ہے کہ ہم بہت جلد اپنی اصطلاحات کا ماخذ بھول جاتے ، تاریخی تعلقات کا رشتہ منقطع کردیتے ' اور محض رسمی استعمال کو علامت اور مدلول علامت کے درمیان باعث تعلق سمجھتے ہیں - ہماری زبان کے بہت سے وسائل اظہار خیال یکقلم ندارد ہوجائیں اگر مشتقات کے وجود و استعمال کے لئے مادہ اور مشتق کے درمیان ایک تعلق مرئی کا ہونا ضروری ہو ، پس وہ لوگ بڑی غلطی کرتے ہیں جوعناصر ترکیبی کی قدر و قیمت اور اصلی حیثیت اور اُن اصطلاحات کی وضعی دلالت جن کے معنی نقل کئے جاچکے ہیں حافظے میں محفوظ رکھنے کے میلان کو linguistic sense (*sprachsinn*) شعور لسانی سے موسوم کرتے ہیں ،جو زور دیتے ہیں کہ اس قسم کا میلان قایم رکھنا چاہیئے اور جو اس کے زوال کو کمزوری خیال کرتے ہیں اور اس کو ساخت لسان کے تنزل کی جانب قدم بڑھانے سے تعبیر کرتے ہیں — اس اصول کی ضد وہ اصول ہے کہ جس سے زبان خوب پھلتی پھولتی اور ترقی کرتی ہے کیا بلحاظ شکل کیا بلحاظ سرمایہ - آگے چل کر معلوم ہوگا کہ یہہ بات اُن زبانوں میں بہت پائی جاتی ہے جو اعلیٰ اوصاف سے متصف ہیں اور جنہیں قدرت نے مہمات عظیمہ کی انجام دہی کے لئے انتخاب کیا ہے - یہہ سچ ہے کہ اُس اصطلاح میں کسی قدر شگفتگی ، نیرنگی اور بانکپن آجاتا ہے جسے بذریعہ استعارہ کسی ذہنی یا فلسفیانہ استعمال کے لئے معین کرلیا جاتا ہے کیونکہ استعارہ کا مفہوم ہر وقت پیش نظر رہتاہے ، لیکن شگفتگی وصف ہی ایسا ہے کہ جو صفائی بیان کا خون کرکے مہنگے داموں خریدا جایاکرتاہے ، اور اس کے واسطے خشک مگر معقول صحت بیان کی قربانی کرنی ہی پڑتی ہے، اور جب کبھی اس کی واقعی ضرورت ہو تو ہمیشہ نئے استعاروں سے حاصل کی جاسکتی ہے بشرطیکہ پرانے استعارات بے لطف اسماء کے درجے پر پہنچ گئے ہوں - جیسے جیسے ہم استعمال زبان کے بارہ میں اُس سطح سے بلند ہوکر جہاں سادگی جلوہ گر اور دقت نظر مفقود ہے اُس سطح پر پہنچتے ہیں جہاں وضاحت ، معنی آفرینی اور مصوری کا دور دورہ ہے

ویسے ھي ویسے اکثر اشتقاقی امور بھي قدر و قیمت میں بڑھتے جاتے اور اُس اشارت معني کا اھم جزو بن جاتے ھیں جو ھر لفظ کي ذات میں موجود ھے - ان سے اس میں نزاکت استعمال پیدا ھوتي ھے اور وہ دلالت و شکوہ آ جاتا ھے کہ اگر اس کي جگہ کوئي اور لفظ جو اس کا قدرے قلیل مترادف ھے رکھدیا جائے تو بے لطف و بے اثر معلوم ھوتا ھے - اکثر اشتقاقي معني بیان کي قوت و اثر کو دو بالا کردیتے ھیں - تاھم مذکورہ امور بہت سے عنصروں میں سے صرف ایک عنصر ھے اور مجھے یقین ھے کہ اس کی اھمیت میں مبالغہ سے کام لیا جاتا ھے - اب ھم اپني گذشتہ مثالوں میں سے چند کي طرف پھر رجوع کرتے ھیں - لفظ candid جس صفائي (whiteness) باطن کي جانب چشمک‌زن ھے اس سے ممکن ھے کہ وہ شخص متاثر و محظوظ ھو جو اپني ادبي تعلیم کي وجہہ سے اسے سمجھہ سکتا اور اسکا لطف اٹھا سکتا ھے لیکن candidate کا اشتقاق معلوم ھونے کے بعد یا تو ھنسي آئیگي یا نخوت پیدا ھوگي - apprehend کا اس طرح استعمال کیا جانا ممکن ھے کہ جس سے معلوم ھوجائے کہ آیا فعل دماغ یا حرکت اعضاء مقصود ھے ، مگر understand اس طرح نہیں استعمال کیا جاسکتا - ھمارے بہت سے الفاظ کي حالت وھي ھے جو candid اور understand کي candidate حالت ھے یعني یا تو جیسي کہ آخري دو کي حالت ھے کہ اشتقاق پوچ اور مبہم ھے یا جیسی کہ پہلے کي حالت ھے کہ اس تک محض عالموں ھي کي رسائی ھے، عام بولنے اور سننے والوں کو اس سے کچھہ فائدہ نہیں ھوسکتا - مختصر یہہ کہ کسي لفظ کی دلالت و اشارت معني ویسي ھي ھوتی ھے جیسي کہ ھمارے استعمال نے مقرر کردي - home اور comfort سے بڑھکر گہرے معني والے شاید ھی ایسے دو لفظ ملیں جن کا کسي اور زبان میں ترجمہ کرنا مشکل ھو ، لیکن ان میں سے کوئي ذرا بھی اشتقاق کا شرمندۂ احسان نہیں ؛ ایک تو صرف وھي شے ظاھر کرتا ھے جس سے رات دن سابقہ پڑتا ھے یعني رھنے کي جگہ اور دوسرے کے معنی ھیں " قوت دینے والا " (con-fortare)

انگریزي میں بغیر تلاش و جستجو کے دونوں میں سے کسي کا مادہ ابي معلوم نہیں ہوسکتا۔ یہہ سچ ہے کہ womanly, fatherly, brotherly ہمارے نزدیک feminine, fraternal, paternal وغیرہ سے زیادہ گہرے معني رکھتے ہیں اور ہم ان کي دلالت سے آگاہ بھي زیادہ ہیں مگر اس میں brother, father اور woman سے بدیہی تعلق کو جس قدر دخل ہے وہ غالباً اتنا نہیں جتنا کہ لوگ سمجھتے ہیں - دونوں کا فرق زیادہ تر ان کے اینگلوسیکسن اور لاطیني ہونے پر منحصر ہے اور اس پر بھی کہ لاطینی الفاظ بمقابلہ اینگلوسیکسن الفاظ ایسے محل و موقع پر استعمال ہوتے ہیں جہاں تکلف و تبحر ظاہر کرنا ہوتا ہے - ہماري زبان میں جہاں جہاں لاطیني الفاظ استعمال ہوتے ہیں وہاں عام طور سے اسي غرض سے استعمال ہوتے ہیں - ہم اپنی زبان کے مختلف النوع واقعات نفس الامري سے دکھا سکتے ہیں کہ جن لفظوں کو ہم رات دن استعمال کرتے ہیں انکے معني کا رسمي مفہوم اعانت اشتقاق کا محتاج نہیں - ہمارے افعال و اسماء کے مختلف تصریفي حصوں کی شکل و معني میں مطابقت کا ہونا باعث سہولت ہے - جہاں ہم I love بولتے ہیں وہاں he loves, we love, بھی بولنا پڑتا ہے ، جہاں ہم man بولتے ہیں وہاں ہمکو they loved, having loved, man's, men's, men بھي بولنا پڑتا ہے جن میں مطابقت شکل نظر آتي ہے ، مگر پھر بھي ہم کو I am, he is, we are, they were, having been; I, my, we, our, she, her; go, went; think, thought وغیرہ بولتے میں ذرا بھی تامل یا دقت نہیں ہوتي اگرچہ ان میں سے مطابقت شکل مفقود ہے - پس اسي طرح ان الفاظ کو ایک دوسرے سے جدا کرنے میں ذرا بھي زحمت نہیں ہوتی جن کو ہماري زبان کے عام اصول کے مطابق تعلقات معني کے لحاظ سے پہلو بہ پہلو آنا چاہئے - ان الفاظ کي شکلوں میں خواہ کیسی ہی مطابقت کیوں نہ ہو مگر یہہ ہمارے اُس فعل میں مخل نہیں ہوتي

جس سے کہ بذریعہ ایتلاف ہم ہر علامت اورا اُس کے رسمی خیال کو باہم منسلک کرتے ہیں — مثال کے طور پر ; home, homely scarce, scarcely ; direct, directly ; lust, lusty ; naught, naughty ; clerk, clergy ; a forge, forgery ; candid, candidate ; hospital, hospitality ; idioms, idiocy ; light, alight, delight ; guard, regard ; approach, reproach ; hold, beheld, beholden وغیرہ پر غور کرو— ایسے الفاظ کی ایک طویل فہرست کا مرتب کرنا دشوار نہیں ہے — یہہ در حقیقت اس امر کی ایک مزید مثال ہے کہ دماغ اپنے آلات اظہار پر کس قدر قادر ہے- دماغ کی یہہ قدرت اس بات سے بخوبی ظاہر ہوتی ہے کہ وہ کس آسانی سے مختلف الفاظ میں سے جن کے معنی میں بھی اکثر بہت کچھہ فرق ہوتا ہے ایک لفظ کا مقتضائے حالات و تعلقات کے مطابق انتخاب کرلیتا اور اس سے اپنا کام نکالتا ہے - الفاظ کی مدد سے ہم اپنے نطق و خیالات کے حقیقی تعلق کو سمجھہ لیتے ہیں، یہہ خیالات کے معاون اور ذریعہ اظہار ہیں ، لیکن نہ تو ان کے ہادی و رہبر ہیں اور نہ یہہ ضروری ہے کہ اُن کے ساتھہ ساتھہ خود بھی پیدا ہوں *

اب ہم اُن اعمال پر نظر ڈال چکے جو زبان کے سرمایۂ حیات ہیں - اس کے بعد کے لیکچر میں ہم اُن اسباب پر غور کریں گے جو اِن اعمال کے فعل میں سستی یا تیزی پیدا کرتے ہیں اور جن کے اثر سے زبان منقسم ہوکر بولیاں عرصۂ وجود میں آجاتی ہیں *

چوتھا لیکچر

اس سے پہلے کے دو لیکچروں میں ہم ان خاص اعمال نموئے لسان اور مسلسل تغیر کا پتا لگانے اور مثالیں دے دے کر توضیح کرنے میں مصروف رہے جن کی وجہ سے ہم کسی زبان کو زندہ کہہ سکتے ہیں اور جن کے باعث کسی جماعت کے دماغ و دھان میں کسی زبان میں تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں، تاکہ وہ ہر وقت اس کی ضروریات کے دوش بدوش چلے اور ہمیشہ اس کی پسند و تلوں کے قالب میں ڈھلتی رہے۔ ہم دکھا چکے ہیں کہ ان اعمال کا تعلق اس کی خارجی ہیئت یعنی ملفوظ و مسموع شکل سے ہے اور باطنی سرمایہ یعنی ان معنی سے بھی جو مقصود متکلم ہیں اور فہم سامع میں بھی آتے ہیں۔ بلحاظ خارجی ہیئت یہہ اعمال دو قسموں یا زمروں میں منقسم ہوتے نظر آتے ہیں، ان میں سے پہلے قسم کے اعمال کے اثر سے تخریب و انحطاط واقع ہوتے ہیں یعنی موجودہ الفاظ کی ہیئت میں تخفیف ہونا اور اس کا بدلنا، عناصر ترکیبی کا گھٹتے گھٹتے ہیأت مختلفہ کا ندارد کردینا، قدیم علامات ممیزہ کا مع ان کے ذرایع کے ترک کیاجانا اور الفاظ و مرکبات ناقص کا بھولنا اور متروک ہونا: اور دوسری قسم کے اعمال کے اثر سے زبان نمو کرتی ہے یعنی نقصان کی تلافی، اور وسائل اظہار خیالات میں نئے نئے اضافے کرتی ہے، یعنی پرانا مصالح ملا جلا کر نئے نئے مرکبات بنائے، مستقل معنی رکھنے والے الفاظ سے عناصر ترکیبی تراشے اور اتفاقی فرقوں کے جداگانہ و مخصوص معنی و استعمال معین کئے جاتے ہیں - یہہ خارجی نمواور انحطاط ذہنی سرمایہ کو روزافزوں ترقی دیتے اور اس کی اعانت کرتے ہیں - دوران ترقی میں گفتگو کے مصالح سے من مانے طریقے سے کام لیا جاتا ہے۔ الفاظ کے معنی گھٹتا بڑھا دئے اور "نقل" کئے جاتے ہیں، مجسم و مادی اشیاء کو افکار ذہنیہ و مجردہ کا رتبہ دیا جاتا ہے، وحدت میں اختلاف پیدا کیا جاتا ہے، اور نئے تصور، نئے استنباط

یا خزانۂ لغات میں نئے اضافے کے لئے نئی علامات بہم پہنچانے کے ذرایع بے تکلف نکالے جاتے ہیں – ہم حیات لسان کی اس بحث کو جاری رکھیں گے مگر پہلے اعمال نمو کی گھٹنے بڑھنے والی رفتار پر غور کرنا اور بعض ایسے اسباب کا پتا نا ضروری ہے جن سے یہہ رفتار متاثر ہوتی ہے *

رفتار نموئے لسان میں فرق

ہم بطور تمہید کہے دیتے ہیں کہ نموئے لسان کا گھٹنا اور بڑھنا ایک بہت ہی بدیہی حقیقت نفس الامری ہے – گذشتہ ڈھائی سو برس میں ہماری انگریزی اتنی نہیں بدلی جتنی کہ اس عرصے سے ماسبق ڈھائی سو برس میں بدلی تھی اور گذشتہ پانسو برس میں جو تغیر ہوا وہ اس تغیر کے مقابلے میں ہیچ ہے جو اس عرصے سے پانسو برس پہلے کی مدت میں واقع ہوا– قدیم جرمانی سے اگر موجودہ جرمن اور چھہ سات سو برس پہلے کی انگریزی کا مقابلہ کیا جائے تو جرمن زبان میں اتنے انقلاب نظر نہیں آتے جتنے کہ انگریزی میں اسوقت تک آچکے تھے– آئس لینڈی اور شہنشاہ الفریڈ اور اُس کے پیش رو فرمارواؤں کی اینگلوسیکسن کا جرمانی سے مقابلہ کیا جائے تو بھی نتیجہ یہی ہوتا ہے – جدید رومانی بولیوں یعنی ہسپانی، فرانسیسی ، ایطالوی وغیرہ اور سسرو (Cicero) اور ورجل (Virgil) کے زمانے کی لاطینی میں جتنا فرق پڑگیا اتنا فرق موجودہ یونانی اور سسرو کے یونانی معاصرین کی زبان میں نہیں ہے– اپنے وطن سے کسی قدر دور نکل کر جب نظر دوڑاتے ہیں تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس صدی کے بدو کی عربی اُن قبائل کی عربی سے بہت ہی ملتی ہوئی ہے جن کی سرحدوں پر حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو لیکر گذرے تھے — اگر ہم اس زمانے کی یورپی زبانوں میں سے کسی زبان کا اُس کی اُس زمانہ کی ہیئت سے مقابلہ کریں جو حضرت موسیٰ کے وقت میں رائج تھی تو کوئی عربی کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کرسکتی – بر خلاف اس کے روئے زمین پر ایسی زبانیں بھی موجود

ھیں کہ جو اس تیزی سے بدل رھی ھیں کہ اُن کے بولنے والے چار پانچ پشت پہلے کے اسلاف یا چار پانچ پشت بعد کے اخلاف کی بات سمجھنے سے قاصر ھیں *

اسباب خارجی نموؤں لسان پر اثر کرتے ھیں

تغیر لسان کے خاص طریقوں اور شعبوں میں اتنا فرق ھے کہ یہہ نہیں کہا جاسکتا کہ ایک ھی وجہ کا یا ایک ھی قسم کی وجوہ کا ان سب پر اثر پڑنے یا ان سب پر ایک سا اثر پڑنے سے وہ جلد جلد یا آھستہ آھستہ ظہور میں آتے ھیں لیکن صریح ترین اور بہت ھی اچھی طرح سمجھہ میں آنے والا وہ اثر ھے جو خارجی اسباب ، ماحول ، طرز تمدن ، جسمانی و دماغی مشاغل اور آداب و عادات سے پڑتا ھے اس لئے پہلے ھم اسی اثر کی طرف توجہ کرتے ھیں — ایسے اسباب کا زبان پر کتنا زبردست اثر پڑتا ھے یہ بہترین طریقے سے یوں دکھایا جاسکتا ھے کہ ھم ایک انتہائی درجے کی مثال پر غور کریں — فرض کرلو کہ ایک جہاز کے تباہ ھونے سے انگریزوں کا ایک خاندان بحرالکاھل کے ایک مونگے کے جزیرے میں پہنچ گیا اورکئی پشتوں تک وھاں اس خاندان کے افراد کے سوا کوئی اور متنفس نہ تھا ، فوراً ھی ھماری زبان کا ایک بہت بڑا حصہ اُن کے نزدیک بیکار ھوجائیگا — نیرنگی مناظر یعنی کوہ و وادی ، چٹان اور دریا وغیرہ ، اختلاف موسم و حرارت ، کثرت حیوانات و نباتات ، گوناگوں تجربات و معدنیات ، طرح طرح کی حرفت و پیداوار کہاں سے لائیں گے کہ ان سے تعلق رکھنے والے لفظ بولیں گے — کچھہ عرصے تک تو اس کا کچھہ حصہ حافظے اور روایت کی مدد سے محفوظ رہ سکتا ھے لیکن ھمیشہ محفوظ رھنا ناممکن ھے — پہلے اس کی تصویر کا آئینہ ذھن میں صاف صاف نظر آنا موقوف ھو جائیگا ، پھر کچھہ یوں ھی سا عکس پڑے گا حتیٰ کہ قطعی عکس ھی نہ پڑے گا — دماغ پر آب و ھوا اور طرز تمدن اور ان دونوں کے محدود دائرۂ عمل اوربے لطف یکرنگی کا جو اثر پڑتا ھے وہ اس تصویر کے ضائع ھونے

میں آسانیاں پیدا کرے گا ، زور تخیل اور جوش احساس سرد پڑنے لگے گا اور جب ان اسباب کو اتنا زمانہ گذر جائیگا کہ ان کا اثر اپنا رنگ اچھی طرح جمالے تو انگریزی زبان افلاس کا شکار ہوکر اہل پولی نیشیا (Polynesian) کی بعض موجودہ بولیوں کی ہم رتبہ رہ جائیگی— اب ایک اور مثال پر غور کرو جو اس کی ضد ہے — مان لو کہ پولی نیشاء کا ایک خاندان آیس لینڈ کے سے کسی ملک میں جابسا جہاں حیرت انگیز اور ہوش ربا مناظر ہیں ، جہاں قدرت اپنی بوقلمونی کے کرشمے دکھا رہی ہے اور جہاں جینے اور ہنسی خوشی سے بسر کرنے کے لئے سخت محنت اور دوراندیشی سے اخلاقی و جسمانی قوتوں پر زور ڈال کر کام لینا پڑتا ہے اور یہہ بھی مان لو کہ یہہ خاندان اس تغیر عظیم کو برداشت کرنے اور اپنی طرز بود و ماند کو اس کے مطابق بدلنے کے قابل ہے— اب اس کی زبان میں بہت تیزی کے ساتھہ اشیاء ، اعمال ، تجربات، جذبات اور تعلقات کے لئے نام اور اسالیب بیان پیدا ہو جائینگے *

زبان میں جو کچھہ ہمیشہ اور ہر جگہ ہوتا رہتا ہے یہہ اس کی فقط ایک مبالغہ آمیز مثال ہے — یہہ اپنے استعمال کرنے والوں کی ضروریات و حالات کے بالکل دوش بدوش چل کر اپنا دائرہ وسیع یا تنگ کرتی رہتی ہے — استعمال کرنے والوں کی پرواز خیال ترقی کرتی رہتی ہے تو یہہ بھی ترقی کرتی ہے اور اُس پر زوال آیا تو اس پر بھی — ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ انگریزی بولنے والوں کے ادنیٰ ترین اور سب سے کم تعلیم یافتہ طبقات میں جتنے الفاظ رائج ہیں وہ اُن الفاظ کا دسواں حصہ بھی نہیں جن سے ہمارے خیال کی رو سے یہہ زبان بنی ہے — پس اگر بباعث تنزل تمام انگریزوں کی وہ حالت ہو جائے جو کہ مذکورہ طبقات کی ہے تو اس سے یہہ نتیجہ اخذ کرنا پڑیگا کہ ہماری زبان کا ۹/۱۰ سے زیادہ حصہ معدوم ہو جائگا — تہذیب کے گھٹنے ، قدرتی قوت کے بگڑنے اور تعلیم کے مفقود ہونے کا یہی نتیجہ ہوا کرتا ہے — برخلاف اس کے جس قوم کا علم بڑھتا اور اخلاق ترقی

کرتا جاتا ہے وہ جادہ پیمائي ارتقاء کے وقت ہر قدم پر اپني زبان کو مالامال اور آراستہ و پیراستہ کرتي جاتي ہے۔ ایسي ظاہر و باہر صداقت پر اس سے زیادہ زور دینا فضول ہے ۔ کسي کو بھي اس سے انکار نہ ہوگا کہ بلحاظ الفاظ ، مرکبات ناقص اور معنی ہر زبان کي وسعت اتني ہي ہوگي جتني کہ اُس کے بولنےوالوں کي پرواز خیال کي رفعت ۔اسی رفعت سے اس کي وسعت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے اور جب پرواز خیال میں کوئی تغیر و تبدل ہوگا تو وسعت زبان پر ضرور اثر پڑیگا۔ یہہ نتیجہ اُس حقیقت نفس الامري سے بے تکلف نکلتا ہے جو ہم اس سے پہلے ثابت کرچکے ہیں، یعني لوگ اپنی زبان خود بناتے ، بذریعہ روایت اس کي ہستي کو صرصر فنا سے بچاتے ، حصول مقاصد کے لئے اسے بناتے اور منتقل کرتے ہیں ، اور حصول مقاصد کے علاوہ زبان کي اور کوئي غرض و غایت نہیں *

ایک بہت ہي دقیق و مشکل سوال یہہ ہے کہ وہ نمونے لسان کیا چیز ہے جس کا تغیر کیفیات متقاضي ہوتا ہے یا جس کي جانب اختلاف طبع و پسند کشان کشان لے جاتے ہیں ۔ کس حد تک تو اضافۂ الفاظ یا ترک الفاظ اور ترک معنی الفاظ کو نمو سے تعبیر کر سکتے ہیں اور کس حدتک ساخت لسان کي ترقی یا تنزل کا یہہ نام رکھا جاسکتا ہے ۔ ہم پہلے لیکچر میں بتا چکے ہیں کہ گو لغات کا بدلنا تغیرات لسان میں سب سے زیادہ جائز اور ناگزیر تغیر ہے مگر اس کا اثر سب سے کم پڑتا ہے اور گفتگو کي اس حیثیت میں کہ وہ آلۂ اظہار خیال ہے برائے نام فرق آتا ہے ۔ اس کے بعد ہم یہہ بھي بتا چکے ہیں کہ کیوں کر photograph اور telegraph کے سے لفظ زبان میں داخل کئے گئے اور اس کا جزو بن گئے اور زبان کے پاس جو تصریفي ساز و سامان تھا اس نے انہیں اس سے آراستہ کر دیا اور اس سے زیادہ کچھہ نہوا ۔ ایسے لفظ زبان میں فقط اضافہ کرتے ہیں ان سے وسائل اظہار خیالات کي تعداد اور مجموعي قدر و قیمت پر اثر پڑتا ہے اور کبھي کبھي بہت اثر پڑتا ہے مگر نظام لسان میں ان سے کوئي ترمیم نہیں ہوتی ، نہ اسکي

قواعدي شكل بدلتي هے ، نه اس كے تعلقات الفاظ سمجھنے ميں فرق آتا هے ، اور نه ان تعلقات كو ظاهر كرنے كے ذرايع ميں خلل پڑتا هے ؛ باوجود اس كے وهي كيفيات جو لغات كي بهت زيادہ اور سريع نشو و نما كا باعث هوتي هيں بلا واسطه قواعدي نشو و نما پر بهي اثر كرسكتي هيں - جهاں بهت تبديلي هو رهي هو اور بهت سے نئے لفظ استعمال ميں داخل هو رهے هوں وهاں كسي نه كسي حدتك زبان كے هر حصے كا متاثر هونا ايك طبعي امر هے- هماري زبان كي تاريخ عصر حاضره ميں بهي كچهه نه كچهه باتيں ايسي پائي جاتي هيں جن سے قواعد پر اثر پڑنے كا انديشه هے مثلاً graph اس كثرت سے الفاظ مركب كے آخر ميں بطور جزو لفظ مركب لايا جاتا هے كه انگريزي بولنےوالوں كو معلوم هوتا هے كه يهه ايك "تركيبي عنصر" هے جس كا ايك محل استعمال معين هے اور اسلئے يهه انگريزي سامان اشتقاق كا ايك جزو هے — ism بالكل انگريزي لاحقه بن گيا هے حالانكه اس كا ماخذ يوناني هے اور هم تك فرانسيسي كے ذريعه پهنچا هے ، اس كے ذريعه نئے لفظ نهايت بے تكلفي سے اور بكثرت بنائے جاسكتے هيں اس لاحقے كي قدر و قيمت كو هم اسقدر صاف صاف سمجهتے هيں كه هم نے اسے الگ كرليا اور ايك مستقل لفظ بنا ديا ؛ كسي كے مشاغل ، معتقدات و اصول وغيره كا ذكر كرتے هيں تو كهتے هيں his *isms* or favourite *ism* - اسي طرح كا ايك اور لفظ مگر ذرا كم رائج ana هے جس كے معنى هيں —personal reminiscence and anecdote اسيطرح كسيقدر مذاق ميں ologies مستعمل هے جس كے معني هيں *branches of learned studies

انگريزي كے زمانه حال كے طريقهائے نمو

طريقهائے تغير لسان كي اس حيثيت سے كه كيفيات و حالات كے اثر نے هر ايك طريق تغير كا دائره كس قدر وسيع هونے ديا اس سے بهتر طور سے توضيح نهيں كي جاسكتي كه هم مختصراً اپني زبان كے اُس طريقے كي جانچ پرتال كريں جس كے ذريعه وہ اپنے بولنےوالون كي

روزافزوں ضروریات کے دوش بدوش چل رہی ہے - گذشتہ اور موجودہ صدي میں ہماري زبان کو اپني قوت اظہار میں اضافہ کرنے کي ضرورت پڑي اور اُس سے کسي طرح کم نہیں پڑي جتني ضرورت کہ اُن اہل پولي نیشیا کو اپني قوت اظہار میں اضافہ کرنے کی پڑتي جن کو ہم نے فرضي طور سے آئیس لینڈ میں آباد کردیا تھا - اس میں کلام نہیں کہ تاریخ عالم میں کبھي ایسا زمانہ نہیں آیا جبکہ لوگوں نے ازمنۂ ماضیہ اور کل مخلوقات عالم کے موجودہ نظام کے بارہ میں اس قدر تیزي سے اپنی معلومات میں اضافہ کیا ہو جیسا آج کل ہورہا ہے اور یہہ بھي سچ ہے کہ نئي معلومات لازمي طور سے دانائي یا اوصاف حمیدہ میں داخل نہیں ہیں گو میرے نزدیک یہہ دونوں میں داخل ہوسکتي ہیں اور ہوني چاہئیں - ان معلومات کا ایک حصہ اور حصہ بھي وہ جو عوام کے لئے نہایت اہمیت رکھتا ہے اس قسم کا ہے جو زبان میں کسي طرح کے تغیر کا طالب نہیں ہے کیونکہ اس میں صرف اُن چیزوں کو بہتر طریق سے سمجھنا شامل ہے جو مدتیں ہوئیں لوگوں نے دیکھہ لي تھیں اور جن کا نام رکھے ہوئے عرصہ گذرچکا - نجوم و طبیعیات ہم کو چاہے جتنا سورج اور سیاروں کا اور حال کیوں نہ بتادیں مگر ہم تو اُن کو وھي کہتے رہیں گے جو کہتے چلے آئے ہیں - heat, cold, light, red, blue, green استعمال میں اب بھي ویسے کے ویسے ھي بنے ہوئے ہیں باوجودیکہ نئے نئے نظریات ارتعاش و اہتزاز قایم ہوگئے اور حال ھی میں رنگوں میں عجیب و غریب اکتشافات ہوئے ہیں - اب بھی pudding-stone اور trap ویسے کے ویسے pudding-stone اور trap ھی ہیں جیسے کہ وہ ارضیات دان کے تشریح و توضیح کرنے سے پہلے تھے — جیسے زمین کي قوت کشش دریافت ہونے سے پہلے مادوں کے لئے زمین پر گرنا (fall) اور ہوا میں بلند ہونا (rise) اور اُڑنا (float) بولا جاتا تھا ویسے ھي اب بھي بولا جارہا ہے — رگڑے ہوئے عنبر اور مقناطیس کے واسطے کھینچنا (attract) ویسے ھی استعمال ہو رہا ہے جیسے کہ وہ اس کے دریافت ہونے سے پہلے مستعمل

تھا کہ قوتہائے برق و مقناطیس دنیا بھر کو گھیرے ہیں — اس کی کوئی حد معین نہیں کی جاسکتی اور نہ صورت زیر بحث میں اس کا امکان ہی ہے کہ اس طرح سے زبان کہاں تک معلومات کو زیادہ اچھی طرح سمجھانے اور الفاظ کے معنی میں وسعت پیدا کرنے کی متحمل ہوسکتی ہے — اس کا ذکر ہم پہلے کرچکے ہیں کہ ان اوصاف کے لحاظ سے ایک ہی زمانے کے لوگوں کی گفتگو کے فرق کی کوئی انتہا نہیں ہوسکتی اور نہ عام جماعت ہی کی مختلف زمانوں کی گفتگو کے فرق کی کوئی حد مقرر کی جاسکتی ہے ، لیکن موجودہ زمانے میں گفتگو میں جو اضافہ ہوا ہے وہ اکثر ایسا ہے کہ نئی علامات بہم پہنچائی جانے کا طالب ہے — اس میں بے شمار نئی تفصیلات شامل ہیں مثلاً وہ چیزیں جن کی جانب پہلے توجہ نہیں کی گئی تھی یا وہ چیزیں جن کے سمجھنے میں پہلے اس لئے دھوکا ہوتا تھا کہ جو نام ان کا ہے وہی اور چیزوں کا بھی ہے لیکن جو اب ذہن میں اپنا صاف صاف تصور پیدا کرنے چاہتی ہیں کہ اُن کا نام الگ رکھا جائے تاکہ لوگ اُن کے بارہ میں باہم گفتگو کرسکیں — مگر کسی قدر یہہ ضرورت بھی زبان میں خارجی تبدیلی کئے بغیر داخلی وسائل کی توسیع ہی سے پوری کر لیگئی جیسا کہ ہم تیسرے لیکچر میں دکھا چکے ہیں یعنی بہت سے پرانے لفظ نئے معنی میں استعمال کئے جانے لگے ؛ جب کبھی کوئی نیا شعبۂ علم ، ہنر یا سائنس پیدا ہوتا ہے یا ان کے کسی شعبے میں توسیع یا اسکی تکمیل کی جاتی ہے تو طبعاً خواہش یہی ہوتی ہے کہ اس کے نئے فوائد کی پرانے الفاظ سے اِشاعت کی جائے — نئی تقسیم ، مادے ، پیداواریں اس تقسیم ، مادے اور اعمال سے جو ہمیں پہلے سے معلوم ہیں اسقدر مختلف نہیں ہوا کرتے کہ اگر ہم اول الذکر میں سے بہتوں کا وہی نام رکھدیں جو ثانی الذکر کا ہے ، تو دھوکا ہونے کا اندیشہ ہو ، پس ہر صنعت و حرفت کی اکثر زیادہ تر ایسی اصطلاحات سے بنی ہوئی ہے جن سے

روزانہ لوگوں کو کام پڑتا ہے مگر یہہ اصطلاحات زیادہ صحت اور وسعت معنی کے ساتھہ استعمال کی جاتی ہیں، نباتات‌داں جب پتوں اور پھولوں کا ذکر کرتا ہے تو دونوں اصطلاحات کے معنی میں وہ کچھہ ایسی چیزیں بھی شامل کر لیتا ہے جن کو عوام ان سے خارج سمجھتے ہیں اور اسکے برعکس صورت بھی ہوتی ہے ، یعنی جن چیزوں کو نباتات‌داں خارج سمجھتا ہے عوام انہیں ان میں شامل خیال کرتے ہیں - برقیات‌داں کے نزدیک current اور conductor اور induction کے وہ معنی ہیں اس شخص کے تصور میں نہیں آ سکتے جو طبیعیات سے ناواقف ہے- بہت سے آدمی جو جانتے ہیں کہ cohere کے معنی ہیں stick together وہ cohesion اور adhesion کا فرق نہیں بتاسکتے- ان بےانتہا الفاظ affinity, salt, acid, base, atom اور reaction میں سے چند کی مثالیں ہیں جنہیں کیمیادان نے نئے اور خاص معنی سے آراستہ کیا ہے - درحقیقت روزمرہ کے تمام سامان گفتگو میں اس باعث سے کہ جب اس سے سائنس میں کام لیا جاتا ہے تو استعمال الفاظ میں زیادہ تعین اور باریک بازیک فرق پیدا کرنے پڑتے ہیں ایک طرح کا رد و بدل کرنا پڑتا ہے اور ضرورت کے مطابق نئے مدلول مقرر کرنے پڑتے ہیں (جسے ہم مجاز سے تعبیر کرسکتے ہیں - مترجم) اس رد و بدل اور مجاز کی کوئی حد نہیں - ایسے دانستہ اور مصنوعی اطلاق سے لیکر جو لفظ salt (نمک) سے عیاں ہے ، جس سے کہ کیمیاوی مرکبات کی ، جنہیں کہ اس شے سے مشابہ خیال کیا جاتا ہے جو اس نام سے پہلے سے موسوم چلی آرہی ہے ، ایک بڑی قسم بنائی جاتی ہے ، کسی ایسی اصطلاح کے سیدھے سادے تعین معنی یا اس کے صحیح قوت کے ایسے واضح تر ادراک تک کے، جسے ہم بغیر تبدیل ہیئت کے اس تغیر دلالت سے بمشکل جدا کرسکتے ہیں جس کی مثالیں الفاظ heat, sun fall, rise وغیرہ سے اوپر پیش کی جاچکی ہیں ، مدارج پائے جاتے ہیں - نموئے لسان کا وہ طریقہ جس پر ہم اس وقت غور کر رہے ہیں در حقیقت رفتہ رفتہ پہلے طریقے سے مل جاتا ہے اور نوعیت و ضرورت کے

لحاظ سے اس سے بہت ہی ملتا جلتا ہے — کوئی زبان اس صلاحیت کو زایل نہیں کرسکتی تاوقتیکہ وہ مردہ نہو جائے اور بعض زبانوں میں، جیسا کہ ہم آگے چل کر دکھائیں گے، ہر موقع و محل پر مجاز ہی سے کام لینا پڑتا ہے کیونکہ وہ خارجی نمو سے ناآشنا ہیں *

مگر ہماری زبان میں خارجی نمو جیسی کہ وہ نئے مشتقات کے بننے اور موجودہ مصالح سے نئے مرکبات وضع کرنے سے ظاہر ہوتی ہے، قطعی معدوم نہیں ہے اگرچہ اس کے عمل کے موقع بہت کم کردئے گئے ہیں اور اس کا دائرہ محدود کردیا گیا ہے — اس کے خاص طریقہائے عمل کا اور مباحث کے سلسلے میں پہلے ہی ذکر ہوچکا ہے — یہہ خارجی نمو وہی شے ہے جسے ہم اپنے الفاظ کی اس صلاحیت سے موسوم کر چکے ہیں کہ ان کو جسطرح چاہیں اسطرح استعمال کرسکتے ہیں ، یعنی الفاظ میں ان عناصر ترکیبی کا اضافہ کرنا جو اب بھی مستعمل ہیں اور جن سے ہم جب موقع آتا ہے تو تصریف اور اشتقاقی الفاظ میں کام لیتے ہیں — ہمارے ان ذرائع ارتقائے داخلی میں اب اضافہ نہیں کیا جا سکتا — ly ہمارا وہ لاحقۂ متعلق فعل ہے جس کو بنے بہت ہی تھوڑا زمانہ گذرا اور جو اس امر کی توضیح میں بہت ہی مفید ثابت ہوچکا ہے کہ لاحقات کے بننے کا عام طریقہ کیا ہے ، تاہم بہت سے لاطینی الاصل عناصر نے رفتہ رفتہ اس کا حق حاصل کرلیا ہے کہ وہ نئے انگریزی الفاظ کے وضع کرنے میں دخیل ہوں — اس قسم کے عناصر میں سابقات re, dis, en اور لاحقات fy, ism, ize, ic, ous, able, ess, ment وغیرہ داخل ہیں اور جیسا کہ ہم دکھا چکے ہیں اس فہرست میں اضافہ ہونا خارج از امکان نہیں — کیمیاوی مصطلحات کا داخلہ ، جن کا ذکر گذشتہ لیکچر میں آچکا ہے ، سامان ترکیبی کی کسیقدر مصنوعی اور غیر معمولی توسیع کی مثال پیش کرتا ہے — مصطلحات سائنس کی تاریخ جدید میں اس قسم کی اور مثالیں بھی ملتی ہیں اور ممکن ہے کہ روزمرہ کی ضروریات رواج اور سند علماء سے مدد لیکر ان بدیشی عناصر سے اور الفاظ وضع کرلیں اور انہیں عام نظام زبان کا جزو

لاینفک بنادیں ، لیکن هماري اصلی زبان کے عناصر کو جو اب مستقل حیثیت رکھتے هیں باهم ملانے اور ایک جان کرنے سے یہہ نتائج هرگز مرتب نہیں هوسکتے - خزانۂ لغات کو مالا مال کرنے کے اس ذریعہ سے کہ الفاظ کو باهم ملایا جائے هم شاذ و نادر هي کام لیتے هیں- Steamboat اور railroad اس قسم الفاظ کی معمولی مثالیں هیں جو هماري زبان کی موجودہ نمو کا اس کي هم‌رشتہ زبانوں کے مقابلے میں ایک هیچ میرز جزو هے *

انگریزي میں لاطیني اور یوناني الفاظ کا داخلہ

زبان‌سازي کی جو ضروریات کہ وہ طریقے نہیں پوري کرسکتے جن کا ذکر کیا جا چکا هے وہ اور زبانوں سے لفظ قرض لیکر پوري کی جاتی هیں اور هر شخص جانتا هے کہ انگریزي اس پر بہت عامل رهی هے - هماري کتب لغات هزاروں لاکھوں لاطینی الفاظ سے بهري پڑي هیں اور ابھی هزاروں لاکھوں صنعت و حرفت کی اصطلاحیں ایسی هیں جن کو کتب لغات میں تو ابھي جگہ نہیں ملي مگر لوگ انہیں بولتے هیں - ان حالات و کیفیات کی کہ جن کی وجہہ سے یہہ طریق نمو هم لوگوں میں رائج هوگیا کوئی انتہا نہیں اور وہ گوناگوں هیں— ان میں سب سے پہلی بات تو همارے ترکیبی سامان کی قلت اور کثرت سے نئے مرکبات وضع کرنے سے نفرت هے جو هماري زبان کی خصوصیت هے— ارتقائے داخلی کی قابلیت و صلاحیت کو ان قیود کی زنجیروں میں جکڑ دینا اس بات کے لئے مجبور کردیتا هے کہ خارجی دولت سے استفادہ کیا جائے- اس کے بعد تاریخی حالات و کیفیات نے هماري بولی کو جس کا ماخذ جرمانی تھا زبردستی نارمنز کی رومانی زبان سے گھلا ملادیا - اس کے باعث فوراً هی بہت سی اصطلاحات جن کا ماخذ کلاسکل تھا عام طور سے داخل استعمال هوگئیں — اس باعث نے اُن اصطلاحات کے بےانتہا اضافے کے لئے ایسی مشابہات پیدا کرکے جن سے وہ وابستہ کی جاسکتی تھیں اور رواج عام کی ایسی تائید کے بل پر جسنے ان کی شکل سے اجنبیت دور کی ، نئی صورت پیدا کردي ؛ باوجود اس کے اس میں شک نہیں کہ روزمرہ کے لفظ یعنی وہ

لفظ جنھین ھر انگریزي بولنےوالا بچہ سب سے پہلے سیکھتا اور جن کا وہ کثرت سے استعمال کرتا رھتا ہے زیادہ تر اینگلوسیکسن سے نکلے اور جرماني ھین - لاطینی اور یونانی مشتقات کی بھرمار تربیت تعلیم اور مخصوص سائنٹفک تدریس کے ساتھہ ساتھہ ھوتی رھتی ہے اور موجودہ زمانے میں ایسے مشتقات کی کثرت رواج کا یہی سبب ہے — جو علم ان کے ذریعہ سے سکھایا اور پڑھایا جاتا ہے اسکو تبحر و علمیت سے تعلق ہے اور اسکی تفصیلات سے انگریزی بولنےوالی جماعت کو کسی قسم کی دل چسپی نہیں اور نہ ان تک انکی رسائی ھی ہے، بلکہ ان کا تعلق ایک خاص جماعت سے ھے جو سمجھتی ہے کہ ھم وطنوں سے میرا اتنا تعلق نہیں ہے جتنا کہ میري سی اور قوموں کی جماعتوں سے کیونکہ مین اور وہ ایک ھي "شجر معرفت کی شاخیں" ھین - مثلاً یورپ اور امریکہ کے کیمیادانوں میں ایک قسم کا رشتہ و اتحاد ہے جس کے باعث وہ چیزوں کے نام ان اصول کے مطابق رکھتے ھین جو متفق علیہ ھین ، اور اپنے اپنے ملک کے خزانۂ اسالیب بیان کی مدد اور رواج کے مطابق ان زبانوں سے وضع کرتے ھین جو دونوں کو آتي ھین - اس میں شک ھے کہ دنیا مین آجتک جتنی زبانین بنی ھین ان مین سے کوئی سی بھی اپنے داخلی وسائل کی مدد سے اس کا پہلے سے انتظام کرسکتی تھی کہ وہ ان بےشمار نئی معلومات کو ظاھر کر سکے جنھین کچھہ عرصے سے سائنس جدید ھمارے خزانۂ علم مین داخل کر رھی ھے - مثلاً ذرا اس طبیعیات‌دان کی پریشانی کا خیال کرو جس نے نئی تحقیقات کے لئے سفر کیا تھا اور واپسی پر ھزاروں نئی قسم کے پودے اور جانور لایا ہے مگر اسے مجبور کیا جا رھا ہے کہ ان کے نام اپنی مادري زبان سے وضع کرکے رکھے — ذرا اسے بھی سوچو کہ اسکی کسقدر محنت رائگان جائے گی-اس کے اھل ملک‌مین سے $\frac{19}{20}$ جو اس کی زبان بولتے ھین شاید ان سے ناواقف ھی رھین گے اور اگر اتفاقیہ ان چیزوں مین سے کسي سے عوام روشناس ھوگئے تو وہ آسانی سے اسکے لئے نام تراش لین گے - پس موجودہ زبانوں مین سے کوئی زبان بھی خواہ اسے بلحاظ

صلاحیت داخلي نمو انگریزي پر کیسی هي فوقیت کیوں نہو اس قسم کے اسالیب بیان کے شعبے کو لاطیني اور یونانی سے عاریتاً لفظ لینے کے سوا اور کسی طریقے سے آراستہ و پیراستہ نہین کرتی ، اور خوش هوتی هے کہ اس کے قبضے مین اشتقاق الفاظ کے لئے ایسے خزانے هین جو منہا منہہ بھرے هوئے هین ، جن تک رسائی آسان هے اور جن سے جسطرح چاهین کام لے سکتے هین - تمام دنیا مین انواع حیوانات و نباتات ، ان کے حصوں اور مخصوص فرقوں، مرکبات و عناصر معدنیات ، ان کے اعمال و تعلقات وغیرہ کے نام لاطیني یالاطیني ماخذ زبانوں سے لئے گئے هیں-مانا کہ جرمني والون کازیادہ تر رجحان یہہ هے کہ اپنی هی زبان کے مشتقات برتیں اور هیدروجن آکسیجن اور ایسڈ کے بجائے wasserstoff (water-substance) sauerstoff (sour substance) säuer (sourness) وغیرہ بولیں لیکن اس میں بہت کچھہ شک و شبہ هے کہ واقعي اس سے کوئي فایدہ هے — هم دکھا چکے هیں کہ وہ ایتلاف جو خیال اور علامت، خیال کو ایک هي رشتہ میں منسلک کرتا هے برائے نام هي اشتقاقي اشارت معني کا محتاج هے اور کسي زبان کے پرانے مصالح کو ایک قلیل مدت میں طرح طرح کے نئے مخصوص معني سے زبردستي مزین کرنا جیسا کہ باعث ابہام و ایہام هوسکتا هے ویسا هي فہم مطالب مین سہولت اور بیان میں شگفتگي بھي پیدا کرسکتا هے—هر جماعت اپني مادري زبان کے وسایل گفتگو سے علم ، تجربہ اور فرزانگي کي محض معمولي ترقي کی ضروریات اُن تصورات میں کاٹ چھانٹ کرکے جو خود مع اپنے نام کے پہلے سے موجود هیں یا کسي قدر نئي معلومات کے ادراک کي مدد سے، باسانی پوري کرسکتي هے لیکن یہہ مقام مسرت هے کہ هماري زبان حسن اتفاق سے اُس مصیبت سے بچ گئي جو هماري تربیت کي حالت موجودہ کے باعث اُس پر نازل هونے کو تھي—یہہ مصیبت ایسی سخت مصیبت تھی جو آج تک کسي زبان پر نہیں پڑي *

بدیسي الفاظ کا داخلہ اور اسکي وجوہ

لیکن هماري زبان میں اُن چیزوں کے نام بھي جنہیں هم هر گھڑي استعمال کرتے هیں اور هر شخص جانتا هے ایسے هیں جنسے مولویت اور

میں گہرت ٹپکتی ہے — ایک خوبصورت پھول ڈیلیا (Dahlia) کہلاتا ہے اسے تھوڑے ہی دن گذرے کہ سفارش علماء نے امیروں کی پھولوں کی کیاریوں میں جگہ دلائی اور آج کل غریب سے غریب کے باغ میں ملتا ہے ، اس سے سب ایسی ہی اچھی طرح واقف ہیں جیسے کہ سورج مکھی یا گلاب سے ، اس کی وجہ تسمیہ یہہ ہے کہ جس نباتات داں نے اسے عوام سے روشناس کیا اُس نے حسن عقیدت ظاہر کرنے کے لئے اس کا نام ایک سابق نباتات داں Dahl کے نام پر رکھدیا—ایک اور سائنٹفک ایجاد یعنی telegraph نے اپنا بدیسی نام محض ہمارے ہی ملک میں نہیں بلکہ تمام روئے زمین پر قایم رکھا اگرچہ اب یہہ ایک ایسی شے ہوگئی ہے کہ جو دنیا بھر میں رائج ہے اور جیسے ڈاک خانے کے بغیر کام نہیں چل سکتا اس کے بغیر بھی گذر نہیں—ایک مادہ جس کے انکشاف و استعمال کے بارہ میں چند سال ہوئے ہمارے ملک کے بہت بڑے حصے میں کھلبلی مچ گئی تھی اپنا صحیح صحیح انگریزی نام rockoil یا mineral oil نہ قایم رکھہ سکا اور اس نے علماء سے اس کا لاطینی مترادف petroleum قبول کرلیا—لاکھوں آدمی اسے بولتے ہیں مگر انہیں اس کا قطعی علم نہیں کہ یہہ لفظ کس زبان سے لیا گیا ہے اور اس کے کیا معنی ہیں—انگریزی میں نام وضع کرنے کے باب میں کئی صدیوں سے علماء کا اثر بہت بڑھ رہا ہے اور اب تو یہہ حد سے بڑھ گیا—اس کے ساتھہ ساتھہ کسی قدر بیجا حد تک کلاسیک الفاظ اور مرکبات ناقص کے داخلے میں بھی اس غرض سے ترقی ہوئی کہ وہ اصلی انگریزی اسالیب بیان میں اضافہ کریں— ایک قسم کا عالمانہ طرز ہے جس کی بنیاد انگریزی لغات کے بجائے لاطینی لغات پر رکھی گئی ہے اور اس میں اس طریقے سے گفتگو کی جاتی ہے کہ سوا ان لوگوں کے جنہیں کلاسیکل تعلیم دی گئی ہو اور لوگ اُس کا آدھا حصہ بھی نہیں سمجھتے مگر یہہ اُس رجحان کا ایک احمقانہ غلو ہے جو انگریزی کا جزو لاینفک بن گیا ہے—اگر اسی طرح کسی اور زبان مثلاً جرمن وغیرہ سے استفادہ کیا جائے تو اس کو ایک اور طرح کے عیب سے منسوب کیا جائے گا یعنی اس کو قطعی مہمل اور بیہودہ تصنع سے تعبیر

کیا جائیگا کیونکہ ہماری مادری زبان میں پہلے سے کوئی ایسی بات رائج نہیں جس سے اس کی تائید ہوتی ہو *

پس ہم دیکھتے ہیں کہ نموئے لسان انگریزی کی بہت ہی صریح اور حیرت انگیز خصوصیت یعنی بدیسی اصطلاحات کا کثرت سے زبان میں داخل کرنا ایک ایسی خصوصیت ہے کہ جس کے اور دیگر لسانی نمو کے مدارج میں فرق ہے اور یہہ بھی کہ ان اختلاف مدارج کا باعث صورت معاملہ ہے یعنی معلومات کے بہت بڑے حصہ کی عالمانہ نوعیت کا طالب اظہار ہونا ـدیسی اعمال الفاظ سازی کی سستی اور ہمارے روزمرہ میں کلاسک اصل کے بہت سے الفاظ کی موجودگی ' یہہ تمام کیفیات اس عادت کی تخلیق و تربیت کا باعث ہوئی ہیں کہ ہم اپنی روزانہ ضروریات پوری کرنے کے لئے کلاسکل اسالیب بیان کے خزانے کے سامنے بار بار دست سوال پھیلائیں جو خوب مالا مال ہے اور جس تک ہماری رسائی ہے — اس گدائی کے اسباب تاریخی ہیں ـ داخلی ارتقاء کی اہلیت کا نہ ہونا اور عاریت کی صلاحیت کا ہونا ، جو ہماری زبان کا خاصہ ہے اور دیگر جرمانی سے نکلی ہوئی زبانوں کا نہیں ہے ، دونوں کے اسباب کو حملۂ نارمنز سے منسوب کرسکتے ہیں — اس واقعہ کے باعث ایک عرصے تک تو یہی اندیشہ تھا کہ کہیں اینگلوسیکسن معدوم نہ ہوجائے یا انحطاط اسے دھقانی بولیوں کے درجے پر نہ پہنچادے ـ سیاسی کیفیات نے اینگلونارمن مفاد کا تعلق بر اعظم کے مفاد سے منقطع کرکے تمام آبادی میں انگریزیت کا احساس پیدا کردیا باوجودیکہ اس آبادی کے عناصر میں بہت اختلاف تھا ، اس لئے بجائے اس کے کہ سیکسن انگلش کو نارمن فرنچ نگل جاتی ، دونوں ملکر شیر و شکر ہوگئیں ، لیکن جب نئی زبان اس رنگ میں رونما ہوئی تو معلوم ہوا کہ اس کی قواعدی قوت بہت کچھ زائل ہوگئی اور اس کی شکلوں اور ترکیب کے طریقوں میں بہت فرق پڑگیا ، روایت نے ہم تک جو زبان پہنچائی وہ خالص اور آمیزش سے پاک نہ تھی — اساسی

زبان پر اس کے بولنے والوں کے تعلیم یافتہ طبقے نے جو حافظالحال اثر ڈالا وہ کچھ عرصے کے لئے جاتا رہا ، عوام کی غلطیوں اور خرابیوں نے خوب اپنا رنگ جمایا ، ان میں سے بہت سے لوگوں نے ایک قسم کا طریق گفتگو سیکھ لیا جسے ان کے آباؤ اجداد حیرت کی نظر سے دیکھتے اور وحشیانہ سمجھتے تھے ، رہے سہے جو تھے انہوں نے اپنے روزمرہ میں بہت سے نئے لفظ داخل کرلئے اور ان پر اپنے قدیم طریقہائے تصریف کا اطلاق کردیا — نارمن فرنچ اور سیکسن انگلش کے شیر و شکر ہونے کا نتیجہ یہہ ہوا — جب کبھی دو قوموں کا جن کی زبانیں الگ الگ ہیں باہم مساویانہ میل جول ہوگا اور باہمی اتحاد اور رعایت ضروریات سے ایک نئی مخلوط زبان بنے گی ، جسے سب سیکھیں اور بولیں گے ، تو ہمیشہ ایسا ہی ہوتا رہے گا *

ہمیں ذرا ہوشیار رہنا چاہئے تاکہ ہم اُس مانع کی ماہیت کو غلط نہ سمجھ جائیں جو ہمیں پرانے مصالحوں سے نئے لفظ بناکر اپنی لغات میں اضافہ نہیں کرنے دیتا — یہہ مانع تمام تر موضوعی ہے ، اس کو ہماری عادت اور پسند و ناپسند سے تعلق ہے ، مثلاً اگر صرف یہی مد نظر ہو کہ جو لفظ ہم بنائیں ان کا مفہوم سمجھ میں آجائے تو جرمن زبان میں جو مرکبات بنے ہیں اُن میں سے شاید ہی کوئی ایسا ہوگا کہ جس کا کسی نہ کسی انگریزی لفظ سے لفظی ترجمہ کیا جائے اور وہ سمجھ میں نہ آئے اور اس لئے جرمن کی تقلید مناسب نہیں — مگر بات صرف اتنی ہی نہیں ہے ، ہمیں جماعت کے اُن خیالات کی بھی رعایت کرنی پڑتی ہے جو پہلے سے اُس کے دل و دماغ میں بسے ہوئے ہیں — وہ نہ تو اس کی عادی ہے اور نہ اسے پسند کرتی ہے کہ ایسے مرکب لفظ بنائے جائیں کہ جن میں صرف اسی کو مدنظر رکھا جائے کہ وہ سمجھ میں آتے ہیں یا نہیں — زبان‌سازی اور تغیر زبان کے تمام عمل کا ، زبان کے خواہ کسی شعبے سے اُس کا تعلق کیوں نہ ہو ، ان افعال مجردہ پر دارومدار ہے جو لوگوں سے صادر ہوتے ہیں — باوجود

اُس کے ہر فعل کی قدر و قیمت کا اندازہ محض معاملہ پیش نظر کے لحاظ ہی سے نہیں لگایا جاتا بلکہ اس کا بھی خیال رکھنا پڑتا ہے کہ جماعت کے ، اس حیثیت سے کہ وہ کسی شخص پر کیا اثر رکھتی ہے اور اُس حد تک وہ شخص اُس کا نمایندہ ہے ، عام رواج و استعمال کیا ہیں — پس اس عمل کی ابتداء ، قبولیت اور تصدیق درحقیقت جماعت کا ایک فعل ہے اور یہہ فعل ایسا ہی حقیقی طور سے "اجماعی" ہے جیسا کہ وہ فعل ہوسکتا ہے جس کے مباحثے اور فیصلے کے لئے لوگوں نے جلسہ کیا ہو *

رفتار انحطاط لسان پر کن کن اسباب کا اثر پڑتا ہے

اب تک ہم نے خاصکر نموئے لسان پر حالات و کیفیات کا جو اثر پڑتا ہے، یعنی زبان کا نئے خیالات و آراء کے نام گھڑ گھڑ کر خود کو مالا مال کرنا ، اس پر غور کیا ہے — ہم کو ابھی اس کی مختصر جانچ پرتال کرنی ہے کہ حالات و کیفیات کا انحطاط لسان ، تغیر صوت اور تخریب قواعد پر کہاں تک اثر پڑتا ہے — جیسا کہ اس سے پہلے بتایا جا چکا ہے انحطاط وغیرہ ناقص روایت لسان کا نتیجہ ہیں - تحصیل الفاظ میں بےپروائی برتنے یا اُن کے دھرانے میں غلطی کرنے سے لوگ نسلاً بعد نسل اُس زبان کو مسخ کرتے رہتے ہیں جو وہ آیندہ پشتوں کے حوالہ کرتے ہیں — پس اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہر بات جو صحت روایت کی ممد ہے زبان کی صوتی اور قواعدی ساخت کو بدلنے سے بچالیتی ہے — جب زبان سے بہت ہی فاقدالشعور طریقے سے کام لیا جاتا ہے، محض حاضرالوقت سہولتوں اور ضرورتوں کا خیال رہتا ہے اور قدیم استعمال و رواج کا بہت کم لحاظ کیا جاتا ہے تو اُس کے تغیر کی بھی حد نہیں رہتی — اگر غور و فکر کو اس میں ذرا بھی دخل دیا جائےگا تو اس کا نتیجہ یہہ ہوگا کہ زبان بحال خود قائم رہےگی — جو قوم اپنی زبان پر غور اور اُس پر بحث کیا کرتی ہے ، اس کے قواعد و استعمال کے مطالعہ اور استقراء و استخراج میں مصروف رہتی ہے وہ اُس کو بہت ہی آہستہ

آہستہ بدلتی ہے - بعض قوموں کی یہہ خصوصیت ہے کہ وہ اس کی طرف مائل ہیں - یہہ میلان اُن اوصاف و کیفیات کا نتیجہ ہے جن کا پتا لگانا اور بیان کرنا قریب قریب یا بالکل ناممکن ہے لیکن اکثر یہہ بہت ہی صریح اسباب کے باعث عرصۂ وجود میں آتا ہے یا وہ اس کو تقویت دیتے اور اس کی اعانت کرتے ہیں ، مثلاً قدما کے طریقوں اور الفاظ کے نقل کرنے کو پسند کرنا ، ایسے ادب کا مالک ہونا جو بذریعۂ روایت اُن تک پہنچا ہے - لیکن تحریری ادب ، تصنیف کی عادت اور طریقۂ تعلیم کے رواج کو اس میں بہت دخل ہے - اُن قوموں میں سے جو تغیر لسان کی بہت ہی روک تھام کرتی ہیں تعلیم و تربیت کا درجہ سب سے بڑھا ہوا ہے- وہ شخص سب سے کم باعث تغیر ہوگا جسے یہہ سکھایا گیا ہے کہ بوقت گفتگو صحت الفاظ کا خیال رکھے اور جس کی عادت ہے کہ جب کچھ لکھتا ہے تو وہی لکھتا ہے جو ہر موقع پر اور بے تکلف اس کی زبان سے نکلتا ہے — الفاظ کی حقیقی شکل اور مستقل حیثیت اسے ہر وقت اس قدر صاف صاف نظر آتی رہتی ہے کہ نہ تو وہ انہیں باہم خلط ملط کرسکتا ہے اور نہ ان کی صورت بگاڑ سکتا ہے - پس ادبی تربیت کا یہہ اثر ہوتا ہے کہ زبان کسی پشت کو جس حالت میں ملتی ہے اُسی حالت میں قایم رکھتی ہے اور جو عمل اُس وقت سبب ارتقاء ہوتے ہیں اُن کے جاری رہنے کا اہتمام کردیا جاتا ہے مگر اور اعمال کا داخلہ یا تو روک دیا یا قطعی بند کردیا جاتا ہے ؛ اُس کی عادات و طریقے غیرمبدل قانون بنادیئے جاتے ہیں ؛ اور اُس کی صوتی صفت میں تغیر کے سوا اور کسی امر کو دخیل نہیں ہونے دیا جاتا مگر اس کو بھی بہت ہی آہستہ آہستہ اور احتیاط کے ساتھہ دخل کا موقع ملتا ہے *

ابھی تک دنیا کی تاریخ میں اس قسم کا حافظالحال اثر عام طور سے ایک فرقے ہی میں اپنا کام کرتا رہا ہے - علماء یا پجاریوں کا گروہ قومی ادبیات کا والی و وارث اور اس زبان کی حفاظت کا جس میں یہہ لکھا گیا ہے نگہبان دار بن بیٹھا مگر عوام اس سے ناآشنا

اور بیگانہ ہوتے چلے گئے – تائید عوام سے محروم ہوتے ہی تعلیم و تعلم کی زبان اپنی قوت حیات زائل کرنے لگتی ہے کیوں کہ کوئی سی زبان کیوں نہ ہو اگر وہ تمام جماعت کی ہر طرح کی ضروریات پوری کرنے سے قاصر ہے اور جو تبدیلیاں اس جماعت میں واقع ہو رہی ہیں ان کے دوش بدوش نہیں چل سکتی تو وہ زندہ نہیں رہ سکتی – جب یہہ عام طور سے استعمال نہیں کی جاتی اور ایک خاص فرقے کی ملک بن جاتی ہے تو اس کی طبعی اور ضروری نمو کا دائرہ محدود ہو جاتا ہے – بس ایک ہی قوم میں دو زبانیں پیدا ہوجاتی ہیں ایک تو وہ ہوتی ہے جو 'ماضی' سے ورثے میں ملتی ہے ، یہہ روز بروز دشوار ہوتی جاتی ہے اس میں تصنع کا سا رنگ پیدا ہوتا جاتا ہے اور اس کے استعمال کے خاص خاص موقع رہ جاتے ہیں اور دوسری کو 'حال' پیدا کرتا ہے جو پہلی سے روز بروز اعمال لسانی تغیر کے باعث الگ ہوتی جاتی ہے ، اس میں غلطیاں اور خرابیاں بھری پڑی ہوتی ہیں لیکن اس کی حیات تندرستی اور قوت سے معمور ہوتی ہے جس کے باعث آخر یہہ اس قابل ہوجاتی ہے کہ عالمانہ اور مقدس بولی کو جس سے یہہ نکلی ہے اکھاڑ دے اور اُس کی جگہہ خود لے لے – اُن عالمانہ بولیوں کی جو دنیا کے مختلف حصوں میں کسی جماعت کے روزمرہ کے درجے سے گرنے کے بعد بہ حیثیت 'مردہ زبان' عالمانہ تحریروں کے لئے محفوظ رکھی گئی ہیں یہی اصلیت ہے اور یہی حشر ہوا ہے – اس کی مثالیں یہہ ہیں :— قدیم مصری زبان جو اس کے بعدجب کہ عوام خط و زبان دونوں کی شکل بدل چکے تھے ، عرصے تک اس لئے زندہ رکھی اور خصوصی ہی میں لکھی جاتی رہی کہ امور مذہبی میں اس کا استعمال ہو ، زند متبعین زردشت کی ملک ؛ سنسکرت جو اب بھی ہندوستان کے پاٹھہ شالاؤں میں پڑھائی جاتی ہے ، باوجودیکہ اس سے نکلی ہوئی وہاں بے شمار زبانیں رائج ہیں ؛ اور لاطینی جو صدیوں تک تعلیم یافتہ طبقے کی زبان مشترکہ بنی رہی اگرچہ اسی اثناء میں بعد

کي رومانی بولي کي اقسام بھي، جو آج یونان و روما کي تہذیب سے بڑھي ہوئي تہذیب کي آلۂ اظہار ھیں ، رائج تھیں مگر محض دھقاني بولیوں کا رتبہ رکھتي تھیں — ھر بولی جو ادبی تعلیم و تربیت کا ذریعہ بنائي جائیگی اُس کا وھي حشر ھوگا جو لاطیني کا ھوا — سیاست اور لسان دونوں میں تنہاپسندي باعث زوال ھوتي ھے — بہت سے آدمیوں کی ضروریات و مفاد چند اشخاص کي ضروریات و مفاد سے زیادہ اھمیت رکھتے اور آخر کار ان پر غالب آجاتے ھیں — اصلی حفاظت زبان یہہ ھے کہ ایک تعلیم یافتہ اور اوصاف حمیدہ رکھنے والي جمہوریت قایم کي جائے اور کامل و ھمہ‌گیر تعلیم کے ذریعہ تمام جماعت کو اس امر میں ھم‌نوا بنالیا جائے کہ صحیح گفتگو کے مسلمات کا مناسب اور مفید تحفظ کیا جائیگا اور اس کے بعد پھر جو تغیر ناگزیر ھے اس سے تعرض نہ کیا جائے — تکسالي زبان کے حامیوں کا ایک گروہ ھے جو چاھتا تو یہہ ھے کہ زبان‌کي سالمیت پر حرف نہ آنے پائے مگر در حقیقت یہہ اُس کي ترقي کی راھیں بند کردیتا ھے — نئے لفظ ، نئے معني اور عام طور سے مستعمل اسالیب بیان سے حد سے زیادہ ڈرنا ، زندہ زبان کے لئے اس سے کچھہ ھي کم مہلک ھے جتنا کہ ان کي قطعي روک تھام نہ کرنا

قدیم وجدید ادبي زبانیں

شاید اس بات کے بتانے کي ضرورت نہیں ھے کہ یہہ پسندیدہ شرطیں بہ نسبت قدیم زمانے کي ترقي یافتہ و ادبی زبانوں کے عصر حاضرہ کي ترقي یافتہ و ادبي زبانیں قریب قریب بالکل پوري کر رھي ھیں اور اول‌الذکر کا جو حشر ھوگا وہ ثاني‌الذکر کا نہوگا — یورپ اور امریکہ‌کي تعلیم یافتہ سوسائٹي میں عام خالصیت زبان کي حفاظت کرنے والي قوتیں جس درجۂ ارتقاء پر پہنچ چکي ھیں زمانہ ھائے قدیم میں بہت ھي موافق کیفیات و حالات کي صورت میں بھي اس درجے پر پہنچنا تو درکنار اس سے کوسوں دورھي رھیں — زبان کا سوچ سمجھکر اور غور و فکر کرکے استعمال کرنے والوں ، تعلیم و ترقي یافتہ اشخاص اور اپنے

خیالات کو ضبط تحریر میں لانے والوں کا ہر جگہ ایک گروہ بن گیا ہے جس کے افراد کی تعداد کثیر اور جس کا اثر غالب ہے - تعلیم اب اعلیٰ طبقے ہی میں محدود نہیں بلکہ عوام میں بھی پھیل گئی ہے - کتابوں نے ہر شخص کے ہاتھ میں پہنچکر تحریر و تقریر کے اصول قایم کردئے اور سب پر ایک ہی رنگ چڑھا دیا - عام گفتگو کی وہ ہیئت جس کے بہترین دماغ اور شیرین کلام و خوش نوا اصحاب حامی و مدد گار ہیں اوروں پر غالب آرہی ہے- ان کے محاورات وقواعد کو جڑ سے اکھاڑے پھینکتی اور وعدہ کرتی ہے کہ میں اصلی زبان عام بنونگی اور ہمیشہ خدمت کرتی رہوں گی *

ہم جن اثرات کا ابھی ذکر کر رہے تھے امریکہ میں ان کی ہیئت میں ایک خصوصیت ہے ، ایک طرف تو کسی اور ملک میں تعلیم یافتہ گروہ کے افراد کی تعداد نہ تو اسقدر بڑی اور نہ اس کا مجموعی اثر اسقدر بڑھا ہوا ہے؛ دوسری طرف بہترین تعلیم یافتہ اور بلندترین طبقے کی قوت جیسی یہاں کم ہے پرانی دنیا کے کسی جمہوری شہر میں اتنی کم نہیں - مختلف گروہوں کے نرم لہجہ اخبارات اُس مروجہ ادبی اثر کے حد سے بڑھے ہوئے نمونے ہیں کہ جو ہماری آیندہ نسل کے طریق گفتگو کو سانچے میں ڈھال رہا ہے - ہم کو بحیثیت امریکی جس بدعت سے بچنا اور جس کو روکنا چاہئے وہ نامقبول الفاظ ، غیر فصیح محاورات حتیٰ کہ دھقانی زبان کی جانب رجحان ہے- حصول جمہوریت کامل کے واسطے، جو زبان کی روح رواں اور جان ہے ، اور اپنی انگریزی کو تمام قوم کے احساسات و خیالات سے معمور رکھنے کے لئے ہم کو نہ تو اعلیٰ طبقے کے لہجۂ و اسلوب کا معیار گھٹا دینا چاہئے اور نہ تمام طبقات کے لہجۂ و اسلوب سے ایک اوسط درجہ قایم کرنا چاہئے بلکہ ان کو پست سطح سے اٹھاکر بلند سطح پر پہنچانا لازم ہے *

اور اسباب جن سے رفتار نموئے لسان متاثر ہوتی ہے

ہمارا ان اسباب کا تبصرہ جامع اور مانع نہیں ہے جن سے اندازہ کیا جاتا ہے کہ ہر عمل نموئے لسان نے کیا اور کس قدر اثر کیا - اس

مضمون پر مکمل بحث کے واسطے ایک جداگانہ دفتر کی ضرورت ہے - اس کے بعض حصے نہایت دشوار اور دقیق ہیں - ہم محض خارجی اور تاریخی حالات کی طرف متوجہ رہے ہیں ، جن کا پتا لگانا آسان ہے - ہم نے کہیں کہیں ان زیادہ گہرے اور زبردست اثرات کی جانب اشارہ کردیا ہے جن کا گہرا نقش مختلف زبانوں کے اوصاف ذاتی اور ان قوموں کی خصائل پر منقش ہے جو انہیں بولتی ہیں - ذاتی قابلیتوں اور مزاجوں ، اقتصادی اور موروثی عادات ، اور متحرک افعال حالات کا پیچیدہ اور گہرا مجموعہ جس سے کہ ہر جماعت کی علم گفتگو ایک خاص ہیئت اختیار اور منازل ارتقاء طے کرتی ہے دنیا کی ہر جماعت میں ایک لئے ہی رنگ میں جلوہ گر ہے اور اس کے سمجھنے کے لئے خاص اور وسیع مطالعہ کی ضرورت ہے - قومیات‌داں مجبور ہوتے ہیں کہ خصائل قومی کے فرقوں کو واقعات حقیقی مان کر ان کو واضح طور سے بیان کرنے پر قناعت کریں اور ان فرقوں کی وجوہ بقانے کے مدعی نہوں - اسی طرح لسانیات‌داں کو بھی جب فروق لسانی سے سابقہ پڑتا ہے تو وہ بھی مجبور ہوتا ہے کہ ان کو واضح طور پر بیان کرنے پر اکتفا کرے اور ان کی وجوہ بیان کرنے کی جرأت نہ کرے - یہی نہیں کہ وہ صرف ان خصوصیات و خصائل کے موجود ہونے کی وجہ نہیں بتاسکتا جو خصوصیات گفتگو کی تعیین و تحدید کرتی ہیں بلکہ ان کی تشریح و تفصیل بھی اس کی تحقیقات کی دسترس سے باہر ہے - ان خصوصیات کو خود ان کا اثر ہی ظاہر کرتا ہے کسی اور ذریعہ سے ان کی تشریح و توضیح ناممکن ہے - لسان یا نموئے لسان کے فرقوں کو محض طبیعی اسباب کی طرف منسوب کرنا یعنی ان کو خصوصیات ساخت اعضاء کے تابع سمجھنا خواہ ان خصوصیات کا تعلق مخ سے ہو ، حنجرے سے ہو یا اور کسی چیز سے، قطعی بے معنی اور فضول ہے - زبان کسی طبیعی یا مادی افعال و اعمال کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ یہہ انسان کا بنایا ہوا ایک نظام ہے جس کے قیام ، دوام اور تغیر کا ضامن فعل انسان ہے جو ہر قسم کی قیود سے آزاد ہے- تعلیم اور عادت کے سوا کوئی چیز

نہیں جو کسی شخص کو محض اسی محاورے کا پابند کردے جسے وہ بچپن سے جوانی تک استعمال کرتا رہا ہے - ایک ہی جماعت کے اندر ایسے شخص مل سکتے ہیں جن کے فطری ودایع میں اتنا ہی فرق ہے جتنا کہ دور و دراز کی رہنے والی اور مختلف قوموں کے فطری ودایع میں نمایاں طور سے نظر آتا ہے - اس میں کلام نہیں کہ طبیعی اسباب زبان پر اپنا اثر ڈالتے ہیں مگر فقط دو طرح سے ، یعنی ایک تو وہ ان حالات و کیفیات کو بدل دیتے ہیں جن کے اظہار کے لئے جیسی ضرورت ہوتی ہے لوگوں کو اپنی زبان کو بھی ویسا ہی بنانا پڑتا ہے اور دوسرے وہ لوگوں کی فطرت و مزاج میں بھی فرق کا باعث ہوتے ہیں - اس سے پہلے کہ کوئی طبیعی سبب اُن علامات پر اپنا اثر ڈال سکے جن سے ہم اپنے دماغی افعال ظاہر کرتے ہیں ضروری ہے کہ وہ باعث تحریک افعال یا میلان طبع کی صورت اختیار کرے - اس کو دنیا بھر مانتی ہے کہ طبیعی حالات و کیفیات قومی خصوصیات پر اپنا دائمی اثر ڈالتی ہیں ، داخلی اور خارجی دونوں طرح کا ، پس اور باتوں کے ساتھ ساتھ ان خصوصیات پر بھی اثر پڑتا ہے جن کے ارتقائے لسان تابع ہے - لیکن اس بارہ میں بہت ہی اختلاف آراء ہے اور مردم بحثیں ہوتی رہتی ہیں کہ یہہ اثر کتنا ، کس رفتار سے، اور کس کس طریق ذہن سے پڑتا ہے - ایک گروہ عجلت پسند مادہ پرستوں کا ہے جس کا فیصلہ ہے کہ انسان فطرت کا غلام اور کھلونا ہے جن خارجی اسباب میں اسکی پرورش ہوتی ہے وہ اُسے جس طرف چاہتے ہیں لیجاتے ہیں - اس گروہ کا دعوی ہے کہ اگر یہہ اسباب معلوم ہوں تو انسان کی تاریخ بقائی اور اس تاریخ کی نسبت پیشین گوئی کی جاسکتی ہے حالانکہ ابھی تک یہہ اُن طریقوں کے مبادی کا بھی پتا نہ لگا سکا جن کے مطابق ماحول سرشت انسان کو بنا دیتا ہے، لسانیات کا مطالعہ کرنے والوں میں بھی اس گروہ کا جواب موجود ہے - لیکن آیندہ تحقیقات سے خواہ کسی قسم کے انکشاف کی توقع کیوں نہ ہو اس وقت تو یہہ محقق ہے کہ اب تک اس نے کوئی کام ایسا نہیں کیا جس سے معلوم

ہوتا کہ نمونے لسان کی نوعیت و رفتار پر کیوں کر اثر پڑتا ہے - کوئی انسانی بولی ایسی نہیں کہ جو بلحاظ ساخت حقیقی طور پر جیسی کی تیسی نہ بنی رہی ہو ، خواہ وہ ایسے ملکوں ہی میں کیوں نہ پہنچ گئی ہو جنہیں اُس ملک سے کوئی واسطہ ہی نہیں جہاں وہ بنی تھی اور خواہ جن لوگوں نے اسے اپنا آلۂ اظہار خیال بنایا اُن کی تربیت و معاشرت لفظہ بہ لفظہ ہی کیوں نہ بدل رہی ہو - ایک ملک سے دوسرے میں جا بسنے کو اکثر تغیر لسان کا خاص اور زبردست سبب مانا گیا ہے مگر وہ اکثر زباں پر حافظالعمال اثر بھی ڈالتا ہے، اس نظریے کے خلاف یہہ بھی ممکن ہے کہ زبان کا شیرازہ بہت جلد بکھر جائے یا اُس میں تغیر صوت واقع ہو یا اُس کی لغات کے اصلی اجزاء میں اختلاف رونما ہو باوجودیکہ اس نے گھر سے باہر قدم نہ نکالا ، یا جن کیفیات حیات انسانی کو ظاہر کرتی تھی ان میں فرق نہ آیا — جبکہ لسانیات کا مطالعہ کرنے والے ایسے واقعات نفس الامری کی وجہ بخوبی بتا سکتے ہیں کہ کیوں آئیس لینڈی کی ہیئت اپنے خاندان کی تمام زبانوں سے قدیم تریں ہے ، کیوں لتھوانی میں زمانۂ موجودہ کی معلومہ زبانوں کی نسبت انڈویورپین کے قدیم طریقہائے تصریف اب تک باقی ہیں ، کیوں یہہ شناخت کرنا دشوار ہے کہ ارمنی بھی ایک ایرانی ہی زبان ہے اور کیوں دنیا بھر کی بولیوں میں امریکی بولیاں سب سے زیادہ بدلی ہوئی ہیں تو شاید اُن کا یہہ دعوی بیجا نہ ہوگا کہ تغیر نمونے لسان کے اسباب کو ہم ہی سمجھتے ہیں *

نمونے لسان پر اثر کرنے والے اسباب

نقل مکان یعنی ایک ملک سے دوسرے ملک میں جانے کے باعث زبان میں فرق کا پڑنا ایسا ہی ایک صریح حقیقت نفس الامری ہے جیسا کہ تبدیل زمان ، یعنی اُس کا ایک دور سے دوسرے دور میں پہنچنے کے باعث فرق پڑنا - دنیا بے شمار بولیوں سے بھری پڑی ہے - ان میں آپس میں کم و بیش ضرور اختلاف ہے اور تاریخی شہادت کی بناء پر بعض

کي نسبت همیں یہہ بھي معلوم ھے کہ اُن کا ماخذ ایک ھے — اس کي آسان اور سادہ توجیہ اُن اُصول سے ھوتي ھے جو اس سے پہلے بیان کئے جاچکے ھیں پس اب اسی قدر ضرورت ھے کہ مختصراً اُن اصول کے محل اطلاق بتادئے جائیں اور اُن کي مزید توضیح کردي جائے *

نموئے لسان کي بحث کرتے ھوئے ھم کہتے رھے ھیں کہ جیسے حیوانات کے جسم میں ایک نسیج کو دوسرا نسیج ھتاکر خود اس کي جگہ لیتا یا روئی میں خود بخود خمیر اُٹھتا رھتا ھے ، اسي طرح زبان میں بھي بہت سے عمل جاري رھتے ھیں جو اس کے لئے باعث حیات ھیں ، لیکن ساتھہ ھي ساتھہ ھم نے اس کا بھی خیال رکھا ھے کہ لفظ عمل کا استعمال مجاز و استعارہ کے طور پر ھو — ھر وہ بات کہ جسے نموئے نطق انساني سے تعبیر کرتے ھیں انسانوں کي کوشش ارادي کا نتیجہ ھوا کرتی ھے ، زبان کے ذرات یا سالمات جن سے کہ یہہ خمیر ھونے والي شے یا نمو کرنے والے نسیج بنتے ھیں بے حس و حرکت مادہ نہیں ھیں جن پر قوانین الف و اجتماع اپنا عمل کرتے رھتے ھیں بلکہ وہ خود باھوش و حواس مخلوق ھیں جو ایک غایت کے حصول کے لئے کام کرتے رھتے ھیں ، پس بہت سے افراد کے جداگانہ افعال کے مجموعی اثر کا نام نموئے لسان ھے — یہہ اُس جماعت کي ، جن میں یہہ افراد بھي شامل ھیں ، پسند و ناپسند کے اشارے پر چلتي اور اُن کي مہر تصدیق کي محتاج ھوتی ھے — بولیوں کے الگ الگ ھونے اور مل جانے کے تمام مظاھر کا دار و مدار اس پر ھے کہ زبان پر فرد واحد اور جماعت کے متفقہ فعل اور نیز اُس فعل کا کیا اثر پڑا جو فرد واحد نے جماعت اور جماعت نے فرد واحد کی خاطر کیا

کیوں کہ سب سے پہلے تو یہہ بات ھے کہ ذي عقل ھستیوں کي جن کے قبضے میں زبان ھے حالت و خصلت میں بے انتہا اختلاف ھیں پس ضروري ھے کہ اُن کے فعل اور اُس کے نتائج میں بھي بے انتہا اختلاف ھوں — ھر خودمختار دماغ جو اپني خواھشات و میلانات کے مطابق بے روک ٹوک کام کر رھا ھے ارتقائے زبان پر اپنا جداگانہ ھی

اثر ڈالے گا - ہم اپنے مباحثے کی ابتداء ہی (صفحہ ۲۷) میں دکھا چکے ہیں کہ ہرگز ایسے دوشخص نہیں مل سکتے جن کی زبان میں ذرا بھی فرق نہ ہو - جب یہہ بات ہے تو پھر کیوں کر ممکن ہے کہ جو زبان وہ پھیلا رہے ہیں وہ بالکل ایک سی ہوگی - ہر شخص کی لغات الگ ہیں ؛ اُس کے مرغوب و مطبوع لفظ اور مرکبات ناقص الگ ہیں ؛ معمولی معیار تلفظ ، ترکیب اور قواعد سے گریز و اعراض مخصوص ہیں ؛ ایک کی ضرورت دوسرے کی ضرورت سے کچھہ نہ کچھہ فرق ضرور رکھتی ہے ؛ احساسات و تجربات سے دماغ پر جو اثر پڑتا ہے اور جس طریقے سے کہ وہ صدور فعل کا باعث ہوتے ہیں وہ من و عن نہیں ملتا ، اور مروجہ مشابہات سے متاثر ہونے کا طریقہ جدا ہے - اس میں کلام نہیں کہ یہہ رجحان اختلاف ایک تنگ دایرہ میں محدود ہے اور اگر ہر انگریزی بولنے والے کو آزادی دیدی جائے کہ جو لفظ چاہے بولے اور تراشے تو وہ بے سوچے سمجھے چاہتا یا کمچاتکا زبان کی تقلید شروع کردیگا ، تاہم یہہ نہ سمجھو کہ اس کے نتائج رنگ ہی نہ لائیں گے یا اس قابل ہیں کہ اُن کی پرواہ نہ کی جائے - اس کا حال بلحاظ خصوصیات ساخت و مزاج حیوانات یا نباتات کے افراد کے اختلاف کا سا ہے ، جو خواہ کیسا ہی آہستہ آہستہ ترقی کیوں نہ کر رہا ہو لیکن اگر اُس کے اثر کی روک تھام نہ کی گئی تو آخر کار ایک دن ' نوح ' کو منقسم کرنے صاف صاف ' فصول ' بنادیگا - پس اگر ہم یہہ کہیں تو بےجا نہ ہوگا کہ نموئے لسان بے انتہا ایسی قوتوں سے بنی ہے جو ایک ہی مرکز سے نکل کر مختلف سمتوں میں پھیل جاتی ہیں یا ایک ہی مرکز کے گرد گھومتے گھومتے جس جانب چاہتی ہیں رخ کرتی ہیں *

لیکن دوسری بات یہہ بھی ہے کہ وہ موثر قوت بھی معدوم نہیں ہے جو اور سب قوتوں کو ایک ہی مرکز سے وابستہ رکھتی ہے اور اُن کی روک تھام اور اُن کا تجزیہ و تحلیل کرکے اُن میں سے ہر ایک کے فقط اُس حصے کو قابل قدر ٹھیراتی ہے جس نے کسی معاملے میں کوئی اثر ڈالا ہے اور باقی حصوں کو رد کردیتی ہے - اس ایک ہی مرکز سے

وابستہ کرنے والی قوت کو ضرورت افہام و تفہیم خیالات کہتے ہیں انسان اپنے آپ سے تو باتیں کیا ہی نہیں کرتا اور نہ وہ اپنا دل بہلانے اور آگاہی کے لئے باتیں کرتا ہے بلکہ اپنے ہمجنسوں سے میل جول اور مبادلۂ خیالات کے لئے بولتا اور بات کرتا ہے پس اس کو زبان نہیں کہتے جس کو ایک ہی شخص سمجھ اور بول سکتا ہے - بے شک جیسا کہ ہم اس سے پہلے کہہ چکے ہیں ہر شخص اپنے اپنے طور و طریقے اور بساط کے موافق زبان میں ترمیم کرتا رہتا ہے لیکن کسی شخص کا فعل عام زبان پر اثر نہیں ڈالتا جب تک اور لوگ اُسے پسند اور استعمال کرکے اس پر مہر تصدیق ثبت نہ کریں - ہر علامت خیال (مراد لفظ - مترجم) جو میرے منہہ سے نکلتی ہے میں خود بالارادہ کوشش کرکے اپنے اعضائے صوت سے ادا کرتا ہوں جن پر مجھے بے روک ٹوک ہر طرح کی قدرت حاصل ہے - میں علامت خیال کو جس طرح اور جس قدر چاہوں بدل سکتا ہوں حتیٰ کہ اگر چاہوں تو اس کی جگہ ایک بالکل نئی علامت رکھدوں، لیکن اگر یہہ اُس مفہوم زبان کے خلاف ہوا جو لوگوں کے ذہن میں ہے یا وہ میرا مطلب نہ سمجھے تو جس مقصد کے لئے میں بولتا ہوں وہ قطعی فوت ہوجائیگا - یہی وہ خیال ہے جو مانع ہوتا ہے کہ میں اپنی گفتگو میں مطلق العنانی اور آزادی سے اصلاح و ترمیم نہ کروں اور جس کے باعث زبان پر میں اپنا ذاتی اثر اُس جماعت کے ذریعہ اور معرفت ڈالنا چاہتا ہوں جس کا میں ایک فرد ہوں - اگر وہ افراد جن سے جماعت بنی ہے ایک ہی طرز گفتگو کے پابند نہ ہوں اور آپس میں ایک دوسرے کا مطلب نہ سمجھیں تو یہہ کہنا چاہئے کہ زبان اپنا اصلی اور ضروری فرض انجام دینے سے قاصر رہی، اس لئے زبان میں خواہ کسی قسم کی تبدیلیاں کیوں نہ کی جائیں یہہ ضروری ہے کہ ان میں ساری کی ساری جماعت شریک ہو؛ ہر شخص کے محاورے کی خصوصیات کے بےہنگم پن کا استعمال عام کی خراد پر چڑھکر سڈول ہونا ضروری ہے تاکہ عام زبان ایک صاف

ستھري اور شئے واحد بن جائے- اس سے یہہ مراد نہیں ھے کہ کسي جماعت میں جو بولي رائج ھے اُس کي ذرا ذرا سي باتیں اس جماعت کے ھر فرد میں یکساں پائی جائیں - ایک خاص حد کے اندر اندر جس کا صحیح صحیح تعین اگرچہ دشوار ھے مگر جو عملي اغراض کے لئے کافي طور سے نمایاں ھے ھر شخص کو اختیار ھے کہ جس قدر جدت و جودت سے چاھے کام لے - اور یوں تو کسي کا جي چاھے تو وہ اپنے انوکھےپن اور ابہام کو اس حد تک پہنچا سکتا ھے کہ وہ خبط و جنون کے درجے تک پہنچ جائیں اور کوئي اُس کا مطلب نہ سمجھے، یا دل میں آئے تو اس سے بھي آگے بڑہ جائے بشرطیکہ وہ اس سے بے نیاز ھو کہ کوئی اُس کي بات سمجھتا ھے یا نہیں ، زمانہ کیا کہتا ھے اور اُس کے دماغ میں یہہ ھوا سمائي ھوئی ھو کہ تمام جماعت اور دنیا کا مصداق فقط میري ذات ھے — بحث زبان کے سلسلے میں جب لفظ 'جماعت' کا ذکر ھو تو اُسے ضرورت سے زیادہ محدود و معین معني میں ھرگز نہ لینا چاھئے - اس کے مختلف مدارج' وسعت اور حدود در حدود ھیں -ایک ھی شخص کا کئي جماعتوں سے تعلق ھوسکتا ھے اور وہ ھر جماعت میں الگ الگ محاورات استعمال کرسکتا ھے ، مثلاً فرض کرلیجئے کہ میں اپنے گھر میں ایک خاص قسم کی زبان بولتا ھوں جس میں کسی قدر تو بچوں کي سي گفتگو اور بہت کچھہ میرے مرغوب و مطبوع خاص خاص محاورے شامل ھیں جن میں اُن لوگوں کو جو میرے گھرانے میں شامل نہیں ھیں اگر وہ میرا مطلب بھی سمجھہ جائیں پھر بھي غرابت تو ضرور ھي نظر آئیگي — اب آپ یہہ مان لیں کہ میں ایک اھل حرفہ ھوں جس کا پیشہ تجارت یا صنعت کا کوئي خاص شعبہ ھے یا میں کسي خاص پیشے یا مطالعہ یا شعبۂ فن میں مصروف ھوں اس حیثیت سے میں ایک دوسري جماعت کا فرد ھوں اور ایک حد تک ایک عجیب و غریب زبان بولونگا جسے نہ تو میري بیوي اور بچے سمجھیں گے اور نہ بہت سے انگریزي بولنے والے — اسي طرح سمجھئے کہ میں مافوقیات کے کسي مسئلے کي تہ تک پہنچ گیا

یا میں نے سالمات کی طبیعی ساخت کے مبادی دماغ سوزی کرکے
ڈھونڈہ نکالے پس اگر میں اس مضمون پر جو میری نظر میں بہت ہی
نتیجہ خیز اور دل چسپ ہے ایک جلسے کے سامنے تقریر کروں تو بیس
آدمیوں میں سے شاید ایک تو میری گفتگو سمجھے اور عش عش کرے گا
لیکن باقی انیس اُسے مجذوب کی بڑ قرار دینگے — لیکن ایک عام
انگریزی بولنے والے کی حیثیت سے ، جو اس قابل ہے کہ ان لوگوں
سے ملے جو انگریزی بولتے ہیں اور اُن سے ان معاملات کی نسبت جو سب
کے لئے اہمیت رکھتے ہیں اس قسم کی گفتگو کرے کہ اُس کا مطلب
اور لوگ سمجھ لیں ، میں جو گفتگو کروں گا اُس میں کم و بیش
مقامی اور ذاتی خصوصیات اچھی طرح موجود ہوں گی اگرچہ ممکن
ہے کہ میرے لہجے میں کوئی بات خلاف معمول ہو یا میرے محاورات
غیر معمولی نظر آئیں جن سے اگر میں چاہتا ہوں کہ لوگ میرا مطلب
بآسانی اور بخوبی سمجھ لیں مجھے بچنا چاہئے - گفتگو کے ان تمام
اختلافات کا دائرہ گو تنگ ہے مگر یہہ درحقیقت 'بولی' سے تعلق رکھتے
ہیں- ایسے محاورات میں جن کو ہم بجا طور سے محاورہ کہہ سکتے
ہیں اور ممتاز و ممیز بولیوں یا ایک ہی رشتے میں منسلک مگر مستقل
زبانوں میں جو فرق ہے وہ فرق نوعیت نہیں ہے بلکہ فرق مدارج ہے —
اگر میں اپنے دور کے رشتہ داروں یعنی روسیوں ، ایرانیوں اور ہندوں
کو چھوڑ بھی دوں تو بھی میری زبان کے ایک بہت بڑے حصے
میں اہل نیدرلینڈ ، جرمنی اور سویڈن شریک ہیں ، اور اگر
ان سے باتیں کرتے وقت میں کسی ترکیب سے ایسے لفظ اپنی
گفتگو سے خارج کردوں جو محض میری بولی سے تعلق رکھتے ہیں
اور اس کے علاوہ باقی الفاظ کا تلفظ نہ تو اس لہجے میں
کروں جو میرے وطن سے مخصوص ہے اور نہ اُن کو خاص معنی میں
استعمال کروں تو میری اُن کی خوب نبھہ جائیگی اور جو کچھہ ایک
کہے گا دوسرا اس کو بخوبی سمجھہ لے گا - میں ان کے ساتھہ دن دن
بھر حساب و کتاب کرسکتا اور ریاضیاتی اصول و قواعد بنا سکتا ہوں

یا اگر ہم دونوں کیمیادان ہیں تو مادوں کی ساخت کی نسبت خواہ وہ نامی ہوں یا غیرنامی اپنی اپنی آراء کا مقابلہ کرسکتے ہیں کیونکہ اگر ریاضیاتی اور کیمیائی زبان اور ان کے طریق ہائے ہندسہ و تسمیہ کو مد نظر رکھا جائے تو وہ سب لوگ جو یورپی تہذیب میں شریک ہیں ایک ہی جماعت کے فرد ہیں *

پس اس تمام بوقلمونی کے لئے، جس کی نسبت ہم پہلے لیکچر میں بیان کرچکے ہیں کہ ایک ہی جماعت کے مختلف افراد اورمختلف گروہوں میں پائی جاتی ہے، مع اُس مطابقت کے جس کے باعث اُن کو ایک ہی زبان کا بولنے والا مانا جاتا ہے، گنجائش موجود ہے- اثر جماعت کے دائرۂ عمل کے مختلف مدارج اور مختلف حدود ہیں جو اثر ڈالنے والی جماعت کے مزاج و وسعت پرمبنی ہیں - کسی بچے کی ترنگ اور اُس کے والدین کا اس ترنگ کو تسلیم کرلینا خاندان کے محاورے کو بدل سکتا ہے ، کسی حرفت کے تمام کام کرنے والوں کا متفقہ فیصلہ اس لئے کافی ہے کہ کسی نئی اصطلاح کو اُس حرفے کی مصطلحات میں جگہ دی جائے ، اچھی انگریزی بولنے اور لکھنے والوں کی کثرت رائے ہی وہ سند ہے جو کسی لفظ کو ہماری زبان کے اُس حصے کا ٹکسالی لفظ بنا سکتی ہے جسے ہم سب بولتے اور اچھا سمجھتے ہیں، اور اگر اعداد ہندسہ یا کیمیائی علامات عناصر کو بدلنا ہو تو یورپ کے تمام علماء کو مل کر یہہ کام کرنا پڑیگا - لیکن اُصول سب جگہ یکساں ہے یعنی جس طرح باہمی افہام مطالب ہی وہ شے ہے جو شیرازۂ زبان کو منتشر نہیں ہونے دیتی اُسی طرح ضرورت افہام مطالب ہی اس شیرازے کے تحفظ و دوام کی کفیل ہے *

لہذا اگر ضرورت اظہار خیالات ہی وہ قوت ہے جو سب کو ایک ہی رنگ میں رنگتی ہے اور افعال افراد کے جو مختلف اثرات زبان پر پڑتے ہیں اُس کو معتدل بناتی ، ان کے تناقض و تخالف کو متاکر اُن میں یکرنگی پیدا کرتی ، اور باوجودیکہ اُس میں ہر وقت تغیر ہوتے رہتے ہیں مگر وہ زبان کو ایسی حالت میں رکھتی ہے کہ ایک

ھی جماعت کے تمام فرد اُس کو ایک ھي طریقے سے استعمال کریں تو یہہ صریح ھے کہ ھر وہ بات زبان کو پارہ پارہ کرکے بولیاں بنانے میں مدد دیتي ھے جس سے دائرہ اظہار خیالات تنگ ھوتا ھے اور جماعتیں الگ الگ رھنے لگتی ھیں - برخلاف اس کے وہ سب باتیں زبان کي یکرنگي و یکسانیت کی ممد ھوتي ھیں جو دائرۂ اظہار خیال کی توسیع کا باعث ھوتي اور اُن تعلقات کو استوار کرتي ھیں جو کسی جماعت کے مختلف حصوں کو ایک ھی رشتے میں منسلک رکھتے ھیں- فرض کرلو کہ کسي ملک کے ایک حصہ میں ایک قوم رھتي ھے جو ایک ھی زبان بولتی ھے جسے سب یکساں بولتے اور سمجھتے ھیں — جب تک یہہ قوم ایک نرا سے حصے میں قید رھے گی ، ایک فرد سے تمام اور تمام افراد سے ایک فرد تعلیم پاتا رھے گا - زبان خواہ کتني ھی سرعت سے اُن قوتوں سے کیوں نہ اثرپذیر ھوتي رھے جن سے کہ وہ نمو کرتي ھے ، نسلاً بعد نسل ھر آدمي اپنے پڑوسي کي بات بے تکلف سمجھ لےگا خواہ اُسے اپنے پردادا یا اس سے بھی دس پیڑھی پہلے کے بزرگ کي روح سے بات کرنے میں کیسی ھي دقت کیوں نہو — لیکن اگر اُسي قوم کی تعداد افراد بڑھ جائیگي ، وہ ایک ملک سے دوسرے پر چھاتي چلی جائیگی ، اور اُس کے آدمي دور و دراز ملکوں میں جا بسیں گے تو اُس زبان کا یکساں رھنا بہت دشوار ھوجائیگا اور تاوقتیکہ ایسي کیفیات و حالات نہ ھوں جو اُس کے یکساں رھنے میں خاص طور سے اعانت کریں اُس میں ضرور فرق آئیگا — اور جیسا کہ ھم ابھي بتا چکے ھیں یہہ کیفیات اُن کیفیات کي بہ نسبت جو تغیر کے طریقے اور رفتار کے تعین کا باعث ھیں ، کہیں زیادہ خارجي ھیں اور اُن کا مدار بالخصوص فقط تعلیم و تربیت کي نوعیت و مدارج اور اُن اثرات پر ھے جو اس تعلیم و تربیت سے طبعاً پیدا ھوتے ھیں — اگر تہذیب گري ھوئي حالت میں ھے تو جماعت کا ایک وسیع ملک پر پھیلا ھوا ھونا قطعي ناممکن ھے — الگ تھلگ رھنے کا میلان غالب ھوتا ھے ، مقامي اور قبیلے کے احساسات کا دور دورہ ھوتا ھے

اس لئے قومي اتحاد اور مشترک مفاد کا وسیع و شریف تر احساس پیدا نہیں ہونے پاتا — ہر چھوٹا قبیلہ یا حصہ باقي قبیلوں یا حصوں سے حسد رکھتا اور خایف رہتا ہے ، تنازع للبقا انہیں حریفانہ ایک دوسرے کے سامنے صف آرا کردیتا ہے — یا اگر بہت ہي اچھي صورت ہوئي تو بھي یہہ ہوتا ہے کہ ملک کے مختلف حصوں کے رہنے والوں کے درمیان دایمي اور کامل میل جول کے ذریعہ نہیں ہوتے اور اُس کے ساتھہ ہي وہ خیال بھي منقود ہوتا ہے جو اُنہیں اس میل جول کي طرف مایل کرتا ، پس تمام اختلاف کي روک تھام کرنے والا کوئي نہیں ہوتا وہ جو صورت چاہتے ہیں اختیار کرلیتے ہیں ، گوناگوں حالات و تجربات ، طرز معاشرت اور آب و ہوا کے بلاواسطہ اثر اور وہ اسباب جن کا بیان کرنا ان سے بھي زیادہ دشوار اور منبع ذاتی و قومي ترنگ ہین ، الگ الگ مرکزوں میں رفتہ رفتہ اپني مخالفت کے اثروں کا پلہ بھاري کرتے رہتے ہیں — ان سے زبان میں مقامی اختلاف پڑتے اور بولیاں بن جاتي ہیں اور ہوتے ہوتے یہي اختلاف اُخرکار بالکل ہي جداگانہ زبانوں کے رنگ میں رونما ہوتے ہیں — بولیوں میں آہستہ آہستہ یا جلد جلد فرق پڑنے کا دار و مدار بہت کچھہ اس پر ہے کہ آیا عوام کی گفتگو آہستہ آہستہ یا جلد جلد بدل رہي ہے — چونکہ الگ الگ نمو کرنے سے بولیوں میں فرق پڑتا ہے پس اگر یہہ رفتار نمو آہستہ ہے تو وہ عرصے تک یکساں رہیں گي اور اس پر بھی فقط نمو کے بلاواسطہ عمل ہي سے اثر نہ پڑے گا بلکہ ناقص اور قلیل میل جول کي کمزور قوتوں کو موقع دینا پڑیگا کہ وہ اور قوتوں کے اثرات کو بخوبي زایل کرسکیں — پس انہیں تمام اثرات کے باعث جن کی نسبت کہا جاچکا ہے کہ وہ زبان میں پشتہا پشت تک فرق نہیں پڑنے دیتے کسي قوم کے مختلف حصوں کی زبان میں بھي فرق نہیں آنے پاتا ، لیکن ان اثرات میں جنہیں سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے ان کا نتیجہ ایک اور طریقے سے بھي یہي ہوتا ہے کیونکہ وہ جماعت کے تعلقات کو براہ راست مضبوط اور وسیع کردیتے ہیں — تعلیم و تربیت سے ایک عجیب و غریب

قوت پیدا ہوتی ہے جو مختلف اجزاء کو باہم ملائے رکھتی ہے ، ان کی وجہ سے وسیع سیاسی اتحاد ہوجاتا ہے ، ایک ہی قسم کے آئین و مراسم پیدا ہو جاتے ہیں ، یاد رکھنے کے قابل واقعات و روایات کے اشتراک میں آسانی ہوتی اور احساس قومیت ترقی کرتا ہے ، ایسی ضرورتیں اور مذاق عرصۂ وجود میں آجاتے ہیں جن کی وجہ سے مختلف ملکوں کے رہنے والے باہم ملتے اور آپس میں مدد کرتے ہیں، تعلیم و تربیت ہی باسانی اور بار بار ملنے جلنے کا ذریعہ بن جاتے ہیں؛ مذکورہ سب باتیں وحدت لسان کا بہت بڑا باعث ہیں — وہ علم ادب جو پشتوں سے مایۂ ناز چلا آرہا ہے ، خواہ مذہبی ہو یا رزمی ، اُس کو بھی وحدت لسان کا کچھ کم سبب نہ سمجھنا چاہئے ، مگر ادب مرقوم اور منظم و وسیع طریق تعلیم کا رتبہ سب سے بڑھا ہوا ہے جن کی بدولت سب کے سامنے ایک ہی طرح کے طرزہائے ادائے خیال اور احساس و تجربات بطور نمونہ پیش کردئے جاتے ہیں اور یوں لسانی ارتباط کا بہت ہی موثر طریقہ قایم ہوجاتا ہے *

وہ اسباب جو اجزائے زبان میں مجانست پیدا کرتے ہیں

علاوہ اس کے وہی آپس میں ایک دوسرے کا مطلب سمجھنے کی ضرورت جو کسی جماعت بھر کی زبان کی شبیہ میں فرق نہیں پڑنے دیتی ، اس کی قوت بھی رکھتی ہے کہ اختلاف ہی میں سے اس شبیہ کو پیدا کرے — کسی شخص کے لئے بھی یہہ لازمی اور ضروری نہیں ہے کہ وہ محض اپنے اور مقامی و مخصوص محاورے بولے حتیٰ کہ وہ اپنی مادری زبان کے بولنے کے لئے بھی مجبور نہیں ، صرف عادت و سہولت کی وجہ سے وہ انہیں ہی بولتا ہے اوروں کو نہیں بولتا ، لہذا وہ ہر وقت اس کے لئے آمادہ رہتا ہے کہ اگر حالات و کیفیات اس کی طالب ہوں اور اُسے کچھ فائدہ ہوتا ہو تو وہ انہیں چھوڑ کر اوروں کو استعمال کرنے لگے — وہ ان گھڑ اور بیہودہ دھقانی جس کو جبلی اوصاف اور قابلیت تربیت یافتہ لوگوں کی صحبت میں بتھا دیتی ہے، اپنے گاؤں کی بولی بھول جاتا اور ایسی صحت و فصاحت سے بات کرتا

سیکھہ جاتا ھے جیسي کہ وہ شخص جس کو روز پیدائش ھی سے نہایت شستہ و شایستہ زبان سکھائی جاتی ھے — جو لوگ برطانیہ کے مختلف حصوں سے اپنے اپنے وطن کي بولي چھوڑ کر تلاش معاش میں لندن آجاتے ھیں وہ وھاں کی انگریزی کي کوئی نہ کوئي مروجہ ھیئت سیکھہ جاتے ھیں اور چاھے وہ خود اپنے وطن کے محاورات قطعي طور سے ترک نہ کرسکیں مگر اُن کی اولاد تو پکي لندنیا ھوتي ھے گویا اُن کے خاندان والے شہر سے کبھی اتني دور بھي نہیں رھے کہ جہاں کلیسائے سینٹ میري لي بو (St. Mary-le-Bowe) کے گھنٹے کي آواز نہ پنہچتي ھو — ھم میں سے ھر شخص جو کسي غیر ملک میں جا بستا اور غیر زبان کے بولنے والوں میں اُٹھنے بیٹھنے لگتا ھے ، وہ جہاں تک اُس کي سابقہ عادات اجازت دیتي ھیں اُن سے اُنہیں کی زبان میں بات چیت کرنا سیکھہ لیتا ھے اور اُس کي اولاد اور اُن لوگوں کي اولادکي زبان میں کوئي فرق نہیں ھوتا ، خواہ دونوں کے رنگ و روپ اور چہرہ مہرہ میں کیسا ھي تفاوت کیوں نہ ھو — اگر مختلف قوموں اور زبانوں کے بولنے والے سیاح کسي ویرانے میں جابسیں تو اُن کی زبان میں فوراً عمل مجانست ، شروع ھو جائیگا جو دیر سویر ایک واحد اور ھمجنس اجزاء سے بني ھوئي چیز بناکر چھوڑیگا — یہہ نتیجہ کس قدر جلد مرتب ھوگا اور آیا ایک عنصر اوروں پر غالب آجائیگا یا جو بولي اس اجتماع سے بنیگي اُس میں سب کا برابر حصہ ھوگا اس کا اندازہ خاص حالات و کیفیات سے لگانا پڑے گا — اُن ھزاروں جرمنوں میں سے جو اپنا وطن چھوڑ کر ھمارے ملک (امریکہ) میں آ بستے ھیں، بہت سے تو ایک ھي جگھہ آباد ھوتے ھیں ، ان کي آبادیاں مغربي حصۂ ملک کا ایک قطعہ یا ھمارے بعض صوبوں اور شہروں کے محلے گھیرے ھوئے ھیں ، اس صورت میں وہ ایک قسم کي اپني ھي جماعت بنالیتے ھیں جو اُس جماعت کے درمیان واقع ھے جو اول الذکر سے بڑي ھے — اِس بڑي جماعت سے وہ بہت ملتے رھتے ھیں مگر اُس میں مدغم

نہیں ہوجاتے — اُن میں انگریزی بولنے والوں کی خاصی تعداد ہے جو اُن کے اور اُس دنیا کے درمیان واسطہ ہے جس کی اُنہیں ضرورت ہے — اُنہیں اپنی جرمن قومیت پر فخر ہے اور وہ اسے عزیز رکھتے ہیں - اُن کے مدرسے ' اخبارات اور پیشوایان دین الگ ہیں مگر اُن کی زبان کو آخر کار اُن ' اثرات مجانس ' کے آگے سر تسلیم خم کرنا پڑے گا جن سے وہ گھری ہوئی ہے ؛ زیادہ سے زیادہ وہ اُسے چند پشتوں تک بچا سکتے ہیں — یہی حال اُن ایرستانیوں کا ہوگا جو کسی شہر کے مضافات یا قصبے میں ایک ہی جگہ جمع ہو گئےہیں اور اپنی معمولی سی تعلیم اپنے ہی مدرسوں میں پاتے ہیں جن میں انہیں کے پادری معلم ہیں ، اُن کا ایرستانی لہجہ اور الفاظ و مرکبات ناقص کی دیگر خصوصیات ممکن ہے کہ امتناہی عرصے تک قائم رہیں - بر خلاف اس کے بدیسی قوموں کے وہ خاندان جو ہم لوگوں میں پھیلے ہوئے ہیں وہ اس قوت کے مقابلے میں سرسبز نہیں ہوسکتے جو انہیں انگریزی بولنے والی جماعت میں اچھی طرح سے مدغم کررہی ہے' وہ بہت جلد اپنی زبان چھوڑ کر ہماری زبان بولنے لگتے ہیں *

بظاہر اس کی کوئی انتہا نہیں کہ زبانوں کی یہہ مجانست و ادغام کس حد تک جاری رہے گا — وہی اسباب جو کسی شخص یا خاندان یا گروہ کو اس طرف مائل کرتے ہیں کہ وہ اُس زبان کے بجائے جو وہ خود اور اُس کے باپ دادا بولتے چلے آئے ہیں چھوڑ کر نئی زبان سیکھے تاریخی وجوہات کی بنا پر کسی کل فرقے یا ملک پر اپنا اثر ڈال سکتے ہیں' جب دو جماعتیں ملکر ایک ہوجاتی ہیں تو دو زبانوں کے بجائے ایک ہی زبان رہ جاتی ہے — اُن تعلقات کا تعدد و استحکام جو کسی قوم کے مختلف فرقوں کو ایک ہی رشتے میں منسلک رکھتے ہیں مختلف اقسام کی بولیوں کے فرق کو مٹانا اور زبان میں یک رنگی و یکسانیت پیدا کرتا ہے *

بولیوں کی قسموں کا مٹنا اور اُن کا گھل مل کر یک رنگ ہوجانا اور اسی طرح نئی بولیوں کا بننا اور اُن کا نئے نئے رنگ اختیار کرنا

کیفیات و حالات کے اثر کے تقاضے کے مطابق جماعتوں میں ہمیشہ جاری رہتا ہے ؛ اور اگر ہم کسی زبان یا زبانوں کے خاندان کی تاریخ کو سمجھنا چاہتے ہیں تو ضروری ہے کہ ہم دونوں طرح کے اثروں پر یعنی جو بولیوں کو ملاکر ایک کرتے ہیں یا جو ایک ہی بولی میں فرق پیدا کرکے کئی بولیاں بنا ڈالتے ہیں ، مناسب طریقے سے غور کریں — آؤ اب دو ایک مثالوں پر بھی نظر ڈال لیں جن سے کہ ان اثروں کے متفقہ عمل کے، یا جو عمل ایک نے دوسرے پر کیا ہے اُس کے، نتائج کی توضیح ہوجائے گی اور جو اُصول ہم نے قایم کئے ہیں اُن کی صداقت بھی اُن سے بہت اچھی طرح معلوم ہوجائے گی *

جرمن زبان کی تاریخ

سب سے پہلے ہم زمانۂ حال کی ممتاز زبانوں میں سے اُس زبان پر غور کریں گے جس کو یہہ رتبہ حاصل ہوئے بہت دن نہیں گذرے ، یعنی جرمن زبان — طلوع مہر تاریخ کے بہت ہی ابتدائی زمانے سے جرمنی بے شمار مختلف‌النوع زبانوں کا گہوارہ رہی ہے ، ان میں سے ہر ایک اپنے محدود رقبے میں بولی جاتی تھی اور کوئی بھی اس قابل نہ تھی کہ صحیح جرمن کے لئے شمع ہدایت بن سکے — یہہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہہ کس زمانے میں الگ ہوئی تھیں ، کہاں سے آکر ، کب اور کس طور سے جرمانی قوم وسطی یورپ میں داخل ہوئی کہ اُس کی زبان اتنی زبانوں کی جنم‌داتا بن گئی اور جرمنی اور اسکنڈی‌نیویا کو گھیر کر انگلستان میں ہوتی ہوئی ایک نئی دنیا کے ساحلوں اور صحراؤں تک جا پہنچی یا جو مقام اس کے مستقر ہیں اُن میں آنے سے پہلے ہی اُس کی زبان میں فرق پڑکر بولیاں بننی شروع ہوگئی تھیں — یہہ وہ اسرار مخفی ہیں جن کا اچھی طرح بے نقاب کرنا خارج از امکان ہے — اُن زمانہ ہائے جدال و قتال میں جب کہ اہل جرمنی اور روما جنگ حیات و ممات میں مصروف تھے جرمانی بولیوں کے میدان عمل اور نوعیت میں انقلابات کی آندھیاں آتی رہیں،

قوم جرمن کی پوري کی پوري شاخیں جن میں سے بعض بہت ہی مشہور و معروف اور صاحب جلال وجبروت تھیں مثلاً گاتھس (Goths) اور وندالز (Vandals) حرف غلط کي طرح صفحۂ ہستي سے مٹ گئیں، آج اُن کا نام و نشان بھی باقي نہیں ، اُن کو اور جماعتوں نے سلب کرلیا اور اُن کی زبانیں فنا ہوگئیں - دھڑے بندي اور ہجرت ، آپس کي لڑائیوں اور بیرونی فتوحات نے ان کو کہیں گہلا ملادیا ، کہیں سلب کرلیا ، کہیں بڑھا دیا ، کہیں گھٹا دیا اور کہیں بالکل مٹا دیا ، لیکن ان میں وحدت کبھي نہ پیدا کي اور ساڑھے تین صدي پہلے جب کہ موجودہ جرمني زبان نے پہلے پہل دعوی کیا کہ میں جرمني کي مشترکہ زبان ہوں اُس وقت یہي وہاں ویسے ہي طرح طرح کي بولیاں رائج تھیں جیسے کہ سن عیسوي کے آغاز میں- جس زمانے سے کہ عیسائیت نےوہاں قدم رکھا اور تہذیب کي ابتداء ہوئي ہے کئي بولیوں میں ، جنہیں ہائي جرمن کہتے ہیں اور جو وسطي وجنوبي جرمني میں مروج تھیں ، ایک چند روزہ ادبي ترقي کی رو دوڑ گئی ، ساتویں اور تیرھویں صدي کے درمیان یکے بعد دیگرے المانی ، افرنجي اور ہویري حصص قوم کی بولیوں کا یہی حال تھا ، پھر کچھ عرصے کے لئے سوابي کا ستارہ چمکا اور اس میں کثرت سے اعلیٰ درجے کے قصے کہانیاں لکھی گئیں جو قومی شجاعت و شہامت کي یاد گاروں سے مملو تھیں ، جہاں جرمني زبان رائج ہے وہاں اُن قصوں کو لوگ آج بھي شوق سے پڑھتے اور قدر کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں ، اس سے ایک حقیقی قومي زبان کا سنگ بنیاد رکھے جانے کی امید پڑتي تھی لیکن رفتار زمانہ ایسی نہ تھی کہ جو ایسي تحریک کو بارآور ہونے دیتي اور اُس پر مہر دوام ثبت کرتي — اس کے تین سو برس بعد وہ عظیم‌الشان قومی انقلاب شروع ہوگیا جسے ریفارمیشن (Reformation) کہتے ہیں — لیوتھر (Luther) کي تحریرات جنہیں فن طباعت نے اضعاف المضاعفہ اور سو گنی قوت سے مسلح کردیا تمام ملک کے طول و عرض میں پھیل گئیں ، قریب قریب ہر طبقے اور درجے کے لوگوں میں جا پہنچیں اور ہر دل میں

ایک ذوق و شوق پیدا کردیا - جو زبان اُس نے لکھی وہ کسی مخصوص ضلع کی بولی نہ تھی بلکہ یہہ وہ بولی تھی جسے لوروں کے مقابلے میں عام جرمن زبان ہونے کا پہلے ھی سے زیادہ حق حاصل تھا ، وسطی اور جنوبی جرمنی کی بڑی بڑی سلطنتوں کے حکام اور درباروں میں اسی کا رواج تھا ، یہہ سوابی ، آسٹری اور دیگر بولیوں کے عناصر سے بنی تھی — ایک ایسی منتخبہ زبان کو عام طور سے رواج دینے اور قابل قدر بنانے کے لئے مذہبی جوش کا اندرونی ہیجان جس کے ہم عنان سیاسی انقلاب تھا اور مطبع کا خارجی اثر ، جس کے باعث علم ادب اور بالخصوص لیوتھر کا ترجمۂ انجیل ہر تعلیم یافتہ گھر میں پہنچ گیا ، کافی تھے - یہہ بولی تمام قوم کے سامنے جرمن زبان کی نہایت ھی ترقی یافتہ شکل میں منظر پر آئی ، اس کو اعلے درجے کی بولی سمجھا اور مانا گیا ، تعلیم یافتہ اور شایستہ لوگوں میں باھم اظہار خیال کے لئے یہی موزون و مناسب قرار پائی - اُس وقت سے آج تک اس کا اثر اور قوت دن دونی رات چوگنی ترقی کر رہے ھیں ، ہر جگہ اسی کے ذریعہ سے تعلیم و تربیت دی جاتی ہے ، ادنی طبقات میں سے کسی طبقے کی طرز گفتگو خواہ کچھہ ھی ہو مگر تعلیم یافتہ لوگ جن کو اعلی سماج سے تعبیر کیا جاتا ہے یہی ادبی جرمن بولتے ھیں ؛ اُن کے بچوں کو یہی سکھائی اور پڑھائی جاتی ہے اور تحریر پر اسی کا تصرف و قبضہ ہے - عوام کی بولیاں آج بھی اتنی ھی ھیں جتنی کہ ہمیشہ تھیں کیونکہ تعلیم اس قدر عام اور کامل نہیں ہے کہ انہیں جڑ سے اُکھاڑ پھینکے مگر ادبی زبان ان سب کو دبانے اور سب کو ایک رنگ میں رنگنے کے لئے بہت زور لگا رہی ہے ، اُس نے انہیں تربیت یافتہ لوگوں کی بہت کچھہ توجہ اور مدد سے محروم کرکے اُن کی قدر و منزلت گھٹادی اور اوصاف ذاتی کا رتبہ کم کردیا ، ان سب میں اپنا مصالح اور اپنی طرز و طریق کو داخل کردیا اور ممکن ہے کہ ایک روز وہ بھی آجائے کہ وہ سب کا قلع و قمع کرکے انہیں متروک بولیوں کی صف میں کھڑا

کردے ۔ اس کی قلمرو اتنی ہی وسیع ہے جتنی کہ اُن ظاہری اثرات کی پہنچ ہے جنھوں نے اسے مسند آرائے قبولیت کیا ، اس کی حدود کی وسعت میں وہی خطہ داخل نہیں ہے جس میں ہائی جرمن بولیوں کا رواج ہے جو اُس سے قریب ترین تعلق رکھتی ہیں بلکہ باقی حصۂ جرمنی سے سیاسی ، سماجی اور مذہبی اشتراک کے باعث شمالی اضلاع کے باشندے بھی اسے ہی ماننے اور بولنے کے لئے مجبور ہیں، اگرچہ اُن کی بولیوں کا ماخذ ' لو جرمن، ہے اور وہ نیدرلینڈ (Netherland) کی زبان حتی کہ انگریزی سے بھی زیادہ قریب کا رشتہ رکھتی ہیں۔ برخلاف اس کے سیاسی آزادی نے جس کا سماجی اور مذہبی رسم و رواج نے ہاتھ بٹایا ہے ڈچ یا نیدرلینڈ کی زبان اور بالخصوص انگریزی کو بہ حیثیت ادبی زبان ایک جداگانہ شے بنادیا۔ بہت سی لو جرمن بولیاں بحر شمالی کے ساحلوں پر رائج تھیں انھیں میں سے کوئی نہ کوئی ان کا ماخذ ہے مگر جن بولیوں سے یہہ نکلی ہیں اُن کو درحقیقت اور بولیوں پر کوئی فوقیت حاصل نہ تھی *

دیگر ادبی بولیوں کا وہی یہی حال ہے جو اُس زبان کا ہے جس کو ہم نے ابھی محک امتحان پر کسا ہے۔ ابتداء میں ہر زبان اُن بے انتہا بولیوں میں کی ایک بولی تھی جن میں آپس میں تعلق ۔گر کم و بیش فرق بھی تھا ، اس بولی کے غلبہ پاجانے کی یہہ وجہہ نہ تھی کہ اس کی ذات میں کوئی بات ایسی تھی کہ جس کے باعث یہہ ایک عمدہ آلۂ اظہار خیال یا ذریعۂ افہام وتفہیم سمجھی گئی ہو بلکہ یہہ خارجی اسباب کا صدقہ تھا کہ اس کو کسی جماعت نے اس قابل سمجھا کہ اس کی تحصیل و رواج کو وسعت ہو ؛ مثلاً موجودہ فرانسیسی کا ماخذ فرانس کے مخصص ایک چھوٹے سے حصے کا روز مرہ ہے ، اور عرصے تک اس میں اور جنوبی فرانس کی ایک ابتدائی اور بہت ہی ترقی یافتہ بلکہ اس سے بھی افضل بولی میں جسے پرووانسال یا langue d'oc کہتے تھے رقابت رہی ؛ اگر سلطنت ٹولوز (Toulouse) معدوم نہ ہوجاتی تو یہہ موخرالذکر پر

هرگز غالب نه آئي ، لیکن شمالی صوبوں کو تمام فرانس پر سیاسي تفوق حاصل هوگیا پس اُن کی زبان تمام ملک مین سب سے اچھی زبان سمجھي جانے لگي ، langue d'oc رفته رفته ترقي یافته زبان کے رتبے سے گر گئي اور اب دیهاتي بولیوں میں شمار کي جاتی هے ، اسي طرح کوہ الپس (Alps) اور صقلیه (Sicily) کے درمیان جو بہت سي بولیاں رائج هیں ایطالوی. ان مین سے محض تسکني (Tuscany) والون کي بولی تهي مگر تمام جزیرہ نما کے تعلیم یافته طبقے میں اس کے رواج کا باعث محض تعلیم و ادبیات کا اثر هوا *

لاطیني زبان اور اس کي تاریخ

لاطیني کي تاریخ ایک جداگانه قسم کي مثال پیش کرتي هے- جتني زبانیں عرصۂ وجود میں آئي هین سب کي تاریخ سے اس کي تاریخ ممتاز و اهم هے ، یهه فاتح زبان جس کي اولاد نے آج یورپ کا بہت بڑا اور اچها خاصه حصه گهیر رکهاهے اور جو اپني سوتیلي بهن انگریزي کو ساتهه لیکر قریب قریب تمام نئي دنیا اور بہت سے منتشر اقطاع سواحل اور جزائر پر جو هر براعظم اور سمندر مین واقع هیں چها گئي ، اور جس نے تمام ترقي یافته اقوام کی زبانوں کي ترقي کےلئے مصالح بهم پهنچایا اور اُنهیں قعر پستی سے نکالا ، ۲۵ صدیاں بهي نهیں گذریں که ایطالیه کے وسط میں ایک چهوٹے سے اور الگ تهلگ ضلع کا روزمرہ تهی ، یهه اتنا بڑا خطه هے که اگر دنیا کا نقشه واقعی بہت بڑے پیمانے پر نه کهینچا گیا هو تو آپ کے انگلی رکهنے سے ڈهک جائیگا - همیں معلوم نهیں که یهه کب اور کیوں کر وهاں آئي ، اتنا جانتے هیں که آپس میں تعلق رکهنے والی بہت سي بولیوں میں سے یهه بهي ایک بولي تهی ، یهه بولیاں ایک قدیم زبان سے نکلي تهیں اور مقفقه طور سے اُس کی نمایندگی کرتی تهیں — اس قدیم زبان کو مهاجرین کي پهلی کهیپ اپنے ساتهه لائی تهي مگر اعمال فارق کے اثر نے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کردالے - ان هم سر بولیوں میں سے کم سے کم دو یعنی امبري

اور آ۔کن کے کچھہ کچھہ نقش اب بھی اس لئے باقی ہیں کہ مدعیان علم و فضل کے شہباز فکر کو فضائے خیال میں پرواز کا موقع مل جائے اور ایطالوی کے زمانۂ قبل تاریخ کی توضیح ہوسکے — لاطینی کو شمال میں اثروری زبان نے دبایا اور جنوب میں یونانی نے آنکھیں دکھائیں ، یہہ دونوں بہت ہی زبردست اقوام کی زبانیں تھیں علاوہ اس کے یونانی تو حقیقی وصف میں بھی افضل اور ترقی کی دوڑ میں کوسوں آگے بڑھی ہوئی تھی ، اُس وقت کسی کو اس کا وہم و گمان بھی نہ تھا کہ ایک دن وہ آئیگا کہ لاطینی اُن سے سبقت لے جائیگی — سلطنت روما کی توسیع کے ساتھہ ساتھہ اس نے بھی پھیلنا شروع کیا اور اس سلطنت کی کامل اور نہ تک اثر کرنے والی سرشت کی بہت ہی صریح و غیر مبہم علامت تھی — رومانیوں نے اسی پر قناعت نہ کی کہ وہ ایرانیوں کی طرح اپنی وسیع سلطنت کے مختلف النوع حصص پر برائے نام حکومت کریں یا ان سے بھی گئے گذرے مغاروں کی طرح وسیع فتوحات پر جھوٹ موٹ کی بادشاہت سے خوش ہوں بلکہ اُنھوں نے اس بہت بڑے جسد متحد میں ایک روح نامیہ پھوک دی جس کے وہ حکمراں تھے اور اس کے رگ و ریشہ میں اپنا اثر دوڑا دیا — سب سے پہلے اُنھوں نے ایطالیہ پر اپنا تسلط جمایا اور اُس پر رومانی رنگ چڑھایا ، اس کے بعد وہ غاشیۂ حکومت جو اُنھوں نے اور حصوں کے کندھوں پر رکھا اور فوجی نوآبادیوں سے مستحکم کیا ، ان کے قوانین اور رسم و رواج ، اُن کی تہذیب و تعلیم ، اور اُن کا ہر شے پر اثر کرنے والا نظم و نسق ایک ایسا سبب اشتراک تھا کہ جس کے مقابلے پر اور تمام اسباب اپنا رنگ نہ جما سکے — جزیرہ نما بھر کی تمام زبانیں شمال کی گالی سے لیکر جنوب کے انتہائی گوشہ کی یونانی تک نے رفتہ رفتہ فاتحین کی زبان کے سامنے سر تسلیم خم کردیا ؛ اور ایطالیہ ایک متحد اللسان ملک بن گیا ، باوجود اس کے بھی اس اتحاد کو اتحاد کامل نہ کہنا چاہئے ، بعض دوردست اضلاع میں قدیم زبان کی یادگاریں عرصے تک قائم رہیں اور جزیرہ نما کے

مختلف حصوں کی مقامی بولیوں میں بے شک و شبہ اُن کے اثر کی جھلک نظر آتی تھی اور در حقیقت اس کے نقش آج بھی وہاں دکھائی دیتے ہیں — ان بولیوں کے فرقوں سے قطع نظر کیا جائے تو خود ایطالیہ کی عام زبان بھی سسرو اور ورجل کی تھسالی اور شستہ لاطینی نہ تھی ، بلکہ ایک دھقانی زبان تھی ، جس میں پہلے ہی سے اُن تغیرات کے جراثیم پوشیدہ تھے جو موجودہ لاطینی اور دیگر رومانی زبانوں میں نمایاں ہیں ، یورپ کے اور ملکوں میں بھی یہی عمل وسیع پیمانے پر جاری رہا یعنی قوموں کو فتح کرکے رومانی جماعت میں شامل کرلیا جاتا تھا — گال (Gaul) کے سیلٹس (Celts) اور ہسپانیہ کے سیلٹس اور ایبرین (Iberians) نے اپنی اپنی زبانیں چھوڑکر اپنے حاکموں اور تہذیب سکھانے والوں کی زبان اسی طرح اختیار کرلی جس طرح کہ گذشتہ چند صدیوں میں ایرستان کے سیلٹس نے اپنی ایرستانی کے بجائے انگریزی بولنی شروع کردی ، موجودہ فرانسیسی اور ہسپانی میں سیلٹی (Celtic) الفاظ و استعمال کے خال خال نشانات پائے جاتے ہیں — جرمنی کا بھی یہی حشر ہوتا اگر اُس کی بہادر اور جفاکش قومیں سلطنت کی گھٹتی ہوئی قوت کی تلافی کرنے کے لئے کمر ہمت نہ باندہ لیتیں — یہی بلا برطانیہ پر نازل ہونے والی تھی اگر رومانی اسے ایک دوردست و نا قابل التفات ضلع سمجھکر اپنا سکہ کم نہ بٹھاتے اور جلد ہی اس سے کنارہ کش نہ ہوگئے ہوتے — جلوبی مشرقی یورپ کے چھوٹے چھوٹے اقطاع جو شمالی ایطالیہ سے دریائے ڈینوب کے عین دہانے تک پھیلے ہوئے ہیں اس اثر سے نہ بچ سکے، ایطالیہ کی فوجیں جگہ جگہ چھاؤنی ڈالے ہوئے دلوں پر اس کے جلال وجبروت کا سکہ بٹھا رہی تھیں ، بہت سے ایطالوی ترک وطن کرکے مفتوحہ علاقے میں آ بسے تھے، نظم و نسق پر ایطالوی سیاست چھائی ہوئی تھی ، اور ایطالوی تعلیم وتربیت معیار تہذیب بن گئی تھی ، اس کا نتیجہ یہہ ہوا کہ لوگ اپنی زبان بھول گئے اور ایطالوی بولنے

لگے۔ زبانوں کا وہ اہم زمرہ جسے رومانی کہتے ہیں یوں عرصۂ وجود میں آیا ، اس میں ایطالوی ، فرانسیسی ، ہسپانی اور پرتگالی ، جنوبی سوئٹزرلینڈ کی ریتورومانی اور ویلیکن شامل ہیں جو خود بہت سی مختلف النوع بولیوں پر منقسم تھیں ، سب کا ماخذ لاطینی تھا اور اُنہیں ایسی قومیں بولتی تھیں جن کا محض تھوڑا سا حصہ لاطینی تھا *

لاطینی کی اولاد

مگر ہم کو ہرگز یہہ نہ فرض کرلینا چاہئے کہ کبھی ایسا زمانہ بھی تھا جب کہ لاطینی یورپ کے ایک وسیع حصے میں عام لوگوں کی بولی تھی ، یا یہہ کہ جب ایطالیہ رومانی رنگ میں ڈوبا ہوا تھا تو اس کے بہت بڑے حصے کی زبان لاطینی تھی — یہی متضاد اسباب اپنا وسیع اور زبردست اثر ڈالکر صحت و سجانست اجزائے زبان کی راہ میں روڑا اٹکا رہے تھے ، عوام بجائے اس کے کہ تعلیم یافتہ رومانیوں اور مستند تصانیف سے لاطینی سیکھتے ، فوج اور شاگرد پیشہ لوگوں ، نوآباد اشخاص اور ادنی درجے کے عمال حکومت سے زبان سیکھتے تھے — اگرچہ اس میں شک نہیں کہ ابتداء میں اعلیٰ ترین اور ادنیٰ ترین طبقوں کی گفتگو میں اتنا فرق نہ تھا کہ وہ ایک دوسرے کی بات نہ سمجھ سکتے لیکن تھوڑا بہت جو کچھ بھی فرق تھا وہ رفتہ رفتہ بڑھتا گیا اور جب کہ مطالعہ اور غیر مبدل نمونوں کی تقلید نے ادبی لاطینی پر عالموں اور پجاریوں کا قبضہ قائم رکھا اور اُس میں برائے نام بربریت ، مقامی بولیوں سے الفاظ وتراکیب قرض لینے سے ، زبردستی داخل ہوگئی علم لوگوں کی زبان اُس سے روز بروز الگ ہوتی چلی گئی اور اُس کی وہ بیشمار شکلیں پیدا ہوگئیں جن کا ہم ذکر کرچکے ہیں — اُن لاکھوں آدمیوں میں سے جو اپنی زبان چھوڑ کر رومانی بولنے لگے تھے کوئی ایسی محافظ اور ہم جنس بنانے والی قوت نہ تھی کہ انہیں لاطینی کے مستند استعمال سے انحراف نہ کرنے دیتی یا ان کے مدارج

نمونے لسان کو مساوی رکھتي - بعض جگہ خاص اسباب پیدا ہوگئے جنہوں نے تختہ هي الٹ دیا - جرمنوں کي یورش و فتح کي وجہ سے هسپانیہ ، فرانس اور ایطالیہ کي زبانوں میں جرمانی عنصر داخل هو گیا صدیوں تک عربوں کے زیر نگین رهنے سے هسپانی عربی الاصل الفاظ سے مزین هوگئي ، سب کے بعد میں یہہ ہوا کہ جب یورپ ظلمات جہالت سے نکلا اور تعلیم و تعلم چند مخصوص اشخاص کي ملک نہ رهے اور هرشخص ان سے فیضیاب هونے لگا تو لاطیني "مردہ زبان" هو چکي تھي ، عوام کي ضروریات سے اس قدر دور جا پڑي تھی اور وہ اس سے اس قدر بے اعتنائي کا سلوک کرنے کے عادي هوچکے تھے کہ نئي قومیں اس سے کسي قسم کا کام هي نہ لے سکتي نہیں ، پس هر ملک میں قریب قریب ایک هي زمانے میں ایک نئي قومي زبان بنگئي جس میں قومي تہذیب جلوہ نما تھی اور جس کے ذریعہ سے اس تہذیب کی اشاعت هوتي تھي- رومانی رنگ میں ڈوبے هوئے تمام وکمال یورپ کي وهي حالت تھی جو هم بتا چکے هیں کہ موجودہ عروج پر پہنچنے سے پہلے جرمني کي حالت تھي ، یعني بہت سي بولیوں کا ایک معجون مرکب موجود تھا اور صرف خارجی و تاریخي حالات وکیفیات کو مد نظر رکھکر یہہ اندازہ لگایا جاسکتا تھا کہ ان میں سے کونسي میدان ترقي میں آگے نکل جائے گی اور اوروں کو دباکر انہیں سلب کرلے گی *

بولیوں کے اس تمام مقابلہ ومتواتر انفراج واستدقاق میں کوئی ایسی بات نظر نہیں آتي جو راز سر بستہ یا باعث حیراني هو ، تاریخ زبان کا تو ابتداء سے اور چار دانگ عالم میں یہی حال رها هے ، هر صورت واقعہ کو سمجھنے سمجھانے کے لئے فقط اس کے معلوم هونے کي ضرورت هےکہ ایا زبان میں صلاحیت اختلاف هے یا نہیں اور جماعت کس حد تک اسکو روک سکتی یا محدود کرسکتي یا اس کا رخ پھیر سکتي هے - هر صورت واقعہ کي مخصوص کیفیات سے اس کا فیصلہ کرنا پڑے گا کہ بحیثیت مجموعي ان کے متفقہ فعل کا یہہ اثر هوگا کہ زبان کے اجزاء

ہمجنس ہوکر اسے شئے واحد بنادیں گے یا ان میں فرق پڑکر کئی زبانیں پیدا ہوجائیں گی ، جن اسباب سے یہہ نتیجہ مرتب ہوگا ان کی نوعیت و مدارج جیسے ہوں گے ویسے ہی اس نتیجہ کی نوعیت و مدارج بھی ہوں گے *

زبان کا نقل مکان کرنا اور انگریزی زبان کی تاریخ

پس جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے جب دو جماعتیں خواہ وہ چھوٹی ہوں یا بڑی گھل مل کر ایک ہوتی ہیں اور دونوں کی زبان الگ الگ ہوتی ہے تو کسی عام قاعدہ و قانون کی بناء پر یہہ فیصلہ نہیں کیا جا سکتا کہ دونوں کے ملنے سے کون سی زبان پیدا ہوگی — جب رومانیوں نے گال (Gaul) فتح کیا ہے تو انہوں نے گالی کو قریب قریب نیست و نابود کر دیا حالانکہ انکی تعداد تھوڑی سی تھی – انہوں نے گالی کی جگہہ لاطینی کو دیدی کیونکہ تہذیب و نظام سیاست ، فنون و سائنس ، علم و تعلیم اس ملک میں ان کے ساتھہ ساتھہ آئے – سیلٹون کے لئے اپنی قدیم بولی کی بہ نسبت لاطینی کا سیکھنا زیادہ سود مند ہوگیا مگر جب چند صدی بعد جرمنی کے افرنجیوں (Franks) کی باری آئی کہ وہ رومانی رنگ میں ڈوبے ہوئے گال کو فتح کریں اور اسے سلطنت فرانس بنائیں تو انہوں نے خود سے تعداد و تہذیب میں بڑھی ہوئی رعایا کی زبان اختیار کرلی ، صرف اس کی لغات میں چند جرمانی لفظ بڑھا دئے اور شاید انحطاط نظام لاطینی قواعد کو جو پہلے ہی شروع ہوچکا تھا ذرا سہارا دیدیا تا کہ وہ لاطینی قواعد کے اصول کا جلد خاتمہ کردے – ایک دفعہ اور بھی ایسا ہی ہوا ، شمالی اسکنڈی نیویا (Scandinavia) کے باشندے جو جرمانی خاندان کی ایک شاخ تھے فرانس کے ہزیمت خوردہ شہنشاہوں سے ان کا اچھے سے اچھا علاقہ چھین لینے کے بعد پرشکوہ و خوفناک نارمنز بن گئے – اگرچہ ان لوگوں کی حالت بظاہر ایسی اچھی تھی کہ وہ اپنی زبان کی آزادی سلب ہونے سے بچاسکتے تھے کیونکہ وہ بہت ہی چھوٹے رقبے میں ایک ہی جگہہ آباد تھے ، اسکے مطلق العنان مالک تھے اور اس میں زیادہ تر

انہیں کے ہم قوم تھے اس پر بھی وہ اُن زبردست اور ایک ہی رنگ میں رنگنے والے اثرات سے نہ بچ سکے جو انہیں ہر چہار طرف سے گھیرے ہوئے تھے - اس قدر کم مدت میں کہ جس کا خیال آکر حیرت ہوتی ہے ان کی زبان نارس(Norse) قطعی متروک ہوگئی اور اسکی کچھہ نشانیاں صرف چند جغرافیوی ناموں میں باقی رہ گئیں - فرانسیسی طرز معاشرت و علوم و سیاست کے ساتھہ ساتھہ انہوں نے بے تکلف فرانسیسی زبان بھی اختیار کرلی - خود تو ابھی سیم ناقص العیار ہی تھے مگر اپنے نئے معتقدات لسانی کی تلقین اس ملک میں شروع کردی جہاں اس بولی سے ملتی ہوئی بولیاں رائج تھیں جس سے خود چند روز ہی ہوئے کہ عہد وفا توڑ چکے تھے-اسی اثناء میں اینگلز (Angles) سیکسنز (Saxons) اور جرمانی قومیں برطانیہ کے سب سے بڑے اور سب سے اچھے قطعۂ زمین پر سے سیلٹی (Celtic) زبان کے استیصال کا کام ختم کرچکی تھیں جس کی رومانیوں نے ابتداء ہی کی تھی ، مگر انہوں نے اس کام کو ایک اور طریقے سے کیا ، اصلی باشندوں کو محض قوت کے بل پر تباہ کردیا اور ان حصوں کو چھوڑ کر جہاں ان کی پہنچ نہ تھی باقی کے تمام جزیرے کو اپنے خونخوار ہم قوموں سے بھر دیا - یہی وجہہ ہے کہ ہماری انگریزی کے معمولی خزانۂ اسالیب بیان میں سیلٹی کا عنصر بہت ہی کم پایا جاتا ہے - دولت عیسائیت و تہذیب سے فاتحین اپنے نئے مسکن میں بہرہ مند ہوئے اور اینگلو سیکسن کا علم ادب پیدا ہوگیا - اگر زمانہ مساعدت کرتا تو یہہ ادب ملک کی مختلف بولیوں کو ایک رنگ میں رنگنے میں قومی سلطنت، رسم و رواج اور تہذیب کی وحدت کا ہاتھہ بٹاتا اور ایک قومی زبان پیدا کرتا جس کی شستگی و ثروت ہماری موجودہ زبان سے کسی طرح کم نہ ہوتی ، لیکن چاہ کن را چاہ درپیش ، اوروں کو تلوار کے گھاٹ اُتارنے والے خود بھی اسی گھاٹ اترتے ہیں ، اینگلوسیکسنز پر وہی ستم توڑے گئے جو انہوں نے سیلٹس پر ڈھائے تھے - ڈینز (Danes) اور نارمنز (Normans) کے

حملوں نے عرصے تک حکومت سیکسن کا ناطقہ بند رکھا اور اسے کمزور کردیا ، حتیٰ کہ وہ تاب مقاومت نہ لا سکے اور ہمیشہ کے لئے صفحۂ ہستی سے مٹ گئے - اب کے ان سیاسی حالات کے تحت جن کا ذکر ہوچکا ہے ایسی دو مختلف زبانوں کا تصادم ہوا جن کی تہذیب کا درجہ مساوی تھا اور اگر نارمنز کی تہذیب کا پلہ کسیقدر گراں تھا تو اس کے مقابلے میں ان کی تعداد بہت کم تھی - اس تصادم سے جو نتیجہ نکلا اُس کو ان نتائج سے کوئی واسطہ ھی نہیں جن سے ہم اس سے پہلے بحث کرچکے ہیں ، یعنی حقیقی معنی میں ایک مرکب زبان پیدا ہوئی جس نے دونوں سے اپنا مصالح اور قوت قریب قریب اس قدر مساوی مقدار میں لیا ہے کہ اب علماء میں یہہ مسئلہ متنازعہ فیہ ہے کہ موجودہ انگریزی میں سیکسن کا عنصر غالب ہے یا فرانسیسی کا — اس کے بننے کی تفصیل کی بحث میں اب ہم زیادہ وقت نہیں لگا سکتے ہمیں اس زبان کی تاریخ کے اُس باب کی طرف توجہہ کرنی ہے جسکا زمانۂ مابعد کی بولی سے تعلق ہے - ہم محض اسی اہم اور عام طور سے جانی بوجھی حقیقت سے بحث کریں گے کہ اس کا " ترکیبی سامان " خواہ وہ تصریف ہو ، یا الحاقات و سابقات لگا کر مشتقات کا بنانا ہو ، یا حروف عاطفہ و متعلقات فعل ہوں ، مع اس کے عام اور بہت ہی ضروری حصۂ لغات کے قریب قریب خالص سیکسن ہے - پس بلحاظ ساخت اسکو جرمانی بولی تصور کرنا چاہئے اگرچہ رومانی اسالیب بیان سے بھی یہہ بہت کچھ آراستہ و پیراستہ ہے *

ملک بھر میں ہر جگہہ یا ہر طبقے میں جو زبان بولی جاتی تھی اس میں نارمن اور سیکسن برابر برابر شریک نہ تھیں ، اور نہ یہہ بات تھی کہ ان سے پہلے جو بولیاں وہاں رائج تھیں اسنے انکے باہمی فرق کو متادیا ہو کہ جس سے ایک نئی اور بالکل متجانس الاجزاء زبان بن جاتی ، اور پھر اس زبان میں از سر نو فرق پڑکر نئی بولیاں بننے لگتیں - بر خلاف اس کے برطانیہ میں بھی جرمنی کی طرح مگر کسیقدر

اس سے کم ، آج بھی بہت سی بولیاں رائج ہیں جن کی کچھ خصوصیات تو ایسی ہیں جو ان قبیلوں کی بولیوں کے فرق کو ظاہر کرتی ہیں جنہوں نے تیرہ سو برس پہلے اس جزیرے کو فتح کیا تھا ، اور باقی خصوصیات اینگلوسیکسن کی فتح سے لیکر آج تک وقتاً فوقتاً پیدا ہوتی رہیں - ان بولیوں میں سے دو ایک مثلاً اسکاٹلینڈ اور یورکشائر کی بولیوں سے تو ہم نظم و فسانہ کے ذریعہ سے واقف ہیں اور باقی بولیوں میں طالب علم لسانیات ہی کو لطف آتا اور وہی انہیں خوب سمجھتا ہے ، کیونکہ انگریزی زبان کی تاریخ کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے ان کی شہادت اس کے واسطے اتنی ہی ضروری اور سودمند ہے جتنی کہ ادبی بولی کی *

امریکہ کی انگریزی

لیکن یہہ ناممکن تھا کہ جب انگریزی براعظم امریکہ میں منتقل ہو کر آئی تو یہہ بولیاں صحیح و سالم یہاں آجاتیں یہہ تو جبھی ہوسکتا تھا کہ جن جماعتوں میں یہہ رائج تھیں ان کے الگ الگ حصے اس ملک میں ہجرت کرکے آتے اور پھر اس نوآبادی میں بھی وہ اپنی جداگانہ حیثیت و شخصیت قایم رکھتے مگر جس تحریک نے اس ملک کو انگریزی بولنے والوں سے بھر دیا اس کی نوعیت کا یہہ تقاضا نہ تھا ، انگلستان میں جو قدیمی فرق تھے وہ یہاں آکر مٹ گئے ، اور نئے نئے رشتہ ہائے اتحاد جماعت پیدا ہوگئے — یہہ جماعت ہر ضلع اور ہر رتبے کے آدمیوں سے بنی تھی ، جیسے کہ یہہ بالکل ممکن الوقوع تھا کہ اُن اقوام کی زبانوں کو جو یہاں بعد میں آکر آباد ہوئیں انگریزی متادے جس کا یہاں دنگا بج رہا تھا ، اسی طرح یہہ بھی قطعی حیطۂ امکان میں تھا کہ انگریزی کی مختلف شکلیں مٹ کر اُس شکل کے رنگ میں رنگ جائیں جو ان بولیوں میں سب سے زیادہ مروج تھی ، یہہ امر بھی مشکوک نہ تھا کہ ان بولیوں میں کون سی بولی ہے جو اوروں سے زیادہ مروج

ہے اور جس کے نقش قدم پر اور بولیوں کو چلنا پڑے گا - شایستہ و خواندہ جماعت میں ادبی بولی یعنی خواندہ لوگوں کا روزمرہ ہی وہ خاص مرکز ہے جس کی طرف باقی لوگ اُس وقت کھنچ کر چلے آتے ہیں جب کہ وہ اپنی جماعت سے الگ ہوجاتے ہیں اور اُن پر مقامی اثر نہیں رہتا - جو لوگ ابتداء میں یہاں آئے اُن میں زیادہ تر تعلیم یافتہ ، اچھی اوضاع و اطوار ، قابلیت و تہذیب والے لوگ تھے — وہ اپنے ساتھ ایک تحریری زبان اور بہت بڑا خزانہ علم ادب لائے - اُن کو لکھنا پڑھنا آتا تھا ، انہوں نے ہر قسم کے مدرسے قائم کئے اور اس کی احتیاط کی کہ اُن کی اولاد تعلیم و تربیت میں اُن سے پیچھے نہ رہنے پائے — انہوں نے اپنے سماج کا سنگ بنیاد بھی مساویانہ حقوق و مراعات پر رکھا ، اس نے بھی زبان کو یکساں بنانے میں دیگر اسباب کی مدد کی — ان تعین کرنے والے حالات کا نہ کہ ہماری کسی ایسی خوبی کا کہ جس پر ہم فخر کر سکیں یہہ نتیجہ ہوا کہ انگلستان کے اوسط درجے کے لوگوں کی زبان اتنی متجانس الاجزاء اور تکسالی انگریزی کے معیار کے مطابق نہیں ہے جتنی کہ امریکہ کی آبادی کے حصوں اور اُن کے مختلف طبقوں کی ہے - جن اسباب نے اس میں یہہ بات پیدا کی انہیں نے اس میں آج تک اس کو قایم بھی رکھا۔ ہماری انجمنوں اور مجلسوں کے جمہوری وصف اور ملک میں تعلیم کے قریب قریب عام ہونے نے اس بارہ میں بہت کچھہ کام کیا کہ ہماری جماعت بھر میں قریب قریب یکساں زبان بولی جائے — اس میں کلام نہیں کہ اس سے پہلے کوئی ایسا ملک نہ تھا جہاں ادنیٰ سے ادنیٰ درجے کے لوگوں نے نصاب مدرسہ کی ایک ہی قسم کی کتابوں سے پڑھنا اور ہجے کرنا سیکھا ہو ، مقرر ، میز کے پاس کھڑے ہوکر لیکچر دینے والے اور منبر پر سے وعظ کہنے والے ایک ہی قسم کی زبان بولتے ہوئے سنے گئے ہوں اور جو ایک ہی قسم کی کتب و اخبارات پڑھتے ہوں ، جہاں ایک جگہہ سے دوسری جگہہ لوگ آباد ہوتے رہے

ہوں اور آبادی اس قدر مخلوط اور مختلف طبقات و ممالک کے لوگوں میں اس قدر ارتباط ہو ، مختصر یہہ کہ اور مقامات سے زیادہ ہمارے یہاں ہر قسم کا ارتباط زیادہ اپنا رنگ جماتا اور گہرا اثر کرتا ہے - ہر وہ اثر جو اجزاء میں منجانست پیدا کرتا ہے اُسے جو آزادی و وسعت دائرۂ عمل یہاں نصیب ہے کہیں اور نہیں — یہی وجہ ہے کہ کہیں اور کی ساری کی ساری اور اتنی بڑی آبادی میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ جیسے امریکہ میں قریب قریب ایک ہی قسم کی زبان بولی جاتی ہے اُس میں بھی بولی گئی ہو — موجودہ تہذیب مع اُن بڑے بڑے نظام ہائے حکومت کے جنہیں یہہ پیدا کرتی ہے اور وسیع و کثیر میل جول کے جس کی یہہ محرک ہوتی اور جس کے لئے سہولتیں بہم پہنچاتی ہے ، اس قابل ہے کہ غیر آباد رقبہ ہائے زمیں پر جماعت کو اتنے بڑے پیمانے پر قایم کردے اور اُسے وہاں برقرار رکھے کہ جس کی مثال ازمنۂ ماضیہ میں کہیں نہیں ملتی *

اپنی مشترکہ زبان کی آہستہ آہستہ آگے بڑھنے والی نمو کے لحاظ سے بھی ہم نے اپنے برتش اعزا کا ساتھ دیا ، اپنے اصلی وطن سے ہمارا گہرا تعلق ، وہ اشتراک تعلیم و تربیت جسے ہم نے قایم رکھا ، اور علوم و ادب کے بارہ میں ہمارا اپنے اصلی وطن کو افضل تسلیم کرنا ، ان باتوں نے آج تک ہم دونوں کی زبانوں کے اپنے اپنے طریق ہائے نمو میں کوئی فرق نہیں پڑنے دیا - باوجودیکہ ہمارے اور ان کے درمیان سمندر حایل ہے مگر باہم اس قسم کے باطنی تعلقات ہیں کہ جو ہم کو ایک ہی جماعت بنائے رکھتے ہیں اس پر بھی ہماری تراکیب و قواعد ناقص ہیں - انگلستان کے نقاد ہماری اعلیٰ درجے کی تحریر وتقریر دونوں میں فی نکالتے اور کہتے ہیں کہ اُن میں ''امریکائیت'' کی بو آتی ہے اور لہجہ اور روز مرہ کے محاورات میں تو صاف صاف فرق ہے - ہم لوگوں میں ابھی تک کچھ پرانے لفظ، مرکبات ناقص اور معنی باقی ہیں جنہیں وہ چھوڑ چکے ہیں ،

کچھہ لفظ جو ہمارے چلے آنے کے بعد وہاں پیدا ہوگئے انہیں ہم نے ابھی تک بولنا شروع نہیں کیا ، اور کچھہ لفظ ہم نے تراش لئے جنہیں وہ نہیں مانتے اور تسلیم نہیں کرتے - ان معاملات میں بروئے استدلال ہم بھی اتنے ہی حق بجانب ہیں جتنے وہ لیکن سوال تو یہہ ہے کہ ہم دونوں میں کس کا اجتہاد مستند ہے کہ جس کا پسند کیا ہوا استعمال صحیح انگریزی کا سنگ بنیاد رکھے گا - ابھی تک تو ہمنے چھوٹے بنے رہنے پر قناعت کی ہے لیکن شاید ہم ہمیشہ انہیں اپنا بزرگ نہ سمجھیں گے - ہماری بڑھتی ہوئی تعداد اور تربیت و اوضاع کی روز افزوں آزادی ہمارے دل میں یہہ خیال پیدا کردیگی کہ ہم اُن سے کچھہ کم نہیں ، روز بروز یہہ خیال ترقی کرتا جائے گا کہ ہم کیوں انہیں افضل سمجھیں ، پس ممکن ہے کہ ایک زمانہ ایسا آجائے جب کہ امریکہ کی انگریزی اور برطانیہ کی انگریزی کے مصالح ، ہیئت اور طریق استعمال الفاظ میں بہت ہی بڑا فرق نظر آنے لگے - ان رجحانات فارق کو روکنے اوران کے نتائج سے بچنے کے لئے ہم توقع کرتے ہیں کہ اعلیٰ درجے کے تعلیم یافتہ اصحاب علم ادب کے ذریعہ اپنا اثر ڈالیں گے - علم ادب ہی اُن قوتوں میں سے جو زبان کی حفاظت کرتی ہیں سب سے عمدہ ، سب سے بڑھکر جائز اور سب سے زبردست قوت ہے ، یہہ جتنا اچھا ہوتا ہے اتنا ہی عمدہ طور سے کام کرتا اور زبان و مکان کی رکاوٹوں سے آزاد رہتا ہے- علم ادب ہی کے ذریعہسے امریکہ نے انگریزی کی توسیع میں شرکت کا حق حاصل کیا ، اور اسی ذریعہ سے حاصل کرتا رہے گا — امریکی نظم، فلسفہ اور سائنس کی جن اعلیٰ تصانیف کو قدر ومحبت کی نظر سے دیکھتے ہیں انہیں کو انگریز بھی عزیز رکھتے ہیں، اس بات نے انگریزی بولنے والوں کے دو بہت بڑے گروہوں کو متحد کر کے ایک جماعت بنا دیا اور اسی کو چاہئے کہ اس اتحاد کو قائم رکھے، ہمیں امید ہے کہ یہہ ایسا ہی کریگی- لیکن اس اتحاد کے ناقص و کامل ہونے کا مدار اس پر ہوگا کہ جماعت کا وہ حصہ جس تک علم

ادب کي رسائی ہے اور جس کي یہہ رہنمائي کرتا ہے وہ باقي حصے پر اپنا کتنا اثر ڈال سکتا ہے *

لیکن یہہ نہ تصور کرنا چاہئے کہ امریکہ میں بولیاں ہي نہیں ہیں ، یہاں بھي ہیں مگر ہمیں امید ہے کہ جیسے آج ان میں اور تکسالی انگریزي میں بہت ہي تھوڑا سا فرق ہے ویسے ہي عرصے تک یا ہمیشہ رہے گا ، غایر نظر اصحاب نیو انگلینڈ (New England) مغربی اور جنوبی امریکہ کے تعلیم یافتہ لوگوں کی زبان سے تاڑ لیتے ہیں ، کہ وہ کہاں پیدا ہوئے ہیں ، جتني کسي کی تعلیم و تربیت کم ہے اُتني ہي یہہ خصوصیات اُس کي زبان میں زیادہ نمایاں اور ممتاز طور سے نظر آتي ہیں - اس ملک میں چھوٹی یا بڑي کوئي جگہہ ایسي نہیں ہے جہاں کے مرکبات ناقص یا لب و لہجہ میں ایک خاص بات نہ ہو جو اسي جگہ سے مخصوص ہے اور جو اُن لوگوں میں نہ پائي جاتي ہو جن کے وطن کی زبان تعلیم کي خراد پر چڑھکرشستہ نہیں ہوئي یا جن کا حلقۂ ارتباط بہت وسیع نہیں ہے - ہم سب اس بات سے واقف ہیں کہ اسالیب تحریر و تقریر میں بھی کچھہ نہ کچھہ فرق ضرور ہے ، ایسے لفظ و مرکبات ناقص موجود ہیں جو تقریر میں تو معیوب نہیں خیال کئے جاتے لیکن اگر کتابوں میں نظر پڑ جائیں تو مبتذل اور بھدے سمجھے جائیں گے ، بر خلاف اس کے ایسے لفظ و مرکبات ناقص بھي ہیں جنہیں ہم عبارت آرائي کے وقت تو لکھتے ہیں لیکن اگر اُن سے تقریر میں کام لیا جائے تو بوئے " اورد " و تصنع آتي ہے ، گو یہہ فرق اتنا بڑا فرق نہیں ہے کہ وہ ادبی انگریزي کو عام لوگوں کي انگریزي سے ایک بالکل جدا شے بنادے تاہم اس سے بھي انکار نہیں کیا جاسکتا کہ یہ اُس فرق کي ابتداء ضرور ہے — کسي ادبي زبان جس سے ہم تاریخ کے ذریعہ آگاہ ہوئے ہیں اور اُن کم تربیت یافتہ بولیوں کے درمیان جو ادبی زبان کے پہلو بہ پہلو استعمال عوام کے

سبب سے پیدا ہوگئیں اور جنہوں نے آخرش اُس کو تباہ کرکے اُس کی جگہہ چھین لی ، مابہ‌الامتیاز پیدا کرنے کے لئے مذکورہ فرق کو اپنی نوعیت بدلنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ مدارج بدلنے کی ضرورت ہے *

پس جیسا کہ ہم دیکھہ چکے ہیں کوئی چیز بولیوں کی نمو قطعاً نہیں روک سکتی ، حتیٰ کہ وہ اثرات بھی جو بہت ہی شد و مد کے ساتھہ شبیہہ زبان کو بحال خود قایم رکھتے ہیں اگر ان کو اپنا عمل کرنے کے لئے عمدہ سے عمدہ موقع جو حیطۂ امکان بشری میں‌ہین نصیب ہوں تو وہ صرف اتنا ہی کرسکتے ہیں کہ وہ اس رفتار نمو کی راہ میں قدم قدم پر روڑے اٹکاتے رہیں *

زبانیں اور بولیاں

آپ نے دیکھا ہوگا کہ جب ہم نے کسی زبان (tongue) کا ذکر کیا ہے تو " بولی " (dialect) اور زبان (language) دونوں اصطلاحات کو اس طرح استعمال کیاہے جس‌سے اُن میں کوئی خصوصیت ظاہر نہیں‌ہوتی اور ایک کی جگہہ دوسری بولنے رہے ہیں ؛ جوکچھہ اس سے پہلے بیان ہوچکا اُس سے یہہ بھی عیاں ہوگیا ہوگا کہ ان دونوں میں ایک خاص اور ضروری فرق قایم کرنے یا اُن کے معنی میں تعین پیدا کرنے کی کوشش بھی فضول ہے ، کیونکہ یہہ دونوں لفظ آپس میں تعلق رکھنے والی زبانوں کے محض باہمی اختلاف مدارج ظاہر کرتے ہیں — اگر "بولی" کے یہہ‌معنی لئے‌جائیں‌کہ وہ ایک مختصر جماعت کی مخصوص طرز گفتگو (idiom) ہے بمقابلہ ان جماعتوں کے جن کی مخصوص طرز گفتگو اس سے کسیقدر مختلف ہے تو نطق انسان کی کسی ہیئت کی نسبت بھی ، جس کا ہمیں علم ہے خواہ وہ مروج ہو یا متروک ، یہہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ " بولی " نہیں ہے ، یا نہ تھی — علیٰ‌ہذاالقیاس اگر " زبان " کے یہہ معنی لئے جائیں کہ وہ ایک وسیلہ ہے بنی نوع کے ایک ممیز و ممتاز حصے کے مبادلۂ خیالات کا اور اُسکی حالت اِس حصے کی قابلیت و استعداد کے مطابق ہوتی اور وہ اُسکی

ضرورت پوري کرتي ھے تو يہہ کہنا پڑتا ھے کہ کوئی ھيئت نطق انسان نہيں جس پر لفظ زبان کا اطلاق نہ ھوسکتا ھو۔ ھرملک اور ھر زمانے ميں تقريري زبان (spoken language) کي تمام تاريخ مختلف و متواتر ھيآت کا ايک سلسلہ نظر آتي ھے، ان ھيآت ميں سے بعض کو خارجي اسباب کي بدولت جو اکثر اتفاقي ھوتے ھيں ايک امتياز و اھميت اور دوام و رواج نصيب ھوجاتا ھے جو اوروں کو نہيں ھوتا ؛ اسي اھميت کے مدارج کو مد نظر رکھکر ھم کسي کو مخصوص طرز گفتگو، کسيکو گنواری ، کسيکو بولي اور کسيکو زبان کہتے ھيں - " فصل " اور " نوع " ميں مابہ‌الامتياز قايم کرنے ميں تاريخ طبيعيات کو بھي قدرے قليل اسي طرح کی دقت کا سامنا کرنا پڑتا ھے۔ طبيعيات ميں بھی يہہ دقت ويسي ھی طاري و ساري اور لاينحل ھوتي جيسی کہ لسانيات ميں ھے بشرطيکہ لسانيات کيطرح محض " نوع " ھي نہيں بلکہ حيوانات و نباتات کي " اجناس " اور اعلیٰ طبقات کے خد و خال سے معلوم ھوتا کہ يہہ ايک دوسرے کي ، يا مشترک مورث اعلیٰ کي اولاد ھيں اور ايک پشت سے دوسری پشت ميں جو بتدريج فرق پڑا ھے اس کا تميز کرنا دشوار ھوتا۔ اقليم لسانيات ميں نوع کا ھيئت تبديل کرنا محض ايک فرضي بات نہيں ھے بلکہ ايک بين حقيقت ھے اور مطالعۂ لسانيات کے ان اصول ميں سے ايک اصول جس پر کہ اس کا سنگ بنياد رکھا گيا ھے *

پانچواں لیکچر

گذشتہ صحبت میں تغیرات لسان کے مختلف طریقوں پر کسی قدر تفصیل سے بحث کرنے کے بعد ہم ان حالات و کیفیات کی طرف برابر توجہ کرتے رہے جن کا ان اعمال تغیر پر اثر پڑتا ہے، جو کبھی اس عمل کو نمایاں کردیتی ہیں اور کبھی اس عمل کو، کبھی کسی عمل کی رفتار میں تیزی پیدا کردیتی ہیں اور کبھی ان اعمال کا متفقہ اثر گھٹا دیتی ہیں — اس کے بعد ہم نے اس کی تحقیقات کی کہ کیونکر مذکورہ اعمال بمرور ایام نطق انسان کی کسی ہیئت کو مختلف شکلوں میں منقسم کردیتے ہیں یا کسی زبان کو بدل کر اس کی بولیاں بناتے ہیں — ہم نے ان اسباب کا بھی تبصرہ کیا تھا جن کے باعث بولیوں کے اختلاف کو منازل ارتقاء طے کرنے میں مدد ملتی ہے، اور ان کا بھی جو اس ارتقاء کو محدود اور اس کی مخالفت کرتے ہیں حتیٰ کہ اختلاف سے یک رنگی پیدا ہوجاتی ہے— ہم بتا چکے ہیں کہ یہہ سبب دو طرح کے ہیں : ایک قسم کا منبع اشخاص ہین، لوگوں کی روش اور حالات پر مبنی ہیں اور ان کے اختلاف کی انتہا نہین ؛ دوسری قسم کے اسباب کا، جن کا دائرہ عمل جماعتین ہین اور جن کی مورث ضرورت افہام و تفہیم مطالب ہے جو زبان کا مقصد اولین ہے، اثر یہہ ہوتا ہے کہ زبان میں یکرنگی و مجانست پیدا ہوتی ہے، شخصی خصوصیات وسیع تر وحدت کی قربان گاہ پر بھیٹ چڑھائی جاتی ہین، یعنی شخص واحد اس سماج میں مدغم ہو جاتا ہے جس کا فرد ہے — زبان کیا ہے ؟ ایک نظام جو انسان کی معاشرت پسند طبع پر قایم کیا گیا اور اس لئے بنایا گیا ہے کہ اس کی ضروریات معاشرت پوری ہوسکین لہذا اگرچہ محض افراد ہی ہر لفظ اور اس کے معنی کی ساخت و اصلاح کا سبب ہین لیکن درحقیقت جماعت ہی زبان بناتی اور بدلتی ہے — افراد کو قوت سالمی (molecular) اور جماعت کو قوت نامیہ (organic) سے تعبیر کرنا چاہئے — جیسا کہ ہم پہلے بیان کرچکے ہیں دونوں قوتین ہمیشہ اپنا

اپنا کام کرتی رہتی ہیں اور تاریخ زبان دونوں کے متفقہ اثرات کا ایک دفتر ہے لیکن انفرادی اور فرق پیدا کرنے والی قوتیں تہ میں پوشیدہ ہیں ، بہت ہی داخلی ہیں اور نطق کے استعمال عام کا خاصہ ہیں ، خارجی اسباب ان پر اثر نہیں کرسکتے ۔ ہم بجا طور سے دعوی کرسکتے ہیں کہ زبان اختلاف کی طرف مائل رہتی ہے مگر جن صورتوں میں اس سے کام لیا جاتا ہے وہ اس کے اس میلان کو روکتی اور زایل کرتی حتیٰکہ اس کا رخ بدل دیتی ہیں ، وہ اس کی وحدت کو قائم رکھتی اور جہاں یہہ وحدت مفقود ہے وہاں اسے پیدا کر دیتی ہیں *

بولیاں قدیم نہیں ہیں

زمانۂ حال میں لسانیات پر خامہ فرسائی کرنے والے دو ایک اصحاب نے بہت بڑی غلطی یہہ کی ہے کہ زبان کی یکسانی اور بولیوں کے اختلاف میں جو باہمی تعلقات ہیں انہیں بالکل ہی الٹ دیا، اس سے تمام تاریخ ارتقائے لسان الٹ جاتی ہے ۔ عصر حاضرہ کی ترقی یافتہ بولیوں کی روش اور ان کے موجودہ فرق مٹ کر وسیع خطوں میں متجانس الاجزاء زبان پیدا ہونے سے بے انتہا متاثر ہوکر اور اُن قوتوں کی نوعیت نظر انداز کرکے جن کی وجہ سے بولیوں کی یہہ روش عرصۂ وجود میں آئی ، ان مصنفین نے یہہ دعوی کیا ہے کہ زبان کا فطری رجحان یہہ ہے کہ اختلاف سے یکسانی ظہور پذیر ہو ، بولیاں زبان سے مقدم ہیں اور نطق انسان کی ابتداء ، لاتعدولا تحصی بولیوں سے ہوئی جو ابتداء ہی سے آپس میں مل جل اور گھٹ رہی تھیں ۔ ایک ایسی رائے کی تردید میں وقت صرف کرنا قطعی فضول ہے جس کی غلطی جو کچھہ کہ ہم کہہ چکے ہیں اُس سے صاف صاف ظاہر ہے تاہم اس کے متعلق تھوڑی سی بحث کیجاتی ہے تاکہ دو ایک اصول بخوبی سمجھہ میں آجائیں جن کا اچھی طرح سمجھنا اس لئے ضروری ہے کہ مزید تحقیقات بوجہ احسن کی جاسکے

بولیوں کے اختلاف کی توضیح

اس کے تسلیم کرنے میں کسی کو تامل نہوگا کہ دو بولیوں کے درمیان جن کا ماخذ ایک ہے جو فرق ہے وہ بے انتہا اختلافات پر اور ان اختلافات کے مجموعہ اور مجموعی اثر پر مبنی ہے ، مثلاً جو لفظ ایک میں موجود ہیں وہ دوسری میں نہیں پائے جاتے یا پائے تو جاتے ہیں مگر اُن کا تلفظ الگ الگ ہے یا اُن کے معنی میں یونہیں سا یا بہت بڑا فرق ہے ، یا بعض مرکبات یا ہیأت ان میں سے ایک کے لئے مخصوص ہیں ، یا دونوں میں مروج ہیں تو تبدیل ہیئت کے مدارج میں فرق ہے ، یا بعض مرکبات ایسے ہیں کہ ایک بولی میں تو وہ بامعنی ہیں مگر دوسری میں بالکل مہمل - اس قسم کے اختلافات کا رفتہ رفتہ پیدا ہوجانا ایک ایسا امر ہے جو ہمیں تاریخ لسان کے اُس زمانے میں برابر وقوع پذیر ہوتا نظر آتا ہے جس کا حال ادبی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے ، بلکہ گذشتہ ہی پر کیا حصر ہے آج بھی ایسا ہی ہو رہا ہے - اگر truth(سچ) کے معنی میں لاطینی میں verita ہسپانی میں verdad ، فرانسیسی میں verité اور انگریزی میں verity مستعمل ہے تو اس کا سبب یہہ نہ سمجھنا چاہئے کہ ایک زمانہ تھا جب کہ یہہ تمام لفظ ایک ہی قوم میں مروج تھے حتی کہ ان میں سے بعض نے ایک کو پسند کیا اور بعض نے دوسرے کو اور ان میں سے ہر لفظ کا پسند کرنے والا گروہ اور الفاظ کے پسند کرنے والے گروہوں سے الگ ہوکر ایک جماعت بن گیا ، بلکہ اس کی وجہہ یہہ تھی کہ کسی زمانے میں ایک قوم ایک لفظ اس معنی کے لئے بولتی تھی جو ان تمام الفاظ میں سے کسی ایک سے بالکل ملتا تھا یا ان میں سے ہر ایک سے مشابہ تھا، اسی لفظ سے یہہ تمام لفظ معمولی طور سے جب کہ زبان بذریعۂ روایت منتقل ہورہی تھی نکلے ہیں- نقل لسان بذریعۂ روایت اس احتمال سے کبھی ارفع نہیں ہے کہ لسان میں تغیر ہوگا — یہہ ایک اتفاق کی بات ہے کہ بالواسطہ تاریخی شہادت کی بناء پر ہمیں ان الفاظ کی نسبت

معلوم ہے کہ یہہ کس لفظ سے نکلے ہیں اور جو لوگ اس کو بولتے تھے وہ کون تھے ، یہہ اصلی لفظ vēritāt (veritas کی حالت فاعلی) تھا اور روما کی زبان یعنی لاطینی سے اس کا تعلق تھا اس کی موجودہ شکلیں صرف تخریب صوتی کے معمولی اثروں کو ظاہر کرتی ہیں - اسیطرح اگر میں attend بولتا ہوں تو فرانسیسی attendez ، ہم دونوں کے الفاظ کے تلفظ اور قواعدی شکل (یعنی فرانسیسی کے لفظ میں علامت جمع موجود ہے جو انگریزی کے لفظ میں نہیں ہے) اور معنی میں (فرانسیسی میں اس کے معنی ہیں انتظار کرنا) فرق ہے اور ان تمام صورتوں میں باستثنائے صورت آخر دونوں لاطینی لفظ attendite سے نہیں ملتے ، باوجود اس کے یہہ دونوں اسی سے نکلے ہیں ، کوئی رومانی attend یا attendez نہ بولتا تھا - اب اسی طریق استدلال کو اور صورتوں میں کام میں لاتے ہیں اور باوجودیکہ بلاواسطہ تاریخی شہادت ہماری دستگیری نہیں کرتی مگر نتیجہ یہی نکلتا ہے - مثلاً گو ہم true' جرمنی والے treu ، ہالینڈ والے tro' اور نیدرلینڈ والے trouw بولتے ہیں مگر اس میں کبھی شک نہیں ہوتا کہ ہم سب کے پاس قریب قریب ایک ہی لفظ ہے جو ایک ہی معنی میں مستعمل ہے اور ایسی روایت کے ذریعہ جس میں فرق نہیں آنے پایا ، ہم کو کسی قدیم جماعت سے ملا ہے جس میں اس کا سا کوئی لفظ بولا جاتا تھا—اس یقین کے بعد ہم اس کے دریافت کرنے کی فکر میں پڑجاتے ہیں کہ وہ لفظ کیا تھا اور اس میں کیوں اور کیا کیا تغیر ہوئے کہ جن کی وجہہ سے یہہ شکلیں پیدا ہوگئیں جو آج نظر پڑتی ہیں - ہمارے لفظ father اور اینگلوسیکسن fæder ، انسلینڈی fadir ، ڈچ vader اور جرمنی vater میں جو فرق ہے وہ verity اور اس کے مشابہات کی طرح ہمیں اس بات کے فرض کرنے کے لئے مجبور نہیں کرتا کہ ایک زمانہ تھا کہ جب ایک ہی جماعت کی مختلف قدیم بولیوں میں یہہ لفظ رائج تھے بلکہ ہم یہہ خیال کرتے ہیں کہ یہہ ایک جماعت کی کئی

جماعتیں بنجانے کا نتیجہ ہیں ، ان سب کا جب لاطینی کے pater ، یونانی کے patēr ، فارسی کے peder (پدر) اور سنسکرت کے pitar (पितृ) سے مقابلہ کیا جاتا ہے جو صریحاً ایک ہی لفظ کی مختلف شکلیں ہیں جس سے کہ یہہ پیدا ہوئے ہیں ، تو بھی ہمارے استنباط پر اس سے کوئی اثر نہیں پڑتا - اب ہم پھر اسی مثال کیطرف رجوع کرتے ہیں جسکا اس سے پہلے ذکر آچکا ہے یعنی لفظ is — اس کا جرمن مترادف ist ، لاطینی est ، یونانی esti ، لتھوانی esti ، سربی yesti ، فارسی est (است) اور سنسکرت asti (अस्ति) ہے — طالب علم لسانیات کے نزدیک یہہ لفظ اس سے زیادہ کچھہ حقیقت نہیں رکھتے کہ وہ ایک ہی لفظ کی کسیقدر مسخ شدہ صورتیں ہیں - اس کا فرق اُن بےانتہا فرقوں میں سے ایک فرق ہے جن کے باعث یہہ زبانیں الگ الگ نظر آتی ہیں— اس میں کلام نہیں کہ معاصر تحریرات موجود نہیں ہیں کہ ہم بے شک و شبہ اُن لوگوں تک پہنچ جائیں جن میں یہہ لفظ پیدا ہوا تھا اور اُس زمانے کا پتا لگالیں جب یہہ بنا تھا، لیکن جیسے ہم مسطورالصدر صورتوں میں یہہ نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور نہ تھے کہ اشکال زیربحث الگ الگ قدیم الفاظ کی ہیأت مختلفہ کی قایم مقام ہیں ویسے ہی اب بھی یہہ ماننا ضروری نہیں کہ ist وغیرہ قدیم الفاظ کی موجودہ شکلیں ہیں ، اور ان سب سے یہہ ظاہر ہوتا ہے کہ کسی زمانے میں بہت سی بولیاں رائج تھیں جن میں فعل to be (ہونا) کا صیغۂ واحد غائب حال مختلف طرح سے ظاہر کیا جاتا تھا ، اور نہ یہہ تسلیم کرنا ہی لازم آتا ہے کہ جن قوموں میں یہہ لفظ بولے جاتے ہیں وہ کسی سابقہ جماعت کے گروہوں (groups) کی اولاد ہیں جن میں سے کسی نے ist ، کسی نے est اور کسی نے esti پسند کر لیا - برخلاف اس کے اُس یقین واثق کی بناء پر جو منطقی استدلال سے پیدا ہوتا ہے ، ہم یہہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ جن لفظوں پر ہم غور کر رہے ہیں وہ سب ایک ماخذ واحد یعنی

asti (अस्ति) سے نکلے ھیں اور یہہ بھی اُسي استدلال سے مستنبط ھوتا ھے کہ اگر ایک جماعت نے جس کا وجود ھم اسباب کو مدنظر رکھکر تصور کرسکتے ھیں ، زمانۂ ماضی میں ، جو ھمارے علم سے خارج ھے، مادہ فعل as (अस) جس کے معني ھیں ex istence (موجود ھونا) اور ضمیر ti (†ति) کو جس کے معنی ھیں that (وہ) ملاکر اصلي لفظ (asti) نہ بنایا ھوتا تو یہہ لفظ عرصہ وجود ھي میں نہ آتے *

مذکورہ استدلال کا اطلاق صرف انہیں صورتوں پر نہیں ھوتا جو زیر بحث رھي ھیں ، بلکہ بولیوں میں جو جو فرق پڑے ھین اُن سب پر ھوتا ھے – کچھہ ھم ھی اس طرز استدلال سے کام نہیں لیتے بلکہ اُن اصحاب کا بھی جو اس کے قائل ھیں کہ بولیاں زبان سے مقدم ھیں ، طرز استدلال ھر صورت میں یہي ھے – جس تقابل و استنباط کي ھم توضیح کرتے چلے آئے ھیں وہ تحقیقات لساني میں علمائے لسانیات تقابل کے معمول ھین اور مخالفین کو علمائے لسانیات تقابل ھي کے زمرے مین شمار کئے جانے کی آرزو ھے ، صرف فرق اتنا ھے کہ یہہ بزرگوار یہہ نہیں سمجھتے کہ بولیوں کے سارے کے سارے فرق کا دار و مدار اسي قسم کے اختلاف ھیں اور یہہ کہ اگر یہي اختلاف قدم قدم پر یہہ بتائیں کہ دراصل ایک شئے واحد اُن کا ماخذ ھے تو وہ من حیثیت المجموع وحدت ماخذ پر دلالت کریں گے – ھمیں بتایا جاتا ھے کہ ''جس طرح قوم سے پہلے خاندانون، قبیلوں، جماعتون اور قوموں کے حصوں کا ھونا ضروري ھے اسی طرح زبان سے پہلے بولیاں تھیں'' (میکس میولر) اُس طرز استدلال میں اُس تمام طرز استدلال کي طرح ، جس سے اُس رائے کو مستحکم و استوار کیا جاتا ھے جس کي ھم

---

†یہاں مصنف سے لغزش ھوئي ھے – ति علامت صیغۂ واحد غائب حال ضرور ھے مگر اس کے کچھہ معني نہیں ھیں کیونکہ کہ یہہ ھے प्रत्यय جس کے کچھہ معنی نہیں ھوتے

مخالفت کررہے ہیں ، یہہ مغالطہ مخفی ہے کہ یہہ محض سطحی ہے — بجائے اس کے کہ یہہ تاریخی ارتقاء کے ابتدائی واقعات سے سلسلۂ بحث شروع کرے اس کے وسطی زمانے کے واقعات سے بحث کرنا شروع کرتا ہے — اگر ہم یہہ تسلیم کرتے ہیں کہ خاندان ، قبائل، اور حصص اقوام تاریخ انسان کے عناصر اُولی ہیں اور ان میں سے ہرایک جس خطۂ زمین پر آج آباد ہے اُسی سے خود بخود پیدا ہوا ہے تو محض بربنائے مشابہت ہی نہیں بلکہ ایک تاریخی نتیجے کے طور پر یہہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ ابتدائی زمانوں میں ہی نطق انسان میں بے انتہا اختلاف تھے مگر یہہ اختلاف اساسی تھے بولیوں کے اختلاف نہ تھے — لیکن آبادی کے حصوں کے تتر بتر ہونے کے اگر یہہ معنی ہیں کہ لوگ پہلے ایک ہی مقام پر آباد تھے اور بعد میں منتشر ہوئے ، اور اگر یہہ ضروری ہے کہ گذشتہ تاریخ نوع انسان کی تحقیق کرتے کرتے ہم اُس منزل پر پہنچ جائیں جہاں معدودے چند خاندان یا محض ایک مرد اور ایک عورت رہجاتے ہیں جن کی تعداد طبعاً بڑہ اور پھیل کر منتشر ہوئی اور چھوٹی چھوٹی جماعتیں بن گئیں اور ان جماعتوں نے بعد میں گھل مل کر بڑی جماعتوں کی شکل اختیار کرلی (اور اس سے کوئی انکار بھی نہیں کرسکتا) تو پھر مشابہت اور تاریخی ضرورت دونوں سے یہہ منتج ہوتا ہے کہ ہمنے زبان اور بولی کے درمیان جو تعلق اوپر بیان کیا ہے وہی تعلق درست اور سچا ہے ، یعنی جماعتوں کے پھیلنے اور تعلقات قطع ہونے کے ساتھہ بولیاں نمو کرتی اور متفرع ہوتی ہیں اور جب وہ گھل مل کر ایک ہونے لگتی ہیں تو بولیوں میں مجانست پیدا ہو جاتی ہے *

بولیوں کے اختلاف کا کم ہونا

بے شبہ ازمنۂ ماضیہ میں ایک ہی زبان کا روئے زمین کے وسیع قطعات پر پھیلنا ناممکن تھا ، اور مرور ایام کے ساتھہ ساتھہ من حیثیت المجموع نطق انسان کے اختلاف کم ہوتے جاتے ہیں لیکن اس کا باعث فقط

یہہ ہے کہ وہ خارجي اسباب جو زبان کے فطري میلان اختلاف کا سد باب کرتے ہیں زیادہ مکمل ہوتے جارہے ہیں - جس طرح کہ امریکہ میں ایک واحد و تربیت‌یافتہ قوم جس کي زبان متجانس‌الاجزاء ہے ، وحشي قوموں کا مع اُن کي مختلف‌النوع زبانوں کے استیصال کررہي ہے ، اسي طرح یہہ کام تھوڑا بہت ہرجگہ ہورہا ہے — تہذیب اور وہ کیفیات جنہیں تہذیب پیدا کرتي ہے بربریت اور اثرات فارق پر غالب آرہي ہیں — اس واقعہ سے کہ فرانسیسي ، ہسپاني اور ایطالوي ہماري جماعت میں داخل ہوکر سب کے سب verity بولنا سیکھہ لیتے ہیں یہہ بات ثابت نہیں ہوتي کہ vérité, verity verdad اور veritá مختلف قدیم بولیوں کے لفظ ہیں جو رفتہ رفتہ وحدت پیدا کردیں گے اور نہ زمانۂ حال کی تربیت‌یافتہ زبانوں کے دور دور تک پھیلے ہوئے ہونے میں کوئی بات پائي جاتی ہے جس سے یہہ سان گمان بھي ہو کہ یکسان و یکرنگ زبان سے بولیاں مقدم ہیں‌اور ہر جگہ بولیوں سے زبان پیدا ہوئي ہے *

بولیوں کے اختلاف کا اجتماع

یہہ سچ ہے‌کہ تاریخ لسان کے ہرزمانے میں اُس میں کسیقدراختلاف ضرور رہا ہے جس‌کو بولی کے اختلاف سے تعبیر کرسکتےہیں - ہم بتا چکے ہیں‌کہ خود ہماري قوم میں جہاں زبان‌کی یکسانی روئے زمین کي کسی زبان کی یکساني سے کم نہیں‌ہے دو آدمیوں کی گفتگو بالکل یکساں نہیں ہے یا اگر ایسي صورت پیدا ہوجائے کہ ان میں سے ہر ایک بجائے خود روایات لسانی‌کا بانی بن جائے تو وہ ایسی زبان پھیلائےگا جو من‌وعن یکساں نہوگي — پس ہمیں ماننا پڑیگا کہ چھوٹي سے چھوٹي جماعت کے بھي ، جس نے کسی موجودہ زبان یا زبانوں کے خاندان کا سنگ بنیاد رکھا ہے ، افراد یا خاندانوں کے روزمرہ (idioms) میں ضرور فرق تھا ، اور پھر اگر ہم یہہ فرض کرلیں کہ اس جماعت کے بہت ہي چھوٹے چھوٹے حصے منتشر ہوگئے اور ہر حصہ ایک الگ جماعت کا جنم داتا

بن گیا تو اس مقولے میں کسیقدر صداقت پائی جائے گی کہ ان جماعتوں کی تاریخ بولیوں کے اُن اختلافات سے شروع ہوئی جو پہلے ہی بڑھ چکے تھے۔انتشار سے پہلے اصلی جماعت جس قدر زیادہ پھیلی ہوئی تھی اسیقدر مقامی اختلاف زیادہ نمایاں تھے مگر اس کا مطلب یہہ نہیں ہے کہ آپس میں لوگ ایکدوسرے کی بات ہی نہ سمجھتے تھے—جتنا مقامی اختلاف زیادہ تھا اتنا ہی بعدمیں فرق بھی زیادہ پڑتا گیا، لیکن بولیوں کے یہہ اختلاف بذات خود سابقہ نمو کا نتیجہ اور بالکل بے معنی تھے کیونکہ ابتداً وحدت زبان میں مخل نہ تھے ، نظر تعمق سے دیکھنے سے بھی ان کا پتا روزمرہ کی اُن خصوصیات میں نہیں لگ سکتا جو بعد میں پیدا ہوگئیں — اور یہہ دعوی قطعی غلط ہے کہ خصوصیات اصلی اور قدیم ہیں یا یہہ کہ ابتدائی زمانے کے خفیف اختلاف ان کا منبع اور باعث ہیں بلکہ یہہ کہنا چاہئے ، اور اس میں ذرا بھی شک کی گنجائش نہیں ہے ، کہ مابعد کی بولیاں ایک متجانس الاجزاء زبان کے رفتہ رفتہ اپنے مرکز ثقل سے دور نکل جانے سے ظہور پذیر ہوئی ہیں *

تحصیل زبان

ناتربیت یافتہ جماعت میں جن اختلافات استعمال کا ہونا حیطۂ امکان میں ہے اُن کی قدر و قیمت بہت بڑھی ہوئی ہے، یہہ نہ سمجھنا چاہئے کہ یہہ دعوی محض ایک قیاس بعید از حقیقت ہے— یہہ اختلاف ان لوگوں میں ہمیشہ پائے جاتے ہیں جن کو ایک ہی زبان کا بولنے والا محض اس لئے تصور کیا جاتا ہے کہ اُن میں سے ایک دوسرے کو اپنا مافی الضمیر بے تکلف سمجھا سکتا ہے — جسے ہم " تحصیل زبان " سے تعبیر کرتے ہیں اُس کا پہلا نتیجہ یہہ ہوتا ہے کہ اس قسم کے اختلاف معدوم ہوجاتے ہیں اور یکرنگی زبان کا دائرہ وسیع اور درجۂ کمال بلند ہوجاتا ہے — تحصیل زبان جن اختلافات پر اپنے نقش مرتسم کرتی ہے اُن کے مدارج میں خواہ کم فرق ہو خواہ زیادہ مگر یہہ ابتداء سے انتہاء

تک اپنا کام بذریعۂ انتخاب انجام دیتی ہے نہ کہ بذریعۂ ادغام — مختلف مقامات و اشخاص کے استعمال کے فرقوں کا اوسط نہیں نکالا جاتا ، بلکہ جماعت کے ایک جزو کے مستعملات کو ایک اصول یا قاعدہ تسلیم کرلیا جاتا ہے جس کی پابندی مابقی جزو کے لئے لازمی قرار دیجاتی ہے اور ان مستعملات کی حدود سے قدم نکالنے کی روک تھام یا قطعی ممانعت کردی جاتی ہے — اس سے استعمال زبان میں ایک طرح کا وقوف وشعور اور غوروخوض داخل ہوجاتا ہے — لوگ پہلے عام وسائل افہام و تفہیم سے بےغور و خوض اور طبعی طریقے سے کام لیتے تھے ، محض ضروریات افہام و تفہیم اُن کی مشعل ہدایت تھیں اور ضروریات بھی وہ جن کو دل محسوس کرتا رہے مگر جن کی معقولیت کو زبان نہ ثابت کرسکے ، اب چند نمونوں کی ایک مسلم و معروف طریقے سے تقلید کی جاتی ہے اور معاملات تکلم میں مستند اساتذہ کے سامنے سر تسلیم خم کردیا جاتا ہے — سب سے اچھے بولنے والے یعنی وہ لوگ جو لفظوں کو بہت ہی صحت کے ساتھ بولتے اور بہت ہی اچھے اور زوردار معنی میں استعمال کرتے ہیں اوروں کے استاد بن بیٹھتے ہیں — تحصیل زبان کا اثر چاہے جس طرح پڑے ، خواہ جو لوگ اس اعزاز کے مستحق ہیں اُن کو سند ماننے سے یا علم علم ادب کے ذریعہ جو روایتاً پہنچا ہے ، خواہ اس سے بھی افضل طریقے یعنی قواعد و لغات کی تحصیل اور نوشت و خواند اور دولت علم سے بہرہ‌مند ہونے سے ، مگر اس کی نوعیت میں فرق نہیں پڑتا ، یہہ برابر ایک ہی طریقے سے وہ نتائج پیدا کرتی رہتی ہے جو زبان کی ترصیص کے ضامن اور تخلیص و تہذیب کے کفیل ہیں — یہہ قومی مستعملات کی مشیر و خضر راہ ہے نہ کہ حاکم و فرمان‌فرما — یہہ زبان سے اُن بے انتہا ذرایع اظہار خیالات کو جنہیں ان‌پڑھ اُس میں داخل کرنا چاہتے ہیں خارج نہیں کرتی ، اسے اس قسم کے مواد و مصالح سے کام ہی نہیں پڑتا — بعض اصحاب کی تحریر و تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا نطق سے کام لینے والا ناتربیت‌یافتہ شخص

مجبور ہے کہ بے شمار نئے لفظ اور شکلیں تراشے اور اپنے مخلوقات لسانی کی کثرت کے نشے میں سرشار رہے حتیٰ کہ قواعد آکر اُس کی بیہودہ سری کی حد معین اور عام زبان کو تراش خراش کر اُس کی ایک معقول جسامت مقرر کردے ، مگر وسائل زبان میں وسعت پیدا کرنا نہ تو کھیل ہے اور نہ کوئی دل فریب کام - جب پیاپے لفظ ہونٹوں تک چلے آتے اور اظہار کے طالب ہوتے ہیں تو ہم لغات و قواعد کی کتابوں میں یہہ دیکھنے نہیں بیٹھتے کہ انہیں استعمال کریں یا نکریں - نمونے لسانی ایک آہستہ آہستہ ظہورپذیر ہونے والا عمل ہے جس کا ضرورت یا تقاضائے محل استعمال نے زبان کے بولنے والوں کو زبردستی منبع بنادیا - ہر شخص کا مجبور ہونا کہ اپنی بات اوروں کو سمجھادے اور اوروں کی خود سمجھ لے اس بات کے لئے روک تھام اور کافی روک تھام ہے کہ وہ جدھر چاہے منہ اٹھاکر نہ نکل جائے — ارتقائے زبان کا خاص عنصر کفایت شعاری ہے ، ہر بولی میں جو چیز فضول ہے ، جس کے استعمال کی ضرورت نہیں پڑتی ، وہ خود بخود معدوم و متروک ہوجاتی ہے اور اس کا انتظار بھی نہیں کرتی کہ قواعد داں کی مقراض اصلاح آکر اُس کی قطع و برید کرے - گوناگوں اسالیب و مقولات و مرکبات ناقص جو ناقص افہام و تفہیم کے باعث ایک ہی جماعت کی حدود میں بےروک ٹوک پیدا ہوگئے ہیں ، تعلیم و تحصیل اُن میں سے ان کا انتخاب کرلیا کرتی ہے جنہیں سمجھتی ہے کہ سب کے نزدیک اس قابل ہیں کہ تباہ و برباد نہ ہونے دئے جائیں - یہہ اچھی باتوں کو قایم رکھتی ، برائیوں سے خبردار اور ان لغزشوں کی اصلاح کرتی ہے جو ایک حصۂ جماعت سے استعمال مروج کے خلاف سرزد ہوتی رہتی ہیں - پس تربیت یافتہ زبان محض وہ زبان ہے جس کی طبعی نمو ایک عرصے تک اس کے اعلیٰ سے اعلیٰ بولنے والوں کے سایۂ عاطفت میں دانستہ و باحتیاط ہوتی رہی ہے اور جو اس لئے اُن کے سپرد کی گئی ہے کہ وہ اس کا ایک معیار قائم رکھیں ، اس کو بدصورت بنانے والی تبدیلیوں سے بچائیں اور بلند خیالات اور دقیق معانی کے لئے اسالیب وضع کرکے اُسے مالا مال کریں ، مختصر یہہ کہ

وہ اپنے غور و خوض کئے ہوئے روزمرہ کو اُن لوگوں میں رائج کریں جن کي تعلیم ناقص ہے اور جماعت کے اُن گروہوں میں پھیلائیں جو زیادہ بےپرواہ ہیں *

بولیوں کي باہمي مطابقت ہمیشہ وحدت ماخذ پر دلالت کرتي ہے

یہہ صریحاً ایک فضول سی بات ہے کہ زبان کے زمان ارتقاء میں کہیں کوئي خط فاصل قائم کرنے کی کوشش کي جائے ، یعنی یہہ کہا جائے کہ فلاں فلاں اختلاف تو ما بعد کي نمو کے نتائج ہیں اور فلاں فلاں اصلي ہیں یعني وہ نطق انسان کے قدیم فرقوں اور عدم تحدید کا ایک حصہ ہیں — نطق کے استعمال و نوعیت اور وہ قوتیں جو اُس پر اثر ڈالتي اور تغیرات پیدا کرتي رہي ہیں تاریخ نطق کے کسي دور میں کبھي نہیں بدلیں خواہ حالات کیسے ہی کیوں نہ بدلتے رہے ہوں اور اس نے کتنے ہي روپ کیوں نہ بھرے ہوں ؛ اور اس کے نامعلوم ماضي کی تحقیقات کا اس کے سوا اور کوئي طریقہ نہیں کہ اس کے "حال" اور ضبط تحریر میں لائے ہوئے "ماضي" کا بغور مطالعہ کیا جائے اور جو قوانین و اصول اس مطالعے کي مدد سے اخذ کئے جائیں اُن کي توسیع و اطلاق ارمنہ ماضیۂ کي کیفیات پر کیا جائے-ہم اپنے ایک گذشتہ دعوے کا اعادہ کرتے اور کہتے ہیں کہ اقلیم زبان میں بھي اقلیم طبیعیات کي طرح یکساں معلول دلالت کرتے ہیں کہ اُن کے علل بھي یکساں ہیں ، اور جو اس کا مدعی ہے کہ قدیم بولیوں اور نطق کي شکلوں کي اصل اور وصف موجودہ بولیوں اور نطق کي شکلوں کي اصل اور وصف سے اساسي اختلاف رکھتے ہیں اس کي مثال اُس ارضیات‌داں کي سي ہے جو اس کو تو مانتا ہے کہ زمانۂ حال کے کنکر اور کنکریلے طبقات تو پاني کے اعمال کے اثر سے بنے ہیں لیکن زمانۂ قدیم کے مکتل اور احجار رملي کي ساخت میں پاني کو دخل نہیں *

تاریخ لساني کي هر منزل کے ارتقاء میں تسلسل اور یکساني کا پایا جانا اور لساني مطابقتوں کا ، جہاں جہاں اُن کا پتا لگتا ہے ، وحدت اصل اور مشارکت روایت ثابت کرنے کے قابل ہونا وہ صداقتیں ہیں جن کو میدان تحقیقات لسان میں آگے قدم بڑھاتے وقت ہمیں یاد رکھنا چاہئے — اگر مختلف زبانوں میں ایسے لفظ پائے جائیں جو پتا دیتے ہوں کہ باوجود اختلاف شکل و معني ایک هي لفظ سب میں رائج ہے تو اس کے سوا چارہ نہیں کہ یہہ نتیجہ نکالا جائے کہ یہہ سب لفظ ایک هي لفظ کے مظہر مشترک ہیں جس کو کسي زمانے میں ایک جماعت نے بنایا اور اختیار کیا ، اور اسي لفظ سے یہہ لفظ اعمال و روایت لساني کے ذریعہ نکلے ہیں جو آج بھی موجود ہیں اور جن کی وجہ سے ہمیشہ اور ہرجگہ ممکن ہے کہ لفظوں کی ظاهري صورت اور باطني هیئت میں فرق آجائے — یہہ سچ ہے کہ زبان میں بعض بعض ایسے لفظ بھی ملتے ہیں جو بظاهر شکل و شباهت میں یکسان ہیں لیکن اُن کے ماخذ بالکل الگ الگ ہیں ، ان سے هم ایک بعد کے لیکچر (نمبر ۱۰) میں خاص طور سے بحث کریں گے لیکن اس قسم کے مستثنیات قاعدے کو کالعدم نہیں کرتے ، ان کا وجود اشتقاقیات‌دان پر صرف یہہ فرض عاید کرتا ہے کہ لفظوں کا مقابلہ کرتے وقت زیادہ حزم و احتیاط سے کام لے اور جن لفظوں سے بحث کررہا ہے اُن کی تاریخ کا بخوبي مطالعہ کرے — یہہ بھي ممکن ہے کہ دو زبانوں میں کچھہ لفظ ایسے بھي مل جائیں جن کي تاریخ میں حقیقي مطابقت موجود ہو مگر اس سے یہہ نہ ثابت ہوتا ہو کہ دونوں زبانیں در اصل ایک ہیں یا اگر کچھہ ثابت ہوتا ہو تو یہہ کہ انہوں نے ایک دوسرے کے خزانۂ اسالیب بیان سے استفادہ کیا ہے — مثال کے طور پر هماري هي زبان کو لیجئے قطع نظر اس سے کہ دو مختلف قوموں کی زبانوں سے ملکر بني ہے اس نے کم‌وبیش یورپ کی هر زبان سے اور ایشیا ، افریقہ اور امریکا کی اکثر زبانوں سے لفظ لئے ہیں باوجود اس کے یہہ ظاهر ہے کہ قرض لینے کي بھی ایک حد ہے کیا

بلحاظ مدارج اور کیا بلحاظ نوعیت ، اور طالب علم لسانیات بآسانی پہچان سکتا ہے کہ اس کے نتائج کون سے ہیں اور روایات لسانی کی اصلی مشارکت کے نتائج کون سے *

پیدایشی تعلق کی بناء پر زبانوں کا زمروں میں تقسیم کیا جانا

جو طریقہ کہ ہمیں اُن زبانوں کی تقسیم کے لئے اختیار کرنا چاہئے جو بنی نوع آج بولتے ہیں یا ازمنۂ ماضیہ میں بولتے تھے اُن اصول سے خود بخود پیدا ہوتا ہے جو ہم قائم کرچکے ہیں — ہم دیکھ چکے ہیں کہ کسی زبان کو کیوں نہ لیا جائے وہ ایک حالت میں نہیں رہتی ، ہر زبان ہمیشہ بدلتی رہتی ہے کیا بلحاظ ساخت اور کیا بلحاظ لغات ، اور رفتار زمانہ کے ساتھ ساتھ مختلف بولیوں اور شکلوں میں منقسم ہوتی رہتی ہے — کوئی موجودہ زبان ، کوئی ضبط تحریر میں لائی ہوئی زبان ، جیسی کی تیسی نہیں ، ان میں سے ہرایک کسی ابتدائی زمانے کی زبان سے نکلی ہے جس سے کہ دیگر موجودہ اور ضبط تحریر میں لائی ہوئی زبانیں بھی شاید نکلی ہیں — جب یہہ سیدھا سادہ پتا ہماری رہنمائی کرے تو پھر نطق انسان کی بھول بھلیاں کیونکر بھول بھلیاں بنی رہ سکتی ہے ، اس میں وہ راستے داخل ہوتے ہیں جن پر ہم آنکھہ بند کرکے چل سکتے ہیں - صرف جو زبانیں معلوم ہیں اُن کے تعلقات کو مدنظر رکھہ کر اُن کو زمروں میں تقسیم کرنے کی ضرورت ہے ، اور وہ اس طور سے کہ سب سے پہلے تو اُن زبانوں کو ایک ہی سلک میں منسلک کردیں جن کی تمام و کمال ساخت اور وہ باتیں جو تاریخ ہمیں اُن کے ماخذ کے بارہ میں بتاتی ہے ، انہیں ایسے صریح طور سے ایک ہی اصل کی فرع ثابت کرتی ہیں کہ کٹر سے کٹر منکر کی بھی مجال نہیں کہ اُن کے تعلق سے انکار کرسکے ، اور اس کے بعد ہم صراحت سے ابہام کی طرف متوجہ ہوں یعنی بہت ہی قریب کا تعلق رکھنے والی زبانوں کو ختم کرکے بہت ہی بعید کا تعلق رکھنے والی زبانوں کی تقسیم میں مصروف ہوں

حتیٰ کہ شہباز فکر سدرۃ المنتہائے پرواز پر پہنچ کر نواپرداز عجز برتر پروازی ہو اور تجزیۂ و تحلیل اور استنباط و استقراء دستگیری سے عاجز ہو جائیں - ابتداء میں شاہ راہ بہت ہی صاف نظر آتی ہے اور سیدھی ہے اور بہت ہی بےپرواہ سالک بھی بےخوف ضلالت اس کی جادہ پیمائی کرسکتا ہے لیکن منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے سخت ریاضت و مشقت کے علاوہ دیدۂ دوربین و حقیقت شناس کی بھی ضرورت ہے *

اب تھوڑی سی دیر کے لئے اپنی اساسی تحقیقات کی راہ راست سے یعنی " ہم یوں اور یوں کیوں بولتے ہیں " اعراض کرکے ہم سوال کرتے ہیں کہ اس " ہم " میں کون کون داخل ہے ، جس سے اس تحقیقات کا تعلق ہے یعنی وہ لوگ اور اس لفظ کے مدلول میں ہم بھی شامل ہیں جو انگریزی کی مختلف شکلوں کو اپنے وطن کی زبان مانتے ہیں) کون کون ہیں جو اُن زبانوں کو بولتے ہیں جو بہر حال ایک بڑی اور اصلی ام‌الالسنہ کی شکلیں ہیں اور بولیاں کہلاتی ہیں *

اپنی تمام بحث میں ہم ایک حد تک فرض کرچکے ہیں کہ انگریزی کے تعلق کی اس قسم کی تحقیقات کے نتائج کیا ہیں — اس سے مفر نہ تھا ، ورنہ پیدایشی تعلق کا ذکر ہی محال ہوجاتا اور اعمال نموئے لسان کی توضیح و تشریح ناممکن - اب ہم کو اس مبحث سے ایک منظم طریقے سے بحث کرنی پڑیگی اور دکھانا پڑے گا کہ یہہ تعلق کہاں تک پہنچتا ہے اور وہ شہادت پیش کرنی پڑے گی جو اِس کے حقیقی ہونے کو ثابت کرتی ہے *

یہہ دعویٰ کرنا کہ خود ہمارے ملک کے مختلف خطوں میں طرح طرح کی بولیاں رائج ہیں جن میں برائے نام فرق ہے اور برطانیہ کی آبادی کے بعض حصوں میں ایسا روزمرہ بولا جاتا ہے جو زیادہ توجہ کا مستحق ہے محض ایک حقیقت کا اظہار ہے — کوئی ذی‌ہوش اِس میں شک نہیں کرسکتا - کوئی تاریخ سے کیسا ہی بے بہرہ کیوں

نہ ہو مگر جب وہ روئے زمین کی سیاحت کرنے چلےگا اور اُس کو بحر اوقیانوس کے دونوں ساحلوں پر ہر جزیرے میں انگریزي بولنےوالی جماعتیں ملیں‌گي تو باوجودیکہ اُن کی زبان پر مقامی رنگ چڑھا ہوا ہوگا اس کے دل میں یہہ شک پیدا نہیں ہوسکتا کہ یہہ سب ایک ہی مزکر سے منتشر نہیں ہوئی ہیں ، اور مشارکت روایت لسانی اُن‌کو ایک ہی رشتہ میں منسلک نہیں کرتی - اگر ہم بر اعظم یورپ تک اُن الوالعزم قوموں کے نقش پا پر واپس جائیں جن کي ، تاریخ‌صاف صاف بتاتي ہے کہ انہوں نے عرصہ نہیں ہوا کہ جزائر برطانیہ کو آکر آباد کیا تھا اور غور کریں کہ ان ساحلوں پر کون کون سي زبانیں بولي جاتی ہیں جہاں سے وہ ہوس جہانگیري میں روانہ ہوئی تھیں تو بےتامل اس قسم کا ایک نتیجہ اخذ کرنا پڑیگا جیسا کہ ہم کہہ آئے ہیں - انگریزي کا زیادہ‌تر اور ضروري حصہ اپنے ہم‌جنسوں سے جرمني میں ملےگا جہاں سے ہمارے اسلاف کا سیکسن اور انگلین (Anglian) حصہ آیا تھا ، جرمنی نیدرلینڈي ، سویڈی ، ڈینی وغیرہ اور انگریزي میں مشارکت روایت کا عنصر اس قدر غالب ہے اور اسکي شہادتیں اسقدر بین ہیں کہ‌جس شخص نے ان زبانوں میں سے کسی کي تحصیل کا اپني مادري زبان کي تحصیل پر اضافہ کیا ہے اسے غالبا ضرور اس سے حیرت ہوئی ہوگی اور یقین ہوگیا ہوگا کہ اصلي مصالح اور ساخت کے لحاظ سے دونوں ایک ہیں لیکن اس کے تجربے نے اسے یہہ بھي سکھایا ہوگا کہ اگرچہ دونوں میں بہت تفاوت نہیں پھر بھي وہ جرمني یا سویڈي محض اسوجہ سے کہ انگریزي کا اور ان کا ماخذ جرماني ہے نہ تو بول اور نہ لکھہ سکتا ہے - اگر یہہ شخص امریکي ہے تو کسي تعلیم‌یافتہ انگریز سے بےتکلف بات چیت کرسکےگا اور یارک‌شائر کے باشندے یا زندہ دل اسکاٹ لینڈ کے رہنےوالے یا ایرستاني کي جو ابھی اپني دلدل سے نکل کر آیا ہے بات سمجھنے کی ترکیب نکال لیگا لیکن ایک جرمن کو اور اُسے ایک جگہہ اکٹھا کردو

تو دونوں ایک دوسرے کے لئے گونگے اور بہرے بن جائیں گے گویا دونوں میں سے ایک یونانی ہے یا ہندو - صاف نظر آتا ہے کہ ان کو دقت اس لئے پیش آتی ہے کہ یہہ دونوں جرمانی بولیاں جو در اصل ایک ہی زبان اور ایک ہی جماعت سے تعلق رکھتی ہیں اس قدر مدت سے الگ الگ رہی ہیں اور اس عرصے میں ان میں اس قدر تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں کہ اب وہ لوگ آپسمیں بےتکلف اور قابل فہم گفتگو ہی نہیں کرسکتے جنہوں نے انہیں حاصل نہیں کیا-اس حقیقت نفس الامری کو دریافت کرنے کے لئے کہ دونوں میں کوئی تعلق ہے دونوں کا تھوڑا بہت علم ضروری ہے *

یہہ بات بھی غلط ہے کہ سب جرمانی بولیاں انگریزی سے مساوی درجے کا تعلق رکھتی ہیں - جو لوجرمن بولیاں کہلاتی اور شمالی ساحلوں اور ملک کے حصۂ زیرین میں بولی جاتی ہیں وہ نمایاں طور سے ہماری زبان سے بہ نسبت وسطی و جنوبی جرمنی کی بولیوں یعنی ہائی جرمن اور اس سے ملتی ہوئی بولیوں کے زیادہ مماثل ہیں - اس تعلق کی کافی اور آسان وجہہ وہ حالات ہیں جن کے باعث جرمانی قومیں گھر چھوڑکر برطانیہ میں آکر آباد ہوئیں - ہمارے اسلاف ساحلی اضلاع سے آئے اور جو بولیاں وہاں رائج تھیں ساتھہ لائے- علاوہ ان کے جرمانی زبانوں کا ایک اور زمرہ ہے جو ان دونوں کا ہم پلہ ہے اور جس کا وطن شمالی جرمنی کے پار کے اقطاع ہیں یعنی ڈنمارک ، سویڈن ، ناروے ، اور ان کی دوردست آبادی آئیس لینڈ - اس زمرے کو عام طور سے آئیس لینڈی کہتے ہیں - ہماری موجودہ گفتگو میں اس کے مخصوص الفاظ و مستعملات کے بہت سے نقش پائے جاتے ہیں جنہیں انگلستان میں خونخوار نارتھہ مین (Northmen) اپنے ساتھہ لائے — انگریزی مورخوں کی اصطلاح میں انہیں ڈین (Dane) کہتے ہیں - انکے حملوں نے سیکسن شہنشاہی کا صدیوں تک ناک میں دم رکھا *

جرمانی زمرہ

پس ان تینوں زمروں یا موجودہ بولیوں کی قسموں یعنی لوجرمن، ہائی جرمن اور اسکنڈی نیوی سے جسمیں انکی بہت سی شاخیں بھی

شامل ھین آپس میں تعلق رکھنےوالی زبانوں کا ایک ممتاز خاندان بنتا ھےاور اگرچہجو لوگ انہیں بولتےھیں وہ آپس میں ایک دوسرے کا مطلب برائے نام ھي سمجھہ سکتے ھیں لیکن ان میں سے جب کوئي سي دو زبانوں میں ایک فقرہ یا پیراگراف لکھا جائےگا تو ممکن نہیں کہ ایسي اور نیز بکثرت مشابہات نظر نہ آئیں کہ جو محض سطحي جانچ پرتال کرنے سے پیدایشي تعلق کا یقیني ثبوت نہ معلوم ھوتي ھوں - اس میں اب ذرا بھي شک باقی نہیں رھا کہ تمام جرمانی بولیاں ایک زبان واحد کی اولاد اور مشترک مظاھر ھیں ، جسے کہیں کسی زمانے میں ایک واحد جماعت بولتي تھی اور ان میں جو فرق اب نظر آتے ھیں اس کا باعث یہہ ھے کہ مرور ایام سے یہہ جماعت ایسے الگ الگ حصوں میں منقسم ھوگئي جو ایک دوسرے سے الگ الگ رھے تھے جس کا نتیجہ یہہ ھوا کہ روایت لسانی کي مشترک موج منتشر ھوکر مختلف سمتوں میں جانکلی— یہہ بھی صحیح ھے کہ اگر اُن بولیوں کو مد نظر رکھا جائے جو آج بھي زندہ ھیں تو معلوم ھوتاھے کہ اس انتشار و افتراق نے تین بڑي بڑي شاخیں پیدا کیں جن کے قایم مقام زبانوں کے وہ تین زمرے ھیں جو ابھی بیان کئے گئے *

رومانی زمرہ

پچھلے لیکچر میں ھم واضح طور سے بتاچکے ھیں کہ کیوں کر بہت سے ایسے الفاظ کا خزانہ ملتا ھے جنہیں اور تمام جرمانی بولیوں سے کوئی واسطہ نہیں لیکن انہیں ھم بھی بولتے ھیں اور جنوبی یورپ کی قومیں بھی بولتی ھیں - ھم دیکھہ آئے ھیں کہ نارمنز جن کی رگوں میں جرمانی خون دوڑ رھاتھا فرانس میں اس قدر عرصے تک آباد رھے کہ اپنی فراموش‌شدہ زبان کے بدلے اُس ملک کي زبان بولنے لگے - انہوں نے انگلستان میں روایت لساني کی ایک نئی لہر دوڑادي جو بمرور ایام اس ملک میں چپ چاپ پھیل گئی - فرانسیسی ، پرتگالی ، ھسپاني ، ریتوروماني اور ویلیکین جن میں سے ھر ایک میں بےانتہا بولیاں شامل ھیں ، وہ زبانیں ھیں جن سے ھماری زبان

نے ایک قسم کا رشتہ قایم کرلیا - صفحات تاریخ بخوبی شاهد هیں اور هم بھي ایک مختصر تبصرہ کرچکے هیں که یہه زبانیں جن کے ملنے سے رومانی زمرہ یا خاندان بنتاهے ایک‌هي مان یعنی لاطیني کي بیٹی هیں

زبانون کے اور زمرے جو انگریزي سے ملتے جلتے هیں

یہه امر که لسان بنی نوع کے یہه دونوں ممتاز خاندان یعنی جرماني اور روماني آپس‌میں اورنیز دیگر قدیم و جدید خاندانوں سے بایں حیثیت که وہ خودسے بھی ایک وسیع‌تر خاندان کی شاخیں هیں ، ایک بعیدي تعلق رکھتی‌هیں ایک ایسی حقیقت هے جس سے انکار نہیں کیا جاسکتا اگرچہ یہه صریح و واضح نہیں هے- حیات‌لسان‌کے متعلق‌جو اصول‌هم اس سے پہلے قایم کرچکے‌هیں اُن سے یہه دعوی کافي طور سے واضح هوتا هے — اس‌کي کوئي حد معین‌نہیں کی جاسکتي که ایک‌مشترک لساني‌خاندان کی شاخیں کدهر کدهر نکل جائیں‌گی اور ایک دوسرے سے کس قدر الگ الگ هوجائیں‌گي — اس سوال کا جواب واقعات اور شهادت پر منحصر و موقوف هے - اُن کے مواد لساني کی نهایت حزم و احتیاط سے چهان بین کرنے هی سے پتا لگ سکتا هے که هم کس حد تک اُن زبانوں کوجو بظاهر بالکل الگ الگ نظرآتي هیں ایک هي رشتے میں اس بناء پر منسلک کرسکتے هیں که بلحاظ پیدایشي تعلق وہ ایک هی مرکز سے متفرع هوئی هیں - اگر دو هم‌رشته زبانوں میں الگ الگ ترقی اور نمو کرنے سے اس قدر فرق پڑسکتا هے جتنا که انگریزي اور جرمنی میں موجود هے تو پھر کوئي وجه موجه نظر نہیں آتی که ان دونوں مین اتنا فرق کیوں نه پڑجائے جتنا که انگریزي اور پولی یا یوناني یا هندوستانی میں هے — تحقیقات لساني کے مسلمۂ و مقبول سائنٹیفک طریقوں کي مدد سے طالب علم لسانیات نے نطق انسان کے ایک بہت بڑے خاندان کی حدود کا پتا لگالیا هے جن مین رومانی اور جرماني زمروں کے ساتھه قریب قریب تمام یورپ کي زبانیں شامل هین اور وہ بھي جو جنوبی مشرقي ایشیا کے ایک بہت بڑے حصے مین رائج هین - چنانچه پہلے

تو ہم ایک سرسری نظر اُن شاخوں پر ڈالیں گے جن سے کہا جاتا ہے کہ یہہ خاندان بنا ہے اور پھر اُس شہادت کی جانچ پڑتال کریں گے جس پر اس دعوے کی بنیاد رکھی گئی ہے *

قدیم یونانی وہ زبان ہے جو لاطینی سے بہت ہی قریب کا رشتہ رکھتی ہے اور جس کی تاریخ کو بھی اُس کی تاریخ سے بہت ہی گہرا لگاؤ ہے - کلاسک مین یونانی لاطینی کی ہم مرتبہ ہے اگرچہ لوچ اور خوبصورتی میں لاطینی سے بڑھی ہوئی ہے — اگر اُن لوگوں کی قابلیت اور تربیت کو مد نظر رکھا جائے جن کے خیالات کا آلۂ اظہار تھی تو بھی یونانی ہی کا پلہ بھاری ہے باوجود اُس کے اس کا دور حیات اس قدر ممتاز و درخشان نہیں اور آج نطق انسان کے مجمع میں ایک ادنیٰ رتبہ رکھتی ہے ، یہوں کہ اس کو خود یونان کی ذرا سی آبادی بولتی ہے یا وہ قومیں جن کے خون میں کسی قدر یونانی خون شامل ہے اور جو بحر ایجین (Aegean) اور بحر اسود کے جزیروں اور ساحلوں پر آباد ہیں *

ہم اس سے پہلے دکھا چکے ہیں کہ لاطینی نے جن زبانوں کو متاکر اپنا تسلط جمایا وہ زیادہ تر سیلتی سے نکلی تھیں - تاریخ کے ازمنۂ اولیٰ میں یورپ کا بہت بڑا حصہ سیلتوں کی قلمرو میں شامل تھا ، برطانیہ ، فرانس اور ہسپانیہ کے حصے اور شمالی ایطالیہ مع یورپ کے بعض اضلاع کے ان کے زیر نگیں تھے ، مگر جرمانی اور ایطالی (Italic) قومیں جو جفاکشی اور استقلال میں بڑھی ہوئی تھیں ان پر بہت جلد غلبہ پاگئیں اور اب تو صدیاں گذریں کہ جب سے سیلتی قوم کا ہر حصہ اپنی سالمیت اور آزادی کھو بیٹھا - آرس یا اسکاچ ہائی لینڈز کی گیلک، ایرستان یا آئیرلینڈ کی گیلک ، اور جزیرہ مان کی ناقابل التفات بولی ، جن سے ملکر سیلتی کا وہ حصہ بنا جو گڈھیلک کہلاتا تھا ، اور ویلزی ویلز میں اور بریٹن یا آرموریکی بریٹنی میں، جن سے کمریائی حصہ بنتا ہے، اُنہیں میں تعلق رکھنے والی زبانوں کے اس بڑے خاندان کے دھندلے نقش پا ہیں جو دو ہزار برس سے کچھ ہی ادھر اتنا بڑا رقبہ گھیرے ہوئے تھا کہ

جرمني ، لاطيني اور يوناني ملکر بھي اتنے بڑے رقبے پر قابض نہ تھين مگر آرس وغيرہ سب کي سب آج غالباً منازل فنا طے کر رھي ھين *

يورپ کے مشرقي حصے کو ايک اور اھم خاندان کي بہت سي شاخوں نے گھير رکھا ھے يعني سلوي يا سيلواني (Slavic or Salvonic) خاندان کي شاخوں نے ، اگرچہ جرماني نے مغرب کيطرف زبردستي کسيقدر حصہ دبا ليا ھے مگر اس نے ھيچ اور پوچ ابتداء سے ترقي شروع کي اور جب سے منظر تاريخ پر نمودار ھوئي رفتہ رفتہ اپني اھميت بڑھاکر مشرقي يورپ مين شمالي اور وسطي ايشيا کا ذريعۂ تہذيب ھونے کي حيثيت سے ايک ممتاز درجہ حاصل کرليا - يہہ يورپ مين روس پر ، جس مين پولينڈ بھي شامل ھے ، آسٹريا کے مشرقي اضلاع پر اور ترکي کے شمالي حصے پر چھائي ھوئي ھے - اس کي خاص خاص شاخيں يہہ ھيں : روسي جس مين اُس کي بہت سي شاخيں بھي شامل ھيں، پولي، بوھيمي ، سربي ، بلغاري - يہہ سب آپس مين ايسا ھي صاف صاف اور بہت ھي قريب کا رشتہ رکھتي ھيں جيسا کہ زمانۂ حال کي جرماني بوليان *

اسي خاندان کي ايک اور شاخ جو اس سے بعيدي تعلق رکھتي ھے بلکہ خود بھي قريب قريب ايک خاندان کا رتبہ رکھتي ھے خليج فنليڈ سے ليکر جرمني کي سرحد سےپرے تک کے اُس رقبے کو گھيرتي چلي گئي ھے جو بحر بالٹک کے کنارہ کنارہ ساحل کے ساتھہ ساتھہ خم کھاتا ھوا چلا گيا ھے ، اس مين لتھوانيا ، لوونی يا ليٹش اور قديم پروشي شامل ھيں؛ آخري تو پہلے ھي فنا ھوچکي اور باقي کي ارد گرد کي زيادہ طاقتور زبانوں کے اثر مجانست سے دب کر دم توڑتي نظر آتي ھيں *

جديد يورپ کي تمام زبانوں پر ايک سرسري نظر ڈالي جاچکي ، اب باقي رھيں صرف (۱) البانيا جو اليرين (Illyrian) کي زندہ يادگار ھے اور جس کا تعلق مشکوک ھے (اگرچہ ممکن ھے کہ آيندہ ايک ھي خاندان کي شاخ ھونے کي وجہ سے اوروں سے اس کا تعلق ثابت کردیا جائے) ، (۲) باسک جو پائيريني نيز (Pyrenees) مين بولي جاتي اور

سب سے بالکل الگ اور مشتبہ بولی ہے ، (۳) ہنگاري اور اس سے رشتہ رکھنےوالي بولیاں فنی اور لیپش (Lappish) جن کا مرکز شمال کا وراءالوراء ہے مع اُن زبانوں کے جنہیں وہ قومیں بولتی ہیں جو روس کے شمال و مشرق مین پھیلي ہوئي ہیں ، اور (۴) ترکي مع اُن اپنے سے ملتي جلتي زبانون کے جو جنوبي مشرقی سرحد کو کسی قدر دبائے ہوئے ہیں۔ آخري دو زمرے جیسا کہ ہم آگے (لیکچرنمبر ۸ میں) چل کر دکھائیں گے ہم‌رشتہ ہین اور شمالي اور وسطي ایشیا کا بہت بڑا حصہ گھیرے ہوئے ہیں ، لیکن اُس خاندان کے تمام افراد کو یک جا کرنے سے پہلے جس کو ہم قایم کرنا چاہتے ہین یہہ ضروري ہے کہ حدود یورپ کو پار کرکے جنوبي ایشیا مین قدم رکھیں *

انڈو یورپین خاندان کي ساخت

ایشیائے کوچک خاص طور سے ترکي نسل کی قوموں کے ہاتھہ مین ہے — بہت عرصہ نہین گذرا کہ یہہ وہاں جاکر آباد ہوئین اور انہوں‌نےقدیم باشندوں کو یاتو جلاوطن کردیا یا اپنے رنگ مین رنگ لیا۔ یہي قومین بحر کاسپین کے انتہائي گوشے تک پھیلتي چلي گئي ہین ، اور یورپ اوراُن ملکوں کے بیچ مین آگئی ہین جن کي زبان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ یورپ کی زبان سےرشتہ رکھتي ہے، لیکن اس انقطاع تسلسل کے بعد ہم کو مدائن (Media) اور فارس کے پہاڑي اضلاع مین اور جنب ایران پر جو دریائے سندہ تک پھیلتا چلاگیا ہے روایت لسانی کے بکثرت پھر ایسے نقش ملتے ہین جو بالاخر ہماري زبان کي روایات لساني سے مشابہ ہین — ہماري زبان کي ایک شاخ فارسي سے بنتي ہے جو فارسي یا ایرانی کہلاتي ہے ، اس مین اس کی تمام جدید و قدیم بولیاں جو اس کے بیروني حلقہ شمال مغرب اور جنوب مین بولی جاتی ہین، یعني ارمني، کردي ، اوسیٹک (Ossetic) اور افغانی سب شامل ہیں — ایک قدم اور بڑھانے پر بھي یہہ سلسلہ برابر جاري رہتا ہے اور منقطع ہوتا نظر نہیں آتا — ایرانی زبانیں ہم کو عین ہندوستان کي سرحد پر

پھنچادیتي ھیں، اس سرحد کے پار سلسلۂ ھمالیہ اور وندھیاچل کے درمیان اور گنگا کے دھانوں کے جنوب کي جانب نطق انسان کے بہت بڑے حصے کي ، جس سے ھماري شاخ کا بھي تعلق ھے ، انتہائي مشرقي شاخ یعنی ھندوستاني واقع ھے - اس میں قدیم سنسکرت مع ان زبانوں کے شامل ھے جو اس سے نکلي ھیں یا ملتي ھوئي ھیں *

زبانوں کے سات زمرے جن پر ابھي ایک سرسري نظر ڈالي گئي ھے وہ افراد ھیں جن سے نطق انسان کي ایک وسیع اور بہت ھی اھم شاخ بني ھے - ان زمروں کے نام ھندوستاني ، فارسي ، یوناني ، لاطیني ، سلیواني (مع لتھواني کے) جرماني اور سیلٹي ھیں اور ان میں سے ھر ایک بےانتہا بولیوں اور "تل بولیوں" سے بنا ھے - اس شاخ کے سروں پر کے دو افراد کو لیکر ھم نے اس کا نام انڈویورپین رکھدیا ، اس کے اور نام بھی ھیں - بعض اسے یافثي (Japhetic) کہتے ھیں گویا یہہ بطرک یافث کي اولاد کي زبان ھے اور جیسے سماتیقی (Semitic) سام (Shem) کی اولاد کي زبانوں کا نام رکھدیا گیا ھے ، اسي طرح اس کا نام یافثي - بعض اسے آرین کہتے ھیں یہہ نام بہت ھی پسند اور رائج ھے مگر اس پر ایک اعتراض وارد ھوسکتا ھے یہہ اس خاندان کے انڈوپرشین (Indo-Persian) شاخ کے لئے بالخصوص موزوں ھے کیونکہ خود آریہ اپنے آپ کو اس نام سے مشہور کرتے ھیں ، کوئي اور انہیں اس نام سے نہیں پکارتا — بعض ایسے بھی ھیں جو اس کو انڈو جرمینک (Indo-Germanic) کہنا پسند کرتے ھیں — اس سے قومي تعصبات کي بو آتی ھے کیونکہ اس کی کوئی معقول وجہہ نظر نہیں آتي کہ مغربي شاخوں میں سے کیوں ایک کا انتخاب اس لئے کیا جائے کہ وہ خاندان کا عام نام ظاھر کرنے میں شریک ھو *

اس تمام خاندان کي زبانوں میں آپس میں تعلق ھے ، یہہ ایسا ھي ھے جیسا کہ جرماني بولیوں میں پایا جاتا ھے، اگر کوئی فرق ھے تو اس تعلق کے مدارج میں- ایک سطحبین نگاہ کا اس تعلق کی علامات

پر نہ پڑنا یا اسکول کے لڑکے حتیٰ کہ کالج کے طالب علم کو یونانی اور لاطینی کے سبقوں پر سر کھپاتے وقت کسی قسم کا شک نہ پیدا ہونا اور سمجھانے پر بھی مشکل سے تسلیم کرنا کہ کلاسکل زبانیں اور اسکی مادری زبان محض ایک ہی اصل کی مسخ شدہ صورتیں ہیں اس حقیقت سے انکار کی بدیہی وجہ نہیں - ہم کہہ چکے ہیں کہ جاہل انگریزی بولنےوالے کے نزدیک تو اس کی مادری زبان سے ملتی جلتی جرمنی بھی ویسی ہی عجیب و غریب اور سمجھ میں نہ آنےوالی چیز ہے جیسی کہ ترکی - وہ تو دونوں کو یکساں سمجھتا اور دونوں کی نسبت کہتا ہے — ع

زبان یار من ترکی و من ترکی نمی دانم

با وجود اس کے تھوڑی ہی سی تعلیم حاصل کرنے پر اسے معلوم ہوجاتا ہے کہ جو لفظ وہ بولتا ہے ان میں سے آدھے جرمنی میں بھی ملتے ہیں جنکی صورت اگرچہ بدلی ہوئی ہے ، مگر پہچان میں آسکتے ہیں ، اس شہادت کو دریافت کرنے اور سمجھنے کے لئے جس سے انڈویورپین زبانوں کا بعیدی تعلق ثابت ہوتا ہے اس سے اعلیٰ تر تعلیم کی ضرورت ہے ، اس سے وسیع تر مقابلہ اور زیادہ عاقلانہ ودور بیں تجزیہ و تحلیل کرنا ہوگا ، لیکن اس طریقے سے ہر صورت میں نتیجہ نہایت آسانی سے معلوم ہوجاتا ہے ، محقق کو یقین کامل ہوجاتا ہے کہ اُن کے مصالح اور ساخت میں اتنی مطابقتیں اور اُن کی نوعیت میں باہم اتنا گہرا تعلق ہے کہ قدرے قلیل معقولیت کے ساتھ بھی اس کو حسن اتفاق یا باہمی عاریت یا تقلید پر محمول نہیں کیا جاسکتا— وہ ان مطابقتوں کو محض مشترک روایات لسانی ہی کا نتیجہ تسلیم کرتا ہے

یورپین زبانوں کے ملتے جلتے الفاظ کی اقسا

ان لیکچروں کے محدود التزام میں اُس شہادت کو کامل و مفصل طور سے دکھانا قطعی ناممکن ہے جو ان زبانوں کے اصلی وحدت کا راز بےنقاب کرتی ہے ، جن کی نسبت دعویٰ کیاجاتا ہے کہ انڈویورپین خاندان میں شامل ہیں — تاہم نہایت ضروری ہے کہ جن مطابقتوں

سے اس قدر اہم نتیجہ مرتب کیا گیا ہے اُن میں سے چند کی طرف توجہ کی جائے - یہہ کام اگر نہایت ہی اختصار سے کیا جائے تو غالبا کسی کو اس پر اعتراض نہ ہوگا کیونکہ مذکورہ نتیجہ بخوبی ثابت اور بالعموم تسلیم کیا جا چکا ہے اور لوگ اس کے ثبوت سے پہلے ہی سے اچھی طرح واقف ہیں ، بلکہ اگرہم یہہ دعوی کریں کہ اس نتیجے سے صرف وہی منکر ہیں جو حقایق و طرق استدلال لسانی سے نابلد ہیں یا جن کی چشم بصیرت پر تعصب کا پردہ پڑا ہواہے تو بیجا نہ ہوگا *

اندویورپین زبانوں کے اشتراک اصل کو جو مطابقتیں ظاہر کرتی ہیں اُن میں سے میں اُن کا انتخاب نہ کروں گا جن کو اس سے پہلے کسی نے نہ لیا ہو اور محض میری انتخاب کردہ ہوں ، بلکہ اُس راہ کی جادہ پیمائی کروں گا جس کے سالک مجھ سے پہلے بہت سے بزرگ رہ چکے ہیں — یہہ وہ راہ ہے جس کو صورت واقعات خود بخود بتارہی ہے — ہم جن زبانوں کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں اُن میں سے کسی دو، مثلاً لاطینی اور یونانی یا یونانی اور سنسکرت یا لاطینی اور روسی یا لتھوانی اور جرمانی، کا انتخاب کرکے اُن کی لغات میں سے ایسے الفاظ کی ایک طول طویل فہرست مرتب کر لینا جو دونوں میں مشترک ہیں کوئی مشکل کام نہیں اور خاص کر اُس صورت میں جب اُن قوانین سے بحث کی جائے جن کی رو سے اُن کی آوازوں میں تغیر واقع ہوا اور اُن کی بعیدی و بدیہی مطابقتوں کو بتانا مقصود ہو — ہم یہہ ثابت کرکے کہ ان زبانوں میں سے ہر ایک نوبت بہ نوبت اوروں سے تعلق رکھتی ہے ، ایک قابل اطمینان طریقے سے ثابت کرسکتے ہیں کہ ان سب میں باہمی تعلق ہے — مگر جب ہم ایسے الفاظ کی تلاش میں نکلتے ہیں جو صاف وصریح طور سے اس خاندان کی سب یا قریب قریب سب شاخوں میں یکساں پائے جاتے ہیں تو چند خاص قسم کے الفاظ کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے ، یعنی اسمائے تعداد و ضمیر—ہم کیوں انہیں کی طرف رجوع کرتے ہیں اس کا بتانا دشوار نہیں — اشیاء ، افعال وکیفیات کے ایک بہت بڑے حصے کے لئے جن کے ناموں سے ہماری زبانیں بنی

ھیں ، نئے نام تراش لینا کوئي دشوار بات نہیں ، وہ بہت سي نمایاں باتیں پیش کرتي ھیں جن سے ھماري قوت تسمیہ کام لےسکتی ھے ، مثلاً بکثرت مخصوص اوصاف اور چیزوں سے مشابہت وغیرہ موجود ھیں جو مترادفات سجھاتي اور انہیں پیدا کرتي ھیں — یہي وجہہ ھے کہ زبانوں میں اکثر ایک ھي چیز کے لئے مختلف طرزھائے خطاب پیدا ھو جاتے ھیں مثلاً horse (گھوڑے) کے لئے اس سے قریب قریب ھم‌معني نام racer, courser, nag, steed اور اسي جانور کي مختلف قسموں اور حالتوں کے لئے filly, gelding, pony, mare, stallion colt وغیرہ — جب زبان منقسم ھوکر بولیاں بن جاتي ھے تو یہہ ھوتا ھے کہ ایک لفظ ایک بولي میں رائج ھوجاتا ھے اور دوسرا لفظ دوسري میں اور اس لفظ کے سوا جس کا انتخاب کرلیا گیا ھے باقي لفظ خود بخود معدوم ھوجایا کرتے ھیں ، کبھي کبھي کسي کسي بولي میں ایک نیا لفظ تراش لیا جاتا ھے اور وھاں رواج پا جاتا اور اس سے پہلے کے جو لفظ تھے انہیں ترک کرادیتا ھے، مثلاً جرمني میں درحقیقت ھمارا لفظ horse بشکل ross (ابتدائي زمانے میں hros بولا جاتا تھا) رائج ھے مگر شاذ و نادر ، اس پر pferd کو ترجیح دی جاتي ھے جس کا حال ھمیں کچھہ بھي معلوم نہیں - موجودہ روماني زبانیں اس مطلب کے لئے cheval, caballo وغیرہ بولتي ھیں جن کا ماخذ لاطیني لفظ caballus (nag) ھے اور انہوں نے اس سے زیادہ شاندار لفظ equus کو قریب قریب ترک کردیا — ایک اور مثال لیجئے فرانسیسي میں "موچي" کو cordonnier جس کے لفظی معني ھیں "کاردووا کے چمڑے کا کام کرنے والا" ، "پنیر" کو fromage جس کے معني ھیں "دباکر ایک شکل بنائي گئي ، سانچے میں ڈھالي گئي" اور "جگر" کو foie جس کے معنی ھیں "انجیر کے ساتھہ پکایا گیا" کہتے ھیں - معلوم ھوتا ھے کہ کسي زمانے میں جن قابوں میں جگر دسترخوان پر آتے تھے اُن کي آرائش اُن کے چوطرف انجیر رکھکر کي جاتي تھي - ان تینوں کے لئے جو لفظ لاطیني میں بولے جاتے تھے وہ

متروک هیں اور لوگ انہیں بھول گئے – دیکھا اسماء اشیاء نے کیسے کیسے رنگ بدلے – اب اسمائے تعداد و ضمیر پر نظر ڈالئے یہہ جیسے تھے ویسے کے ویسے ھي بنے ہوئے ھیں اور ھماري زبانوں نے ان کے مترادفات پیدا کرنے کا کوئي رجحان ظاھر نہیں کیا، سچ تو یہہ ھے کہ استعداد لساني (linguistic faculty) کي پیري یہاں نہ چلي، جو خیال یہہ ظاھر کرتے ھیں اُن کے لئے موزوں علامات بہ آساني اختراع نہ کرسکي اور جب علامتیں ایک دفعہ بن گئیں تو پھر اُنھوں نے ھر جگہ اس اندیشے سے بے فکر ھوکر اپنے قدم جمادئے کہ بعد کی کوئی اختراع ھمیں اکہاڑ دے گي، یہي وجہہ ھے کہ تمام انڈویورپین قومیں، خواہ وہ کتنے ھي فاصلے پر کیوں نہ آباد ھوں اور اُن کي تہذیب وآداب میں کیسا ھي فرق کیوں نہ ھو، ایک ھی قسم کے لفظوں سے گنتي اور لوگون کو ایک ھي قسم کي ضمائر سے مخاطب کرتي ھین – شکل و شباھت مین کچھہ فرق ضرور ھے مگر یہہ تغیر صوتی کی گلکاریوں کا ثمرہ ھے *

جب سے تاریخ کا پتا لگتا ھے اور آج تک انڈویورپین زبانوں کی ان اصطلاحوں مین ایک عام مطابقت پائي جاتي ھے جن سے مدارج قرابت ظاھر کئے جاتے ھین یعني الفاظ ماں، باپ، لڑکي، بھائي، بہن – یہہ مطابقت کچھہ کم قابل اعتناء نہین ھے اگرچہ اس کي وجوہ باساني بیان نہین کي جاسکتیں — تراشے تو یہہ لفظ مشترک ام‌السنہ کے بالکل ابتدائی زمانےھی مین گئے تھے لیکن قریب قریب ھر شاخ‌میں بعد کے اسالیب بیان ان کي ھستي کو نہ متاسکے باوجودیکہ ان شاخوں مین ایک بھي ایسی نہین کہ جس میں اس‌کےجدید مترادفات نہ پائے جاتے ھوں *

انڈویورپین زبانوں میں مطابقت

یقین ھے کہ نقشۂ ذیل اُن مطابقتوں کو صاف اور قابل فہم طریقے سے ظاھر کرے گا جن کا ھم ذکر کررھے ھین – تاکہ اُن کي قدر و قیمت اور واضح طور سے نظر آئے ھر لفظ کے نیچے تین اور زبانوں یعني عربي، ترکي، اور ھنگاري کے لفظ بھي لکھے جاتے ھین جو ان کے ھم‌معني ھین یہہ زبانین یا تو انڈویورپین زبانوں کی ھم‌سایہ ھین یا اُن سے چوطرف گھري ھوئي ھین لیکن ان سے قطعي کوئي رشتہ نہین رکھتین*

English ...	two	three	seven	thou	me	mother	brother	daughter
Germanic :—								
Dutch	twee	drie	zeven	...	mij	moeder	broeder	dochter
Icelandic ...	tvö	thriu	siö	thu	mik	modhir	brodhir	dottir
High German	zwei	drei	sieben	du	mich	muther	bruder	tochter
Moeso-Gothic	twa	thri	sibun	thu	mik	...	brothar	dauhter
Lithuanic ...	du	tri	septyni	tu	manen	moter	brolis	dukter
Slavonic ...	dwa	tri	sedmi	tü	man	mater	brat	dochy
Celtic ...	dau	tri	secht	tu	me	mathair	brathair	dear (??)
Latin ...	duo	tres	septem	tu	me	mater	frater	...
Greek ...	düo	treis	hepta	sü	me	meter	phrater	thugater
Persian ...	dwa	thri	hapta	tum	me	matar	...	...
Sanskrit ...	dwa	tri	sapta	twam	me	matar	bhratar	duhitar
Arabic ...	ithn	thalath	sab	anta	ana	umm	akh	bint
Turkish ...	iki	üch	yedi	sen	ben	ana	kardash	kiz
Hungarian ...	ket	harom	het	te	engem	anya	fiver	leany

اس میں کلام نہیں کہ اس نقشے میں جو اقسام الفاظ دکھائی گئی ہیں میں نے اُن میں سے وہی لفظ انتخاب کئے ہیں جن سے ان اقسام کا ایک ہی اصل کا فرع ہونا بہت ہی واضح طور سے نظر آتا ہے، اور لفظ اس واسطے نہیں لئے کہ اس وحدت کو ظاہر کرنے کے لئے صوتی تعلقات سے مفصل بحث کرنی پڑتی ، مثلاً سنسکرت کے panca (पञ्च) یونانی کے pente للطینی کے quinque اور گاتھک کے fimp سب کے معنی five (پانچ) ہیں اور یہہ سب ایسے ہی بےشک و شبہ ایک لفظ واحد کی زمانۂ مابعد میں مسخ‌شدہ صورتیں ہیں جیسے کہ قدیم لفظ tri (تین) کی مختلف شکلیں جو ابھی بیان کی جا چکی ہیں — ان میں سے ہر ایک کو آواز بدلنے کے لئے جس زبان میں وہ رائج ہے بکثرت مشابہات ملتی ہیں — اعداد و ضمائر کی صورتوں کی ترکیب اور اصطلاحات قرابت کی ترکیب دونوں اُن تمام زبانوں میں بالکل یکساں ہیں جن کو انڈویورپین سے موسوم کیا گیا ہے *

یہہ حقایق بذات خود زیر بحث زبانوں کی وحدت کو بہت کچھہ ثابت کردیں‌گے — جو مطابقتیں دکھائی گئی ہیں اُن کو ایک اتفاقی امر پر محمول کرنا سراسر بیہودگی ہے کوئی معقول آدمی انہیں اس وجہ کی طرف منسوب نہیں کر سکتا ، اور نہ یہہ فرض کرلینا کچھہ زیادہ قابل تسلیم‌ہے کہ آواز اور عقل کے درمیان ایک قدرتی و فطری تعلق ہے اس لئے دنیا کے مختلف حصوں کے زبان‌ساز بغیر کسی طرح کا آپس‌میں مشورہ کئے ان تصورات‌کے لئے یہہ نام مقرر کرنے پر مائل ہوگئے— جن غیر زبانوں کے لفظ نقشۂ بالا میں دکھائے گئے ہیں اگر وہ اس مفروضہ کی کافی طور سے تردید نہ کرتے ہوتے تو ممکن تھا کہ فطری تعلق کے وجود کا دعوی ضمائر اور الفاظ father (باپ) اور mother (ماں) کے باب میں قدرے قلیل‌چل جاتا اگرچہ اس صورت میں بھی اس‌کا قصہ باسانی پاک کیا جاسکتا تھا — باہم قرض لینا یعنی ایک زبان سے دوسری زبان

میں الفاظ کا منتقل کرنا بھی کوئی قابل پذیرائی جواب بہم نہیں پہنچاتا — اگر ہماری بحث محض دو ایک ہمسایہ بولیوں پر محصور و مقصور ہوتی تو بھی یہہ مسئلۂ عاریت کچھہ وقعت رکھتا مگر یہاں تو جن واقعات سے بحث کی جارہی ہے وہ بہت سی زبانوں میں پائے جاتے ہیں جو دریائے گنگا کے دھانوں سے لیکر ساحل اوقیانوس تک کے رقبے پر پھیلی ہوئی ہیں — بعض اصحاب جو انڈویورپین زبان کی وحدت تسلیم کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہیں وہ اس مسئلۂ عاریت کو اس میں ایک ترمیم کرکے پیش کرتے ہیں — اُن کا مقولہ ہے کہ بعض قبیلوں یا قوموں نے جنہیں فطرت نے فہم و فراست و تربیت اعلیٰ سے بہرہ ور کیا تھا ان سب منتشر اقوام کی زبانوں کی تخمیر میں اپنے استعمال و رواج اور مصالح کو داخل کردیا جس سے اُن کے اصلی اختلاف پر پردہ پڑگیا ، اور ان میں مطابقت و وحدت نظر آنے لگی — لیکن یہہ مسئلہ بھی ویسا ہی بےبنیاد ہے جیسے کہ اس قسم کے اور مسائل جن کا ہم تبصرہ کرتے چلے آئے ہیں — اعلیٰ تر تہذیب و تربیت کے منتقل ہونے یا قوموں کے مساویانہ اور اچھی طرح ملنے جلنے یا ان دونوں اسباب کے یک جا ہونے سے جو زبانیں مخلوط ہوئی ہیں اُن میں سے اس قدر کثیر زبانوں کا حال تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ طالب علم لسانیات کو صاف صاف نظر آتا ہے کہ اس مخالطت کے کیا نتائج ہیں اور نیز یہہ کہ یہہ نتائج اُن نتائج سے بالکل جداگانہ ہیں جن کی وجہ سے انڈویورپین زبان پہچانی جاتی ہے — کسی زبان میں غیر زبان کی تہذیب اور حرفت و صنعت کے داخلے سے جو علم بنتا ہے یعنی جو خیالات سکھانے اور پیدا کرنے ہیں اُن کے ظاہر کرنے والے لفظ اور محاورے داخل ہوسکتے ہیں لیکن وہ زبان کے باطنی خزانے کو ہاتھہ نہیں لگاسکتے، یعنی اُن الفاظ میں رد و بدل نہیں کرسکتے جو ان خیالات کو ظاہر کرتے ہیں جن کے لئے اگر کسی تقریری زبان میں کوئی نام نہو تو وہ زبان زبان ہی کہلانے کی مستحق نہیں ہے — اگر یہہ فرض کیا جاسکتا ہو کہ انڈویورپین اقوام کے جاہل اسلاف جہالت میں زمانۂ حال کے افریقیوں اور پولی نیشیوں (polynesians) سے بھی بڑھے ہوئے

تھے اور جب تک مبلغوں کی ایک جماعت نے جو ریاضی کی ابجد کی اشاعت کرتی پھر رہی تھی ، انہیں جاکر تعلیم نہیں دی وہ اس قابل بھی نہ تھے کہ اپنی اُنگلیاں بھی گن لیں ، تو خیر یہہ گماں ہوسکتا ہے کہ انہیں مبلغوں کے اثر کی وجہ سے انڈویورپین زبانوں کے طریقہائے شمار میں گہری مطابقت ہے - لیکن پھر بہہ بھی فرض کرنا پڑے گا کہ انہیں اُستادوں نے اُن کو آپس میں ایک دوسرے کو I (میں) thou (تو) کہکر مخاطب کرنا بھی سکھایا - کیا دنیا میں کوئی ہے جو اس غیرمعقولیت کی تائید میں صدا بلند کرے گا ؟ شمالی ہند کی سنسکرت بولنےوالی قوموں کے اعلیٰ‌تر اثر کا دکھن کی جاہل‌تر قوموں پر، جنہیں انہوں نے نعمت ہائے مذہب اور فلسفہ و معاشرت سے مالا مال کیا ، صرف اتنا سا نتیجہ ہوا کہ دکھن کی زبانوں میں علمی سنسکرت کی ایسی ہی بھرمار ہوگئی جیسی کہ ہماری انگریزی میں علمی یونانی اور لاطینی کی — ہم چوتھے لیکچر میں کہہ آئے ہیں کہ اُس اختلاط سے بھی کہ جس میں قوموں ، زبانوں اور تہذیبوں کا قریب قریب برابر جزو شامل تھا اور جس سے وہ زبان بنی جو ہم بولتے ہیں ، روزمرہ کی ضرورت پوری کرنےوالی زبان یعنی اُس ہیولائے لغات میں جو بچہ سب سے پہلے سیکھتا اور انگریزی بولنے والا ہر روز ہر لحظہ بولتا ہے کوئی فرق نہ پڑا اور اُس کا جزو اعظم سیکسن ہی رہا — رومانی مصالح سے عمارت بلند کی گئی اور ہر حصہ آراستہ و پیراستہ کیا گیا تو کیا ہوا ، انگریزی کا سنگ بنیاد تو جرمانی ہی پر رکھا گیا — یہی حال فارسی کا ہے ، اس کے عالمانہ اور مسجع و مرصع اسالیب کا جزو اعظم عربی سے بنا ہے — ترکی کی آرائش و زینت عربی و فارسی دونوں سے کی گئی ہے - لیکن زبانوں کے باہم ملکر ایک زبان بننے کی مذکورہ صورتیں اور اس قسم کی ہر صورت جو ہمارے علم میں ہے شاہد ہیں کہ قواعدی نظام یعنی وہ آلہ جس کی مدد سے ہم افعال کی تصریف کرتے اور لفظ بناتے ہیں ، یا یوں کہئے کہ وہ ذریعہ جس کی مدد سے لغت میں سے الفاظ کو جس ترتیب میں وہ لکھے ہیں اُس سے الگ کرکے ایک رشتہ میں پروکر

نظام مسلسل بنا دیتے ہیں، عرصۂ دراز تک نہایت شدومد کے ساتھہ آمیزش کي مخالفت کرتا ہے اور اُس کے قدم نہیں جمنے دیتا اور بدیسي عناصر اور بدیسي عادات کي مداخلت اُسے ایک آنکھہ نہیں بھاتي — گو بےانتہا فرانسیسي اسم و فعل انگریزي شہریت کے تمام و کمال حقوق میں شریک کرلئے گئے مگر قواعدي نظام نے سب کو اپني سابقہ قومیت کو خیرباد کہنے پر مجبور کیا اور سب کی تصریف جرمانی طریقے سے کی — آج تک لسانیات کے طالب علموں کو کوئي زبان ایسي نہیں ملی جس کي قواعد میں آمیزش ہو — اس خیال ہي سے انہیں وحشت ہوتی ہے ، وہ اس کو محال سمجھتے ہیں — انڈو یورپین زبانون کی قواعدي ساخت میں بکثرت بہت ہی صریح و غیر مبہم مطابقتیں موجود ہیں ، ان میں بے انتہا آثار پائے جاتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ طریق الفاظ سازي اور تصریف اسماء و افعال مشترک ہے، تخریب اور زمان مابعد کے تغیر و تبدل کا تہ بہ تہ نقاب بھی اُن آثار پر پردہ نہیں ڈال سکتا جو روایت لسانی کی واقعی وحدت کے ناقابل تردید ثبوت ہیں - ان ثبوتوں میں سے ہم صرف ایک ثبوت کي طرف توجہ کرتے ہیں — انڈویورپین شاید اس سے زیادہ حیرت انگیز ثبوت نہیں پیش کرسکتی-یہہ ثبوت تصریف افعال کے صیغ واحد و جمع اور غایب و حاضر و متکلم سے بہم پہنچتا ہے — پہلے جب ہم نے مقابلہ کیا تھا تو انگریزي سے ابتداء کی تھی مگر اب نہیں کرسکتے ، اس کی وجہ تیسرے لیکچر میں بتائی جاچکي ہے - انگریزي مین وہ قدیم سامان جس سے کسی صیغے کا غایب و حاضر وغیرہ ہونا معلوم ہوتا تھا ترک کئے جاچکے — اب ہم کو تمام جرمانی شاخ میسوگاتھک کے ذریعہ دکھانے پڑیگی جو اس کی قدیم ترین بولی ہے - نقشۂ ذیل ملاحظہ ہو

English	I have	thou hast	he has	we have	ye have	They have
Mœso-Gothic ...	haba	habai-s	habai-th	haba-m	habai-th	haba-nd
Modern Persian ...	-m	...	-d	-m	-d	-nd
Celtic	-m	...	-d	-m	-d	-t
Lithuanic	-mi	-si	-ti	-me	-te	-ti
Slavonic	-mi	-si	-ti	-mu	-te	-nti
Latin	habeo	habe-s	habe-t	habe-mus	habe-tis	habe-nt
Greek...	-mi	-si	-ti	-mes	-te	-nti
Sanskrit	-mi	-si	-ti	-masi	-tha	-nti

انڈویورپین ام الالسنہ ہے

اگرچہ وہ مطابقتیں اساسی اور دوررس ہیں جو ابھی دکھائی گئی ہیں مگر اس پر مصر ہونے کی کوئی ضرورت نہیں کہ یہہ تنہا اور بغیر کسی کی امداد کے انڈویورپین زبانوں کو ایک واحد و اصلی زبان کی

فروعات ثابت کرنے کي اهليت رکهتي هيں - ان مطابقتوں ميں باور کرانے کي قدرت محض اس وجهه سے پيدا هوئي هے که يهه خود ان بےانتها مطابقتوں ميں سے چني گئي هيں جن سے السنهٔ زير بحث کي لغات و قواعد کا هرحصه بهرا پڑا هے اور جو کبهي تو اسقدر صاف نظر آتي هيں که سرسري نگاه ڈالنےوالا بهي انهيں ديکهه ليتا هے اور کبهي مابعد کي مخصوص نمو کے پردے ميں ايسي روپوش هو جاتي هيں که دقيقه شناس و مشاق محلل لسانيات بهي انهيں مشکل سے ديکهه سکتا هے - جو انهيں اچهي طرح جاننا چاهتا که هے اسے چاهئے بوپ اور شليچر کي قواعدهائے تقابل (comparative grammars) اور کرٹي اُس (Curtius) کي اشتقاقيات يوناني (Greek Etymologies) کا مطالعه کرے - ان کا بےلوث مطالعه منکر سے منکر شخص کو اس کے يقين کرنے پر مائل کردےگا که ان مطابقتوں سے اس قسم کي مشابهات ظاهر هوتي هيں که جن کي تاويل کچهه نهيں کي جاسکتي اور همیں فرض کرنا پڑتا هے که سب ميں ايک وحدت روايت لساني طاري و ساري هے جو ايک هي اماللسنه کي مشترک فروعات ميں هو سکتي هے - برخلاف اس کے ان کے اختلافات کي ، جو اهم اور آپس ميں زمين و آسمان کا فرق رکهتے هيں ، وجهه ان اسباب کے عرصهٔ دراز کا اثر هي سمجها جاسکتا هے جنهوں نے لاطيني کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے موجوده رومانی بوليان بنا ڈاليں يا اصلي جرماني کو مختلف موجوده شکلوں ميں منقسم کر کے اور هزار برس پهلے کي اينگلوسيکسن کو هماري زمانهٔ حال کي انگريزي کے رنگ ميں جلوه گر کيا - اس ميں شک نهيں که علاوه مفترق نمو کے اصلي انڈيورپين زبان ميں کهيں کهيں مختلف الماخذ زبانوں کي آميزش سے بهي تهوڑا بهت فرق ضرور پڑگيا ، تاهم اس کے باور کرنے کي کوئي وجهه نهيں که اسکي تاريخ ارتقاء ميں اس عنصر کو کوئي معقول اهميت حاصل هے - زمان قديم کے کسي عهد ميں يورپ يا ايشيا کے کسي حصے ميں ايک قوم رهتي تهي جس کي ناقص بولي سے وه سب وسيع و

تربیت یافتہ زبانیں نکلی ہیں جنہیں یورپ اور ایشیا کے بعض نہایت عمدہ حصے آج بولتے اور لکھتے ہیں *

انڈویورپین کا اصلی وطن معلوم نہیں

افسوس کہ اس قوم کا وطن اور زمانہ دریافت کرنا ہمارے امکان سے خارج ہے - بعض اس کے مدعی ہیں کہ انڈویورپین کا اصلی وطن سلسلۂ ہندو کوہ کے قریب ایراني حدب کا شمالی مشرقی حصہ تھا - مگر اس فیصلۂ ناطق کي قطعي نہ تو کوئی سند ہے اور نہ قدر و قیمت - ہمیں اس کا واقعی کوئی علم نہیں کہ اس کی وہ آخري نقل و حرکات کیا تھیں جنہوں نے اس کی ہر شاخ کو وہاں پہنچا دیا جہاں وہ آج آباد ہے - قدیم سے قدیم روایات بھي جو ہمارے علم میں ہیں اس باب میں ہماري دستگیری نہیں کرتیں - مہر تاریخ مرقومہ اپنا پرتو سب سے پہلے انڈوپرشین (Indo-Persian) یا آرین شاخ پر ڈالتا ہے جو جانب مشرق انتہائي گوشے میں آباد ہے - غالباً ولادت مسیح سے دوہزار برس پیشتر کا زمانہ ہوگا جب ہمیں سنسکرت بولنےوالی قومیں نظر آتی ہیں - اسوقت یہہ آستان ہندوستان طے کرکے اسکے شمالي مغربي ضلع یعنی پنجاب کی شاداب وادیاں اور ریتیلے ٹیلے کھوندتی ہوئي اس بہت بڑے سرسبز رقبے کي طرف بڑھ رہي ہیں جسکو دریائے گنگا اور اسکي معاون ندیاں سیراب کرتي ہیں- عنقریب یہہ اس پر قبضہ کرلیں گي - صحیح ، لیکن ہمیں معلوم ہے کہ ہندوستان اس خاندان کا پہلا مستقر نہیں ہے بلکہ اسکي آخري فتوحات کا ایک مظہر ہے - اگرچہ یہہ عہد ہم کو بہت ہي قدیم نظر آتا ہے مگر اس سے انڈویورپین ہجرت کا آغاز ہرگز نہیں ہوتا ، شاخوں کا بالعموم متفرع ہونا اس سے برسوں پہلے شروع ہو چکا تھا - اور کس کی تاب ہے کہ بتا سکے کہ مستقل مسکن کی تلاش میں ان میں سے کونسی سب سے دور نکل گئي ہے- اس میں کلام نہیں کہ شمالي مشرقي ایران ہندوستانیوں اور پارسیوں کا مشترک مسکن ہے جہاں قدیم ترین مذہبي و رزمي حکایات و روایات کي

جلوہ‌گاهیں هیں لیکن کوئی شہادت اس کی نہیں ملتي کہ اس ملک کي اصلی رهنےوالي یہی قومیں هیں اور یہیں سے مابعد کی هجرتیں جانب مغرب هوئیں † - یونان کي تاریخ اور روایات بھي قبل ولادت مسیح کے دوسرے هزار سال کا دامن چھو لیتي هیں لیکن اس سے پہلے هی یوناني اس چھوٹے سے جزیرہ‌نما پر مع آس پاس کے جزیروں اور بحر ایشیا کے ساحلوں کے قابض تھے جہاں سے ان کے کیاست و فراست کے آفتاب نے طلوع هوکر کل عالم کو منور کردیا - وہ اپني پیدایش کے بارہ میں چاہے جو کچھہ کہیں لیکن یہہ بعید از امکان نہیں کہ وہ اسي خاک سے اٹھے هوں — اپنی نسبت ان کا مقولہ هے کہ هم ان پتھروں سے پیدا هوئے جو دیوکیلین (Deucalion) اور پرا (Pyrrha) نے اپنی پشت کی طرف پھینکے تھے ‡ - لاطینی قوم جب پہلے پہل وسطي اطالیہ میں منظر پر آئي تو مٹھي بھر سے زیادہ نہ تھي اور اسے اور جماعتیں گھیرے هوئے تھیں جن کے کچھہ حصوں کي اور اس کي رگوں میں ایک هي خون دوڑ رها تھا لیکن جزیرہ‌نما ایطالیہ میں اس کے داخلے کي نسبت جو روایات بیان کی جاتي هیں ان میں سے ایک بھي قدرے قلیل تاریخی وقعت نہیں رکھتي - سیلتوں اور جرمنوں کا علم همیں پہلے پہل رومن مورخوں کے ذریعہ حاصل هوتا هے- سیلتس اپنے همسایوں کي دست درازیوں سے پہلے هي اپنے قدیم وطن میں گھٹ رهے اور تباہ و برباد هورهے هیں — سیلتی کی وہ کہانیاں جن میں انکے جانب مغرب هجرت کرنے کا ذکر هے جس کے باعث وہ یورپ میں آپہنچے محض بےبنیاد افسانے هیں - یہہ محض اس علم کی صداهائے

---

† بعض علماء کا خیال هے کہ زند ، آوستا (دیکھو باب اول، وندیداد) میں‌جو جغرافیوي اشارات پائے جاتے هیں ان‌سے ظاهر هوتا هے کہ آریوں کا مشترک خاندان مشترک طور پر اپنے گھر سے نکل کر کدهر کدهر گیا هے لیکن یہہ دعوی مجھے اسقدر بےبنیاد اور لچر نظر آتا هے کہ میري سمجھہ میں نہیں آتا کہ کیسے کوئی سنجیدہ طورسےاسے پیش کرسکتا هے-

‡ دیکھو نوٹ نمبر ۱ لیکچر کے خاتمہ پر-(مترجم)

بازگشت هیں جو انہیں بعد میں مشرقي ملکوں اور قوموں کي نسبت حاصل هوا - جرمنی ابتداء هی سے جرمنوں کا گہوارہ ہے مگر ان سے نچلا نہیں بیٹھا جاتا - جنوب مشرق اور جنوب مغرب میں انکے بےچین دستے نکل جاتے هیں اور صدیوں تک مہذب دنیا کو امن چین سے نہیں بیٹھنے دیتے اور دریائے والگا (Volga) سے ستونہائے هرقل (Pillars of Hercules) تک تو کوئی ملک نہیں جہاں ان کے نقش قدم نہ پائے جاتے هوں - لیکن اس سوال کا کچھہ جواب نہیں کہ جرمنی میں جرمن کب اور کہاں سے آئے - منظر تاریخ پر سب سے آخر میں سلیوانی آتےهین اور قریب قریب اپنے موجودہ مساکن هي میں - یہہ قوم حوصلے میں تو اوروں سے کم هے مگر سخت‌جان اور اڑیل ' تہذیب میں قدم رکھے مدت نہیں هوئي مگر کچھہ عرصے سے اس نے بھی هاتھہ پاؤں نکالنے شروع کردئے هیں *

انڈویورپین کا گھر تلاش کرنے میں اگر تاریخ و روایت دست اعانت دراز کرنے سے دریغ کرتي هیں تو زبان † میں بھي ایسے آثار نہیں ملتے کہ جن کی بناء پر هم وثوق و اعتبار کے ساتھہ بتا سکیں کہ اس کا مسکن کہاں هے - اس میں کلام نہیں کہ مشرق میں انتہائي کونوں پر جو شاخیں واقع هیں یعني فارسي اور هندوستاني ان کا مقابلہ اس بولي سے کرنےسےجو تمام بولیوں کا مقابلہ کرنے پر سب سے قدیم نظر آتي هے ' معلوم هوتا هے کہ ان‌مین‌سب سے کم رد و بدل هوا هے ' لیکن اس سے یہہ ثابت نہیں هوتا کہ جو قومیں فارسي اور هندوستانی بولتي هیں انہوں نے اپنے قدیم مستقر سے باهر قدم نہیں نکالا - نہ تو یہہ ضروري هے کہ هجرت بسرعت تغیرات لسانی پیدا کرے اور نہ یہہ لازمي هے کہ ایک هی جگہہ همیشہ بنے رهنے سے زبان کی هیئت میں کوئي فرق هي نہ آئے- اب هم اس خاندان کي دو ایک ظاهر و باهر باتیں بتاتے هیں ' مثلاً یوناني نے ارمني سے زیادہ اس مصالح اور ساخت کو محفوظ رکھا جس کا بہت

† دیکھو نوٹ نمبر ۲ لیکچر کے خاتمہ پر (مترجم)

هي ابتدائي زمانے کي انڈويورپين سے تعلق هے حالانکه ارمنی کا مرکز به نسبت یونانی کے مشرق سے زیادہ تعلق رکھتا ہے- اس بڑے خاندان کي تمام زبانوں میں سے لتھوانی میں جو ساحل بالٹک پر بولي جاتی ہے مقابلۃً سب سے قدیم هیئت پائي جاتی هے اور جرماني بولیوں میں آئسلینڈ کی زبان اپنے ماخذ سے بہت هی ملتي جلتی ہے اگرچه یہه جرمانی کی سب سے آخري آبادی هے - اس خاندان کي آرین شاخ کي ، بلکه اس شاخ کي بهي قدیم‌ترین زمانے کی هندوستانی شاخ جس کا حال ویدون سے معلوم هوتا ہے ، زبان اور انجمنوں میں جو قدامت شکل پائي جاتي ہے اسکي عمده اور قابل اطمینان تاویل یون هوسکتی هے که هندوستانیوں کي طبیعت میں بےانتها قدامت‌پرستي فرض کر لي جائے - اس سے یہه لازم نہیں آتا که نه تو ان کي تاریخ طول طویل هے اور نه انہوں نے بارها هجرت کی - هم نے انکی جانب ایک ایسي طبیعت منسوب کی ہے جس کے باعث علیحده هونے کے بعد سے اهل هند اهل ایران سے بالکل الگ تهلگ نظر آتے هیں اور جس نے انہیں بمقابله اهل ایران قدیم سے قدیم انڈویورپین عهد کا نمونه اور مثال بنادیا *

انڈویورپین کی وحدت کا زمان و مکان معلوم نہیں

مختلف شاخوں کے درمیان جو تعلقات اب تک دریافت هوئے هیں وہ بھی تو ایسے نہیں که جن سے ان کی تاریخ اور آوارہ‌گردیوں پر روشنی پڑے - یہه تو سچ هے که اسے سب مانتے هیں که هندي اور ایرانی شاخیں سب سے آخر میں ایک دوسرے سے الگ هوئیں علاوہ اس کے قریب قریب سب اس‌کو بھي مانتےهیں که اسي قسم کا ایک تعلق لاطیني اور یونانی مین بھی پایا جاتا هے اگرچه اس تعلق کي درمیاني هیات کے انعدام اور بعد کے باعث بے شبه بہت کچھه شک اور دقت پیدا هوتي هے مگر تحقیقات نے ابھی تک اس سے آگے قدم نہین بڑھایا - نہایت وثوق سے یہه دعوی نوبت به نوبت کیا جا چکا هے که کلاسک

یا گریکولیٹن (Greco-Latin) سلیوانی اور جرمانی زبانوں کو آرین یا انڈوپرشین شاخ سے گہرے اور زمانۂ قریب کے تعلق کا فخر حاصل ہے – بہت زمانہ نہیں گذرا کہ ایک بلندپایہ جرمن عالم پروفیسر اگست شلائی کر (Prof: August Schleicher) نے ایک اسکیم تیار کی جس میں اس نے اس خاندان کی سب شاخوں کا تعلق دکھایا ہے – اس نے فرض کیا ہے کہ اصلی زبان پہلے دو بہت بڑے حصوں جنوبی و شمالی میں منقسم ہوئی – شمالی میں جرمانی اور سلیوولتھوانی شاخیں شامل تھیں ، بعد میں سلیوولتھوانی کی اور بھی دو شاخیں سلیوانی اور لتھوانی بن گئیں – جنوبی حصے کے ٹکڑے ہوکر پہلے تو آرین اور جنوبی یورپین زمرے بنے اور پھر ان ٹکڑوں کے بھی ٹکڑے ہوگئے - آرین سے تو فارسی اور ہندوستانی زبانیں بنیں اور جنوبی یورپین سے یونانی اور ایطالوسیلٹی – سب سے آخر میں اٹالک (Italic) جس کی شاخ لاطینی ہے ، اور سیلٹی نے اپنی اپنی تاریخ کا آغاز کیا ، مگر ان دونوں میں آپس میں اس سے زیادہ تعلق باقی رہا جتنا کہ یونانی اور لاطینی میں پایا جاتا ہے – اس اسکیم کی خصوصیت وہ رتبہ ہے جو سیلٹی زبانوں کو دیا گیا ہے اس سے بجائے اس کے کہ لوگ اسے تسلیم کریں نہ تسلیم کرنے پر زیادہ مائل ہوں گے – اگرچہ وہ لوگ جنہیں معلوم ہے کہ مختلف قوموں میں مختلف حالات کے تحت تغیر لسانی کی رفتار میں فرق عظیم پیدا ہو جاتا ہے اسکے مدعی نہ ہونگے کہ انمیں تعلق کا ہونا غیرممکن ہے مگر انےگنے ہی عالم اس بات کو ماننےکے لئے آمادہ ہوں گے کہ یہہ زبانیں جن میں انڈویورپین زبان کی اصلی خصوصیات پر زوال اور نئے نمو کے متعدد اثرات کا پردہ پڑا ہوا ہے ، جن کی انڈویورپین نوعیت ان اثرات کے باعث سب سے آخر میں تسلیم کی گئی ہے ، اور جن کے اپنے ماخذ سے جدا ہونے کو ان کے انتشار و افتراق کی ابتداء مانا گیا ہے، لاطینی کی بہت ہی قریب کی رشتہ دار مانی جائیں — ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان مباحث متنازعہ فیہ کا قطعی فیصلہ ہوجائے ، تاہم ان کے حل کے ذرائع تک جو حقائق لسانی کی تہ میں نہاں ہیں ہماری رسائی ہے اور

کسی نہ کسی دن کامل تر مطالعہ اور دقیق تر تقابل انہیں بےنقاب کردیگا —
اور اس کے ساتھہ ھی یہہ بھی ممکن ھے کہ ان زبردست نقل و حرکات
کے راستے اور ترتیب کو بھی واضح طور سے بتادے جو اس خاندان کی
مختلف قوموں کو اُن کے موجودہ مقامات میں لے آئیں — لیکن ایسی
یا اور شہادتوں کی مدد سے ٹھیک اُس ملک کا پتا لگالینا جہاں سے یہہ
نقل و حرکات سب سے پہلے شروع ھوئیں بدرجہ اتم مشتبہ ھے ، اس لئے
جب تک تحقیق نہو یہی بہتر ھے کہ اس کا صاف صاف اعتراف کرلیا جائے
کہ ھمیں اس کا علم نہیں ، بجائے اس کے کہ وثوق کے ساتھہ ایک رائے قایم
کرلی جائے جو سراسر بےسروپا ھو — مختصر یہہ کہ لسانیات اس کا
دعوی نہیں کرتا کہ انڈویورپین کا گھر یورپ میں تھا یا ایشیا میں — زیادہ
سے زیادہ یہہ اتنا کرتا ھے کہ چند دھندلے اور عام قیاسات غالب کی بنیاد
رکھتا ھے جو زمین اور آب و ھوا کی طبعی کیفیات اور قوموں کی روایات
اور زمانۂ مابعد کی قوموں کی نقل و حرکات کی سمت سے مل کر اشارہ
کرتےھیں کہ انہوں نے پہلےپہل مغرب سے نہیں بلکہ مشرق سے ھجرت کی*

جب مقام و مکان کا مسئلہ ھی یوں شکار ابہام ھے تو وقت و زمان
کا مسئلہ کیوں کر صاف ھوسکتا ھے — ارضیات‌دان زمین کے طبقات
میں جو تبدیلیاں ابھی ابھی ھوئی ھیں ان کی صحیح صحیح تاریخیں
قایم و ثابت کرنا چاھتا ھے اور بات بنائے نہیں بن پڑتی جب اُس کا
یہہ حال ھو تو طالب‌علم لسانیات کا بھی یہی ھوگا ، اسے بھی تو اپنا
قیاس ایسے ھی مواد و مصالح پر قایم کرنا پڑتا ھے جو ارضیات‌داں کے
مواد و مصالح سے قلت و اشتباہ میں کچھہ کم نہیں — خلق انسان کے
وہ طبقات جو ازمنۂ ماضیہ میں بنے تھے اُن پر بکثرت آفتیں آئی ھیں
اور اُن کی ناقابل تلافی قطع و برید ھوئی ھے علاوہ اس کے خود ھمارے
زمانے میں رفتار نمو میں اس قدر اختلاف ھے کہ جس سے کوئی ایسا
معیار دست‌یاب نہیں ھوتا جو ھر صورت پر عاید ھو ، لیکن
انڈویورپین خاندان کے افتراق و انشقاق کی تاریخ کا تین ھزار برس قبل
مسیح سے کم مقرر کرنا ھرگز قابل تسلیم نہیں بلکہ ممکن ھے کہ یہہ واقعہ

اس سے بھی بہت پہلے ظہورپذیر ہوا ہو - حال کے اکتشافات سے ظاہر ہوتا ہے کہ انسان زمین پر اس زمانے سے بہت پہلے سے آباد ہے جو عام طور سے تسلیم کیا جاتا ہے — عجیب و غریب مناظر بعیدہ دکھائی پڑتے ہیں جن سے آگے کی محض ایک جھلک ہی نظر آتی ہے لیکن اس وجہ سے کہ انسان کے لکھے ہوئے واقعات ایک قلیل مدت پر حاوی ہیں ، ہمیں یہہ دعوی باحتیاط کرنا چاہیئے کہ کبھی وہ زمانہ آئیگا جب قوموں کی ابتداء کا بہت کچھہ حال معلوم ہوجائیگا *

انڈویورپین ام الاقوام کا درجۂ تہذیب

مطالعہ لسان زیادہ صحیح اور معتبر طریقے سے بتاتا ہے کہ متفرع ہونے سے پہلے انڈویورپین ام الاقوام کی طرز معاشرت اور پایۂ تہذیب کیا تھا — مختلف شاخوں کی لغات میں سے لفظ چن کر بظاہر کسی حد تک اس قوم کی اصلی لغت بنائی جاسکتی ہے - ان شاخوں میں ہر زمانے کے لفظ پائے جاتے ہیں یعنی نہایت ہی قدیم و نہایت جدید — جیسے کہ قواعدی ساخت کی خاص خاص باتیں افتراق و انشقاق سے پہلے ہی بن چکی تھیں اور طالب علم تقابل لسانیات انہیں اُن نئی شکلوں میں سے جن سے وہ گھری ہوئی ہیں ڈھونڈ نکالتا ہے اسی طرح وہ زبان کے ترقی پزیرفتہ مصالح سے بھی کام لے سکتا ہے یعنی ایسی اشیاء ، افعال واعمال ، اور صناعیوں کے ناموں سے جن کے اظہار کا موقع قوم کو پیش آیا تھا اور جن کے ظاہر کرنے کی قوت اس نے حاصل کرلی تھی — یہی مصالح وہ میراث اسلاف ہے جس سے ہر شاخ نے اپنی اپنی تاریخ جداگانہ کا آغاز کیا اور جو اکتسابات مابعد کے خزانہ میں اب بھی نمایاں اور ممتاز ہے — اگر اس نظریہ کے خلاف یقین کرنے کی کوئی وجہ موجود ہوتو خیر ورنہ ہرلفظ جو ہر شاخ یا قریب قریب تمام شاخوں کے پاس موجود ہے اُس کی نسبت معقول طور سے خیال کیا جا سکتا ہے کہ یہہ اُن کی ارث مشترکہ کا اُس وقت سے جزو چلا آتا ہے جب کہ ان شاخوں میں تفرقہ نہ پڑا تھا - اس میں کلام نہیں کہ اس طرح لفظ ڈھونڈہ ڈھونڈہ کر جو لغت تیار کی جائےگی وہ ناقص ہوگی کیونکہ

کون بتا سکتا ہے کہ ان سب شاخوں کی مابعد کی بولیوں میں قدیم زبان کا کس قدر حصہ ایسا ضائع ہوگیا یا یوں کہئے کہ تخریب صوتی سے اس قدر بدل گیا کہ شناخت میں نہیں آسکتا اور اب اسکی اصلی نوعیت کا دریافت کرنا خارج از امکان ہے - تاہم اگر احتیاط اور ہوشیاری سے ایک فہرست بنائی جائے تو اس پر ' جہانتک اس سے مدد مل سکتی ہے ، اعتماد کرنے میں عیب نہیں - جس طرح ہم کسی موجودہ یا ضبط تحریر میں لائی ہوئی زبان کے خزانۂ الفاظ سے بلا اعانت غیرے اس بارہ میں اہم نتائج اخذ کر سکتے ہیں کہ ان الفاظ کی بولنےوالی قوم کے علم و تمدن و معاشرت کا کیا عالم تھا اسیطرح اس انڈویورپین زبان کے بچے بچائے حصوں سے بھی جسے ہم اس ترکیب سے بنائیں گے ، نتائج اخذ کرسکتے ہین - یہہ امر بدیہی ہے کہ یہہ تحقیقات اتنی ہی زیادہ قابل اطمینان ہوگی جتنی کہ وہ قوم جسکی لغت اسطرح تیار کی جائےگی جاہل اور قدیم ہوگی اور اسکی تہذیب پر مقامی رنگ زیادہ چڑھا ہوگا اور وسعت کم ہوگی - ہماری زبان کی سی جو زبان ہو اسے دائرۃالمعارف کہنا چاہئے اس میں تمام عالم اور بے شمار نسلوں کے وقوف و تجربات جمع ہین ، ہماری تہذیب کی طرح اس کے بھی بے انتہا رخ ہین ، یہہ بھی ہمہگیر ہے اور اس پر بھی حاوی ہونا اور معنی کی باریکیاں سمجھنا بہت ہی مشکل ہے برخلاف اس کے کسی جاہل اور گوشہ میں پڑی ہوئی قوم مثلاً فیوجینز (Fuegians) فجینز (Figians) اور اسکیموز (Eskimos) کی زبان ایک سادی تصویر ہے جسکے خطوط زبان حال سے اس کی حالت اور اوصاف بتا رہے ہیں *

عرصہ ہوا کہ انڈویورپین خاندان کی ام‌الالسنہ جو قوم بولتی تھی اس کی حالت کی بذریعہ زبان تحقیقات کرکے بعض خاص خاص نتائج اخذ کئے جاچکے اور قومیات میں ایک روزمرہ کی سی بات بن گئے ، لیکن یہہ نہ سمجھنا چاہئے کہ تحقیقات کا خاتمہ ہوچکا ، ہمیں اُمید

رکھنا چاھئے کہ آئندہ اس سے بھي معتبر نتائج اور صریح و واضح تر تفصیلات اُس وقت ھمارے علم میں آئیں گی جب اس خاندان کي تمام زبانوں کا بخوبي تقابل وتجزیہ کیا جاچکےگا اور بالخصوص جب تمام شاخوں کے مدارج تعلق کي ایک صحیح اورسچي اسکیم بن جانے سے وہ شک و شبہ بہت کچھ رفع ھوجائیگا جو قدامت الفاظ کے بارہ میں آج اس لئے پیدا ھوتا ھے کہ ان شاخوں کی بعض زبانوں میں تو وہ ملتے ھیں اور بعض میں نہیں ملتے *

اس قسم کی تحقیقات سے پتا چلتا ھے کہ وہ قوم جو انڈویورپین خاندان کي ام‌الالسنہ بولتي تھي صرف بادیہ‌گرد ھي نہ تھی بلکہ مستقل قیام‌گاھیں رکھتی تھي حتیٰ کہ شہر پر شہر آباد کرتي اور قلعہ پر قلعہ بناتی تھي، تھوڑی بہت مویشیان پالنے اور بونے جوتنے کي بھی عادي تھي، کتے کے علاوہ گھوڑا ، بیل، بکري ، بھیڑ اور سور بھی اس کے پاس تھے جو ھمارے خاص گھریلو جانور ھیں، ریچھ اور بھیڑیے وہ دشمن تھے جو اس کے گلوں پر تاخت و تاراج کیا کرتے تھے اور چوھے اور مکھیاں اس کو گھروں میں ستایا کرتي تھیں — جس قطعۂ زمین پر یہہ آباد تھي وہ قدرت کی کرشمہ زائیوں سے معمور تھا - جو اور شاید گیہون بھي کھانے کے لئے بوئے جاتے تھے اور ان سے لذیز لذیز کھانے تیار ھوتے تھے ، اور سرور اور نشے کے لئے شہد کي شراب بنائي جاتي‌تھی -فلزات میں سے بھي بعض‌کا استعمال آتا تھا مگر اس میں شک ھے کہ لوھا بھي ان میں شامل تھا یا نہیں - نساجي سے واقف تھی، اُون ، پٹوے اور سن سے بھي کام لیتی تھي ، دیگر گھریلو دست‌کاریوں کا حال اچھی طرح معلوم نہیں لیکن جن کا ذکر ھوچکا ان سے پایا جاتا ھے کہ اور بھي اس طرح کي بہت سي دستکاریاں ھوں‌گي جن کا ان‌کے ساتھہ ساتھہ ھونا ضروري ھے یا جن کي مدد سے یہہ تکمیل کو پہنچتي ھیں - محاربت و مدافعت کے لئے وھي ھتیار تھے جو قدیم قوموں کے پاس پائے جاتے تھے یعني سیف و سپر ، نیزہ و کمان ، کشتیاں بنائی اور چپوؤں سے کھیئي جاتي تھیں ، وسیع پیمانے پر دور دور پھیلے ھوئے سیاسي نظاموں کے آثار نہیں پائے جاتے— اس میں شک نہیں

کہ یہہ لوگ چھوٹی چھوٹی قوموں کا ایک مجموعہ تھے جن پر راجہ یا سردار حکومت کرتے تھے نہ کہ بادشاہ ، ان کی انجمنیں اُس طرز کی تھیں جن میں بزرگ خاندان حکومت کیا کرتا ہے - اسپران جنگ غلام بنائے جاتے تھے ، خاندان کے تعلقات اور ساخت صاف صاف نظر آتے ہیں پیدایش سے پہلے ہی حقیقی رشتہداروں کے نام مقرر کرلئے جاتے تھے جن سے محبت و معاونت مترشح ہوتی تھی - قابلیت اور درجے میں عورت کے مرد سے کم ہونے کا کہیں نام و نشان نہیں پایا جاتا ، کم سے کم سو تک گنتی بھی سیکھی جاتی تھی ، ہزار کے لئے کوئی انڈویورپین لفظ نہیں ملتا ، بعض ستاروں تک بھی نظر پہنچ گئی تھی اور اُن کے نام رکھہ لئے گئے تھے ، چاند خاص وقت کا ناپنے والا تھا ، مذہب میں ارباب‌پرستی تھی ، قدرت کی قوتوں کو زندہ و مجسم مان کر پرستش کی جاتی تھی رسمیں خواہ کچھہ بھی کیوں نہوں مگر اُن کے ادا کرنے میں پجاریوں سے مدد نہ لی جاتی تھی *

یہہ تھی کیفیت مختصر سے مختصر الفاظ میں اُن سادہ لوگوں کی جن سے وہ زبردست قومیں پیدا ہوئیں جو عرصے سے تہذیب عالم کی خضر راہ چلی آرہی ہیں — اُن کی تقسیم ، تاریخ میں اہمیت اور لسانیات میں اُن کی زبانوں کی قدر و قیمت سے ہم اس کے بعد کے لیکچر میں مزید بحث کریں گے *

پہلا نوٹ

ڈیوکیلین اور پرا - تھسلي (Thessaly) کے بادشاہ اور ملکہ تھے ذیوس (Zeus) کے حکم سے ایک طوفان ایا جسنے تمام دنیا کو تباہ کردیا مگر ان دونوں کي پرھیزگاري آڑے آئي اور بچ گئے — نو دن تک ایک جہاز میں بہتے پھرنے کے بعد ایک پہاڑ پر آکر رکے — ھاتف غیبي نے اُن کو حکم دیا کہ تم اپني پیٹھہ کي طرف " اپني ماں کي ھڈیاں " پھیک کر نسل انسان کو پھر زندہ کرو ' چنانچہ اُنھوں نے اپنی پیٹھہ کي طرف پتھر (کیوں‌کہ زمین دونوں کي ماں تھي) پھینکے جن سے مرد اور عورتیں پیدا ھوئیں *

دوسرا نوٹ

جب سے تقابل لسانیات عرصۂ وجود میں آیا ھے مستشرقین یورپ نے خود کو ھندوستانیوں کا رشتہ‌دار کہنا شروع کردیا - اس رشتہ‌داري سے تو کسي کو انکار نہیں مگر اس ذیل میں ایک سوال یہہ پیدا ھوگیا کہ اُن بزرگوں کا مسکن اولین کہاں تھا جن کي یہہ سب اولاد ھیں — علمائے یورپ کا فخر قومي اس‌کو گوارا نہیں کرتا کہ یہہ مقام کہیں ایشیا میں قرار پائے وہ اسے کھینچ تان کر کہیں نہ کہیں اپنے ھي ملک میں قرار دیتے ھیں، مگر علمائے ھند بھي اس کو پسند نہیں‌کرسکتے کہ سیاسي عظمت کھوکر قدامت و بزرگي سے بھی ھاتھہ دھو بیٹھیں ، چنانچہ وہ ھمیشہ اس‌کو کشان کشان ایشیا یا ھندوستان میں لے‌آتے‌ھیں — اس طرح یہہ مسئلہ طبع‌آزمائي کي جولان گاہ بن‌گیا ھے — رسالۂ سرسوتی بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۱۶ ع میں مسٹر جگن موھن ورما نے اسي مبحث پر ایک مضمون شائع کیا - اس کے دس سال بعد اب رسالۂ مادھري بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۲۶ ع میں جناب مہندر پرتاب شاستري اس پر بحث کرتے ھیں کیونکہ پروفیسر جائلز (Giles) نے "کیمبرج ھسٹري آو انڈیا - جلد اول" میں لکھدیا کہ آسٹریاھنگري پراتم آریوں کا مسکن تھا - طرفین جو دلائل پیش کرتے ھیں وہ محض عقل‌آرائیاں ھیں اور قیاسات لیکن اس کے سوا چارۂ کار بھی نہیں کیونکہ اس زمانے سے بحث

کي جارهي هے جبکه تحرير و تاريخ دونوں معدوم تهين - ناظرين کي آگاهي کے لئے مذکورالصدر اصحاب کے مضامين کا خلاصه درج ذيل کيا جاتا هے *

مسٹر جگن موهن ورما کا مقوله هے که کسی قوم کا ابتدائی مقام سکونت دريافت کرنے ميں اس کے علم ادب سے زياده اس قوم کي وه زباني روايات (दन्त कथायें) مدد ديتي هيں جو اس مين نسلاً بعد نسل چلی آتي هيں - کيونکه جب کوئی قوم هجرت کرتي هے تو وه اپنے ادب کا انبار ساتهه ساتهه لئے نهين پهرتي ، علم ادب کسي مقام کي صديوں تک بود و باش سے پيدا هوتا هے - اس ميں انهين مقامات کا ذکر هوتا هے جهاں وه قوم مدتوں رهي هے يا جهاں اسے آغاز تصنيف ادب کے بعد جانے کي ضرورت هوئي هو ، علماء آريوں کے تين ابتدائي مقام سکونت بتاتے هيں :—

(۱) آريه وسط ايشيا کے باشندے تهے ، وهيں سے اُن کی ايک شاخ هندوستان کي طرف آکر سنده اور سرسوتي ندي کے کنارے آباد هوئي *

(۲) آريه جنوب و مغرب کي طرف سے ايشيا ميں آئے اور وهيں سے مختلف مقامات ميں پهيلے — ان کی ايک شاخ آکر پنجاب ميں آباد هوئي *

(۳) مهاتما تلک نے اپني تحقيقات سے يهه ثابت کيا هے که آريوں کا ابتدائي مسکن سميرو يا قطب جنوبي تها ، وهاں طوفان (प्रालेय) کے وقت سخت سردي اور جاڑا پڑنے لگا تو شمال کي جانب رخ کيا انهيں کي ايک شاخ هندوستان ميں آئي جس نے يهاں آباد هوکر منتر تصنيف کئے *

ويدوں سے پتا چلتا هے که آريه منتروں کي تصنيف سے مدتوں پهلے سرسوتي ندي کے کنارے اور اس کے آس پاس رهتے تهے جغرافيوي اور ادبی نام بهي اس کو ثابت کرتے هيں ، هندؤں اور پارسيوں دونوں کا ادب اِس کی تائيد کرتا هے يهيں سے وه مغرب و جنوب ميں بحر کاسپين

تک اور مشرق میں کوشل تک پہلے - آتھرو وید کے ایک منتر اور شت پتھ براھمن دونوں سے معلوم ہوتا ھے کہ آریہ کہیں دکھن میں رہا کرتے تھے، اس خیال کی اس امر سے بھی تائید ہوتی ھے کہ وہ شمال کو پتروں (पितरों) کی سمت کہتے اور آبائی ملک (पितृ लोक) شمال کی جانب بتاتے ھیں — دعوی کا ثبوت مسئلہ ارتقاء سے بھی ملتا ھے - یجر وید میں مایو (मायु) نامی ایک جانور کا ذکر ھے جو اب ناپید ھے ' اس کی شکل و شباھت انسان سے ملتی تھی مگر بول نہ سکتا تھا ، شت پتھ براھمن میں اس کا ذکر किमपुरुष کہکر کیا گیا ھے، ممکن ھے کہ یہی ابوالبشر ھو—ڈارون صاحب کا خیال ھے کہ انسان خط استوا کے پاس کے ملکوں میں کتم عدم سے عرصۂ وجود میں آیا ' اور یہی بات آریوں کے اُن قصص و روایات سے ثابت ھوتی ھے جن کا ذکر وید وغیرہ میں آیا ھے— مختصر یہہ کہ قدیم آریہ شمال میں خط استوا کے پاس کسی جزیرے میں رھتے تھے جو اب غائب ھوگیا- اسی جزیرے میں ان کا ظہور ھوا زاں بعد جنوب کی طرف آکر ھمالیہ کے بالائی ملک میں کشمیر وغیرہ کے پاس آباد ھوئے اور وھاں سے چل کر سرسوتی کے آس پاس پہلے *

جناب مہندرپرتاپ شاستری اپنے مضمون میں مسئلۂ زیربحث پر اظہار رائے کرنے سے پہلے لفظ آریہ کی تصریح و تشریح ضروری تصور کرتے ھیں، وہ اس اصطلاح سے وہ لوگ مراد لیتے ھین جو زبان ' مذھب اور تہذیب کے لحاظ سے ھندوستان و فارس وغیرہ ممالک مشرقی اور یونان' روما اور جرمنی وغیرہ ممالک مغربی کے باشندوں کے بزرگ تھے' اس مین وہ اُن آریوں کو بھی شامل سمجھتے ھیں جن کا وید مین ذکر آیا ھے اور جو مذھبی اعتقادات کی رو سے اس دنیا مین سب سے پہلے پیدا ھوئے- اس تمہید کے بعد دلائل پر ایک ناقدانہ نظر ڈال کر نتائج اخذ کرتے ھیں*

اس مسئلہ لاینحل کے سلجھانے کے لئے اب تک جو رائیں ظاھر کی گئی ھین ان کا مدار مندرجہ ذیل شہادتوں پر ھے

(۱) لسانیات کی شہادت

(۲) رگوید یا اور قدیم کتابوں کی شہادت

(۳) کتبوں وغیرہ کی شہادت جو زمین کھود کر نکالے گئے ہیں

شہادت لسانیات:—مغربی ماہران لسانیات نے مختلف ممالک کے الفاظ کا تقابل کرنے پر جن جن زبانوں کے الفاظ میں مطابقت و مشابہت پائی ان کا ماخذ واحد تصور کر کے ان کو ایک خاندان میں داخل کردیا۔ یہہ محض ایک قیاس ہے۔ اسی قیاسی طریق استدلال سے انہوں نے قدیم آریوں کا مسکن اولین دریافت کرنے میں بھی مدد لی، چنانچہ یہہ نظریہ قایم کر کے کہ قدیم آریہ جن درختوں، پالتو اور جنگلی جانوروں، پرندوں، پہاڑوں، ندیوں اور سمندروں سے واقف تھے اور جس قسم کی آب و ہوا کا ذکر اُن کی تصنیفات میں پایا جاتا ہے جہاں یہہ چیزیں پائی جائیں وہی ان کا مسکن اولین ہے یہہ طے کیا کہ ایسا مقام فقط وہی ملک ہے جس کے مشرق میں سلسلۂ کوہ کاربیتھیا (Carpathians)، جنوب میں سلسلہ بلقان (Balkans)، مغرب میں استریائی آلپس (Austrian Alps) اور شمال میں ارز برج (Erzgebirge) اور دیگر سلسلہ ہائے کوہ ہیں۔ قرعہ ڈالا گیا، آسٹریا ہنگری کا نام نکلا— کیوں؟ ہندوستان سب کی سب مذکورہ شرطیں پوری نہیں کرسکتا — حدب پامیر ایک خشک قطعۂ زمین ہے اور جنوبی یورپ اور روس اس معیار پر پورے نہیں اترتے — آسٹریا ہنگری کو آریوں کا مسکن اولین ماننے والے کہتے ہیں کہ غالباً ایک جماعت اپنے مسقط الراس سے اٹھی اور دریائے ڈنیوب کے کنارے کنارے چل کر ایشیائے کوچک ہوکر مشرق میں پہنچی اور وسطی ایشیا کے پاس آکر دو حصوں میں منقسم ہوگئی، ایک حصہ فارس اور دوسرا ہندوستان میں جانکلا—دوسرے گروہ نے جس کا نام جرمن ہے علی الترتیب جرمنی، انگلستان، ناروے، سویڈن کو گھیرا، پھر ایک اور کھیپ جسے رومن کہتے ہیں مغرب میں ہوکر ایطالیہ پہنچی اور سیلٹس، فرانس میں اور یونانی مقدونیہ ہوکر یونان کے جزیروں میں جابسے

مستشرقین یورپ کا یہہ ثبوت چنداں قابل اعتناء نہیں — مشابہت الفاظ سے یہہ لازم نہیں آتا کہ جن جن زبانوں میں مشابہ لفظ پائے جاتے ہیں ان کا ماخذ ان کے علاوہ کوئی اور زبان ہے جو اُن مقامات کے علاوہ

کسی مقام میں رائج تھی جہاں وہ آج بولی جارہی ہے — کیا یہہ قرین قیاس نہیں کہ انہیں زبانوں میں سے کسی زبان کے لفظوں کی یہہ مسخ‌شدہ صورتیں ہیں اور بجائے انڈوجرمینک انہیں میں سے کوئی ان کی ام‌الالسنہ ہے اور نہایت ہی قدیم ہونے کے باعث یہہ فخر سنسکرت کو حاصل ہے ؟ جیسے یہہ فرض کرلیا گیا کہ یہہ سب لفظ ایک ایسی زبان سے نکلے ہیں جو ان سب سے الگ ہے یہہ بھی تو فرض کیا جاسکتا ہے کہ یہہ لفظ لاطینی وغیرہ میں سنسکرت سے لئے گئے اور آب و ہوا اور طبایع وغیرہ کے اثر سے ان کی کایا پلٹ ہوگئی — آب‌وہوا ، درختوں، جانوروں وغیرہ سے جو ثبوت بہم پہنچایا گیا ہے اس کی تردید اس سے ہوتی ہے کہ ملکی کیفیات بدلتی رہتی ہیں اور ان کا اتنا بدل جانا کہ زمانۂ قدیم کی بہت سی باتیں معدوم ہوجائیں کوئی حیرت‌انگیز امر نہیں — ارضیات دان اس اصول کو تسلیم کرتے ہیں - آریوں کے مذہبی خیالات کی رو سے تو انکے عروج کو دو ارب سال گذرے مگر زمان حال کے عالم بھی اس کا زمانہ حضرت عیسیٰ سے تین ہزار برس پہلے مانتے ہیں پس پانچ ہزار برس کی مدت اسکی ہیئت بدلنے کے لئے کافی ہے - اس خیال سے یہہ شہادت اور بھی کمزور پڑجاتی ہے کہ لوگ جانور ، درخت وغیرہ ایک ملک سے دوسرے ملک میں لے جاتے ہیں اور قوموں کے میل جول سے ایک زبان کا لفظ دوسری میں رواج پا جاتا ہے - آج کل بہت سے انگریزی لفظ ہندوستان کی بولیوں میں داخل ہوگئے ہیں مگر کیا اس سے یہہ نتیجہ نکالنا درست ہو سکتا ہے کہ یہہ سب ایک الگ زبان اور ملک سے تعلق رکھتے ہیں؟ اگرچہ شہادت لسانیات غیرمعتبر ہے لیکن اتمام حجت کے لئے اگر اس کو معتبر بھی مان لیں تو بھی آریوں کا مسکن اولین شمالی ہندوستان یا وسط ایشیا ہی رہتا ہے - علمائے مغرب یہہ ستم کرتے ہیں کہ استریاھنگری کو آریوں کا مسکن اولین ثابت کرتے وقت تو وہ رگوید کے لفظوں کو ثبوت میں پیش کرتے ہیں لیکن جب اس کے زمان و مکان تصنیف کا ذکر کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ رگوید شمالی پنجاب

میں لکھا گیا کیونکہ جن درختوں، جانوروں وغیرہ کا ذکر اس میں آیا ہے وہ شمالی پنجاب میں پائے جاتے ہیں۔ مختصر یہہ کہ شہادت لسانیات سے اگر کچھہ ثابت ہوتا ہے تو یہہ کہ آریوں کا مسکن اولین ہندوستان ہے *

رگوید اور قدیم کتابوں کی شہادت:— اول تو رگوید سے کچھہ ثابت ہی نہیں ہوتا اور بفرض محال اگر کچھہ ثابت ہوتا ہے تو وہی جسکا ذکر ابھی کیا جاچکا ہے — اگر آریہ کہیں اور سے آئے ہوتے تو جس ملک کو چھوڑکر آئے تھے اس کا بھی تو اس میں کہیں کچھہ حال درج ہوتا مگر وہاں کچھہ بھی نہیں — اس کے منقروں سے قطع نظر رگوید کی زبان سے بھی ایک ثبوت ملتا ہے اور وہ اس طرح کہ انڈوجرمینک خاندان کی زبانوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے ایک حصہ کا نام سینٹم (Centum) اور دوسرے کا سیٹم (शतम=Satum) رکھا جاتا ہے، یہہ دونوں لفظ دونوں حصوں میں سو (۱۰۰) کو ظاہر کرتے ہیں، انڈوجرمینک ام الالسنہ کا ''ک،، بعض میں تو قائم رہا اور بعض میں ''ش،، سے بدل گیا، جن زبانوں میں '' ک،، '' ش،، سے بدل گیا وہ مشرقی زبانیں ہیں اور جن میں نہیں بدلا وہ مغربی — رگوید اور پارسیوں کی مقدس کتاب ''اوستا،، کی زبان ایک ہے صرف چند حرفوں کے بدلنے کی ضرورت ہے — مغربی عالم اس سے یہہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ آریوں کی جو شاخ آسٹریاھنگری سے چلی تھی ایران پہنچکر اُس کی دو شاخیں ہوگئیں اور ایک ہندوستان چلی آئی؛ مگر اس کے برعکس یہہ کیوں نہیں کہا جاتا کہ آریہ ہندوستان سے چل کر ایران پہنچے اور وہاں سے آگے بڑھتے چلے گئے — ایران پاس تھا زبان میں کم فرق ہے، اور ملک جیسے جیسے ہندوستان سے دور ہیں اُسی فاصلے کے لحاظ سے اُن کی زبان میں بھی اختلاف ہے — اس کے ثبوت میں کہ ''اوستا،، کی زبان سنسکرت سے لی گئی ہے یہہ بھی پیش کیا جا سکتا ہے کہ وید کی زبان کے حروف صحیح اور حروف غنہ کی تعداد اوستا کے حروف صحیح اور حروف غنہ کی تعداد سے زیادہ ہے۔ اس کو تسلیم کرنے

کے بجائے کہ ہندوستان میں پہنچ کر آریوں کی زبان نے ترقی کی یہہ ماننا زیادہ معقول معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان سے نکلنے کے بعد آب و ہوا اور مرور ایام کے باعث انہوں نے بعض بعض حرفوں کا کام میں لانا چھوڑ دیا - رگوید سے اس کے خلاف کوئی نتیجہ نہیں نکلتا — بے شبہ اس میں ایسے منتر ملتے ہیں جن میں گذشتہ رشیوں کا ذکر ہے مگر اُن سے وہ آریہ نہیں مراد لئے جاسکتے جو استریاہنگری سے چلکر آئے تھے ' یہاں فقط اُن بزرگوں کا ذکر ہے جو ویدک رشیوں کے ہم مذہب تھے- اس میں اعلیٰ درجے کی سیاست و تمدن کا بھی ذکر ہے-اگر رگوید حضرت عیسیٰ سے تین ہزاربرس پہلے کی تصنیف ہے تو اس سیاست و تمدن کی ترقی میں بھی کچھہ زمانہ لگا ہوگا - اب قیاس کرلیجئے کہ یہہ دعویٰ کہ آریہ آستریاہنگری سے حضرت عیسیٰ سے ڈھائی ہزار برس پہلے ہندوستان میں آئے کسقدر معقول ہے - دیگر علوم و فنون رگوید کے بعد ہندوستان میں معراج کمال پر پہنچے مگر اور ملک اس وقت قعر پستی میں پڑے ہوئے تھے ؛ پس ہندوستان ہی شایستگی میں سب سے قدیم ہے اور یہی آریوں کا مسکن اولین ہوسکتا ہے *

کتبوں کی شہادت:- کچھہ عرصہ ہوا کہ علمائے جرمنی کو "بوغازکوئی" (Boghaz Koi) میں جو ایشیائے کوچک کا ایک شہر ہے ایک کتبہ ملا ہے - اس میں "ھتائت" (Hittite) اور "متانی" (Mitani) کے راجاؤں کے درمیان جو صلح نامہ ہوا تھا اسکی شرطیں درج ہیں — شرطوں کے لکھنے کے بعد یہہ راجہ چند دیوتاؤں سے دعا مانگتے ہیں کہ وہ انہیں ان شرطوں پر قایم رہنے کی توفیق دیں - یہہ دیوتا اندر ، متر ، ورن وغیرہ ہیں ، ویدوں کے دیوتا بھی یہی ہیں - کتبہ چودہ پندرہ سو برس کا خیال کیا جاتا ہے ' اس سے یہہ ثابت ہوتا ہے کہ کم سے کم اتنے عرصے پہلے ان دیوتاؤں کے پوجنے والے ایشیائے کوچک میں تھے — یہہ کہنا کہ یہہ دیوتا فقط ایشیائے کوچک کے معبود ہیں یا ہندوستان پہنچنے سے پہلے ہی آریوں نے ان دیوتاؤں کو پوجنا شروع کردیا تھا ایک

مضحکہ خیز بات ہے – پروفیسر ایم ونٹرنٹز (M. Winternitz) بھی اس رائے سے اتفاق کرتے ہیں – اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ آریہ یہاں مغرب یعنی آسٹریاھنگری سے آئے ، اس کے برعکس یہہ کہا جاسکتا ہے کہ یہہ مشرق سے وہاں گئے – پروفیسر کیتھہ (Keith) کا بھی خیال ہے کہ وہ مشرق سے ایشیائے کوچک گئے – بابل کے بادشاھوں کے نام ویدوں کے بگڑے ہوئے لفظ ہیں – حضرت عیسیٰ سے سات سو سال پہلے کی ایک فہرست ہے جس میں ان دیوتاؤں کے نام ہیں جن کی اشور (Assyria) میں پرستش ہوتی تھی – خاص دیوتا کا نام آسر مزس (Assar Mazas) ہے – یہہ لفظ اوستا میں اھرمزد اور وید میں آسر کی شکل میں موجود ہے – اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ویدک تہذیب ایشیائے کوچک میں عرصے تک رہی – ضلع پنجاب کے مقام ہڑپا میں زمین سے کچھہ چیزیں نکالی گئی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آریہ اس وقت معراج ترقی پر پہنچے ہوئے تھے – ان کا زمانہ حضرت عیسیٰ سے تین ہزار برس پہلے مانا جاتا ہے – اگر آریہ حضرت عیسیٰ سے صرف ڈھائی ہزار برس پہلے آسٹریاھنگری سے نکلے تو یہہ چیزیں ان سے پہلے یہاں کیوں کر آگئیں ؟ اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ انڈوجرمینک کے دو حصے سینتم اور سیتم ہیں ، پہلے میں مغربی اور دوسرے میں مشرقی زبانیں شامل ہیں ، سینتم میں بعض خصوصیات ہیں جو سیتم میں نہیں – اس کو اس کے ثبوت میں پیش کیا جاتا تھا کہ آسٹریاھنگری آریوں کا مسکن اولین ہے کیونکہ یہہ تمام خصوصیات اسی کی زبان میں پائی جاتی ہیں ، مگر اب "توکھیری" (Tokharian) نامی زبان کا پتا چلا ہے ، جسمیں یہہ تمام آوازیں پائی جاتی ہیں – جس خطہ میں یہہ رائج ہے وہ مشرق میں ہے ، پس یہہ دعویٰ بھی ساقط الاعتبار ہوا *

جو لوگ جنوبی روس یا اسکنڈی نیویا کو آریوں کا مسکن اولین بتاتے ہیں ان کا دعویٰ بھی انہیں دلیلوں پر مبنی ہے جو رد کیجاچکیں مختصر یہہ کہ آریوں کا مسکن اولین بھارت ہے (مترجم)

چھٹا لیکچر

گذشتہ لیکچر میں ہم نے اعمال نمونے لسان اور ان کے ان اثرات پر غور کیا تھا جو لسان من حیث المجموع کی حالت پر اور مختلف زبانوں کے عرصۂ وجود میں آنے پر پڑتے ہیں ، اور خاتمے سے پہلے بولیوں کے اصلی اختلاف اور قواعد و علم ادب کے مطالعہ سے ان بولیوں پر جو اثر پڑتے ہیں ان سے بھی مختصر بحث کی تھی — اس کے بعد ہم نے اس پر ایک نظر ڈالی کہ جو اصول ہم نے قایم کئے ہیں وہ کیونکر اور کس حد تک روئے زمین پر جو بےانتہا زبانیں پھیلی ہوئی ہیں ان کے ظاہری اختلاف کی توجیہہ ، تقسیم اور ترتیب میں مدد دیتے ہیں — اس کا نتیجہ یہہ ہوا کہ ہمیں تسلیم کرنا پڑا کہ خود ہماری زبان ان بولیوں میں سے ایک بولی ہے جو آپس میں قریبی تعلق رکھتی ہیں اور جرمانی زمرہ میں داخل ہیں — ہمیں ماننا پڑا کہ خود جرمانی زمرہ ایک وسیع تر خاندان کا فرد ہے جس میں یورپ کی تمام زبانیں مع ایشیا کے ایک حصے کی زبانوں کے شامل ہیں اور اس وسیع تر خاندان کی سات شاخیں ہیں یعنی ہندوستانی ، ایرانی ، یونانی ، لاطینی ، جرمانی ، سلیوانی (جس میں لتھوانی بھی شامل ہے جسے بعض بعض ایک الگ شاخ مانتے ہیں) اور سیلتی — ہم نے اس خاندان کا نام انڈویورپین رکھا — کسی جگہہ اور کسی زمانے میں ایک جماعت واحد ایک زبان واحد بولتی تھی جس سے یہہ سب زبانیں روایت لسانی کے عالمگیر قانون کے مطابق ان اعمال سے ظہورپذیر ہوئیں جو آج بھی نطق انسان کے ہر حصے میں مصروف کار فرمائی ہیں — ہم پہلے ہی اس کا اعتراف کرچکے ہیں کہ ہم قطعی کوئی ایسا پتا نہ چلاسکے جس میں تھوڑا بہت بھی صحت کا شائبہ پایا جائے اور جس سے معلوم ہو کہ یہہ جماعت کہاں رہتی تھی اور اسے کتنا زمانہ گذرا لیکن گمان غالب یہہ ہے کہ اس کا وطن کہیں ایشیا میں تھا اور یقیناً یہہ حضرت عیسیٰ سے تین ہزار برس

پہلے گذری ہے — شہادت لساني سے صرف کچھہ قابل قدر باتیں اس کے بارہ میں معلوم ہوتی ہیں کہ اس کي تہذیب کا اس وقت کیا عالم تھا - اس سوال کو نظر انداز کر کے کہ آیا خود انڈویورپین خاندان کو ایک اس سے وسیع تر خاندان کا فرد تصور کرسکتے ہیں یا نہیں جس میں نسل انسان کي تمام یا قریب قریب تمام زبانیں داخل ہیں ' اس لیکچر میں انڈویورپین جن افراد سے بنی ہے ان کي نسبت زیادہ مفصل بحث کرني ہے - یہہ دکھانا ہے کہ یہہ افراد کب اور کہاں بنے ' جو تاریخی اہمیت ان سے اور ان کے بولنے والوں سے وابستہ ہے اس پر نظر ڈالني ہے ' مبادي لسانیات ہونے کي حیثیت سے ان کے مرتبے کي توضیح کرنی ہے اور تحقیقات لساني کے اس عام طریقے کی جس کا سنگ بنیاد ان کے مطالعہ پر رکھا گیا ہے از سر نو اور زیادہ منظم جانچ پرتال کرني ہے *

افراد جرماني

سب سے بہتر یہہ ہوگا کہ ہم انڈویورپین زبان کے اختلاف کا تبصرہ اپني ہي شاخ جرماني سے شروع کریں — ہم اس سے پہلے کہہ چکے ہیں کہ اس کي موجودہ بولیاں تین زمروں یا زیرشاخوں میں منقسم ہیں: (۱) لوجرمن جس میں شمالي جرمني اور نیدرلینڈ مع ان دونوں کي نوآبادي یعني برطانیہ اور خود برطانیہ کے موجودہ کثیر اور دور تک پھیلي ہوئی نوآبادیاں شامل ہیں ' (۲) ہائي جرمن جو وسطي اور جنوبي جرمني کو گھیرے ہے ' اور (۳) اسکنڈي نیوي جو ڈنمارک ' سویڈن ' ناروے اور آئسلینڈ کے اقطاع پر محیط ہے - زمرۂ لو جرمن میں انگریزي سب سے زیادہ اہمیت رکھتي ہے ' اس کی پراز واقعات تاریخ کا ' جس کی توضیح ادبي تحریرات قدم قدم پر کرتی ہیں ' پتا لگاتے چلتے ہیں تو زمانۂ وسطی کي انگریزی (سنہ ۱۵۵۰—۱۳۵۰ ع) ' قدیم انگریزي (سنہ ۱۳۵۰—۱۲۵۰ع) اور نیم سیکسن (سنہ ۱۲۵۰—۱۱۵۰ع) سے گذرتے ہوئے اینگلوسیکسن تک پہنچ جاتے ہیں جس کا دامن سن

عیسوي کی ساتویں صدي سے وابستہ ھے اور جس سے جرماني بولیوں میں صرف ایک قدامت میں بڑھي ھوئي ھے – اس کي قدیم یادگاریں بلحاظ اسلوب و عروض، اور ان میں سے کم سے کم ایک یعني Beowulf تو بلحاظ مضمون و مبحث بھي ، ھمیں جرماني تاریخ کے زمان قبل مسیح میں لے جاتی ھیں – ھم یہاں انگریزي زبان کي نوعیت و تغیرات سے مفصل بحث نہ کرینگے اگرچہ یہہ ایک دلچسپ اور مفید کام ھے – ھم اس کام کو اور مصنفوں کے حوالہ کرکے صرف اسکے اتنے ھی حصے سے بحث کرینگے جس سے بعد میں ھمیں عام قوانین لسانی کی توضیح و تشریح کے لئے کام پڑے گا *

انگریزي کی قدیم‌ترین شکل یا اینگلوسیکسن سے قریب‌ترین رشتہ رکھنےوالوں میں سے ایک تو جرمنی کے شمالی ساحل پر کي فریزي ھے ، چودھویں صدي میں اور اس کے بعد تک بھي اس کا اپنا علم ادب تھا ، یہہ قانون و آئیں سے مالامال تھا اور اس کے روز مرہ کی طرز قدیم ھائی جرمن سے کچھہ کم دقیانوسي نہ تھي باوجودیکہ مقابلۃً اسے منصۂ شہود پر آئے ھوئے عرصہ نہ ھوا تھا – دوسري قدیم سیکسن ھے یعنی شمالی جرمني کی خاص زبان جو دریائے رائن اور ایلب کے درمیان رائج تھي، اس کی ھمیں صرف ایک تصنیف Heliand یا Savior ملتی ھے جو غالباً نوین صدي میں لکھي گئي ھوگی اس میں حضرت عیسیٰ کي سوانح عمري نظم میں ھے – اس سے پہلے کے ایک لیکچر (دیکھو صفحہ ۲۱۸) میں بتایا جا چکا ھے کہ فریزي اور سیکسن دونوں کو ھائي جرمن کے زبردست اثر نے موجودہ زمانے کے تربیت‌یافتہ دائرے سے قطعي خارج کردیا اور ان کي قلمرو کو ان سے ملتي ھوئي بولیوں نے بھي غصب کرلیا ، پس آج ان کي ھستی صرف ایک معمولي دھقاني بولی سے زیادہ وقعت نہیں رکھتي – اگر سیاسي آزادي آڑے نہ آجاتي تو ھالینڈ کي انوکھي زبان کا بھي یہی حشر ھوتا – نیدرلینڈ یا ڈچ کے ادب کا پتا تیرھویں صدي تک چلتا ھے ، اگرچہ یہہ سولھویں صدي یعنی اس زمانے سے جب کہ یہہ ملک ھسپانیہ

کے سیاسی مظالم سے تنگ آکر سخت جد و جہد میں مصروف تھا زیادہ نمایاں طور سے نظر آتا ہے - اہل فلانڈر کا اس سے بہت ہی ملتا جلتا روزمرہ یعنی فلیمی اپنا جداگانہ دفتر رکھتی ہے جو قدامت میں ڈچ کا ہمپلہ ہے - یہہ زبان اب معدوم ہوگئی *

ہم نے جب ادبی بولیوں کے پیدا ہونے اور پھیلنے کا ذکر کیا تھا ہم اس وقت ہائی جرمن کی تاریخ کا مختصر خاکہ کھینچ چکے ہیں ، اس کے تین دور مانے گئے ہیں - پہلا دور قدیم ہائی جرمن (Althoch-deutsch) کا وہ زمانہ ہے جو آٹھویں سے بارھویں صدی تک پر مشتمل ہے، اس کی یادگاروں کی تو کمی نہیں لیکن چند کو چھوڑکر سب کے ماخذ پر عیسائیت کا رنگ چڑھا ہوا ہے اور مذہب میں ڈوبی ہوئی ہیں یہہ یادگاریں تین خاص ''تل بولیوں'' یعنی (۱) افرنجی (۲) المانی اور سوابی (۳) اور بویری اور آسٹری کو ظاہر کرتی ہیں - دوسرا دور یعنی زمانۂ وسطی کی ہائی جرمن (Mittelhochdeutsch) قریب‌قریب چار صدیوں پر محتوی ہے جو بارھویں صدی سے شروع ہوکر پندرھویں صدی پر ختم ہوتا ہے ، اس زمانے کی ممتاز بولی سوابی ہے ، اس کا کثیر ادب ہمیں اس زمانے کی شاعری کی قابل‌قدر تصنیفات سے روشناس کرتا ہے ، جو Minnesingers کی غزل‌سرائی کا نتیجہ ہیں اور قدیم قومی جرمن روایات کی بیش‌بہا یادگاریں یعنی رزمیہ قصص (Heldensagen) ہیں - رزم میں نیبیلنجن کی مثنوی (Nibelungenlied) اعلیٰ درجے کا کلام ہے، اس سے بہتر کسی ملک نے کسی زمانے میں نہ پیدا کیا ہوگا - نئی ہائی جرمن کی زبان و ادب کا دور سولہویں صدی کے شروع سے چل‌کر ہم تک پہنچتا ہے ، ہم اسی کو جرمن زبان کہاکرتے ہیں اسکے بارہ میں کچھہ کہنے کی ضرورت نہیں *

جرمانی شاخ کا تیسرا زمرہ اسکنڈی‌نیوی ہے - اس کی نہایت ہی پرانے زمانے کی یادگاریں ہمیں آئسلینڈ سے ملی ہیں ، یہہ وہ دور دست و وحشت‌خیز جزیرہ ہے جہاں کوہ آتش‌فشاں آگ برسا رہے ہیں ؛

چشموں میں جلتا ہوا پانی ابل رہا ہے اور برف کے میدان کے میدان نظر آتے ہیں - نویں صدی میں لوگوں نے ناروے سے بھاگ کر یہاں پناہ لی ، عرصے تک یہہ خودمختار نوآبادی بنا رہا ، ادبی تربیت اور افسانوی گیتوں کا گہوارہ تھا - یہاں عیسائیت اپنے جوش میں اتنی اندھی نہ تھی جتنی کہ جرمنی کے اور اقطاع میں ، پس قدیم مذہب و مراسم کا دفتر صفحۂ ہستی سے حرف غلط کی طرح محو ہونے سے بچ گیا - دونوں Eddas جن کی تدوین بارھویں اور تیرھویں صدی میں ہوئی اور آج تک محفوظ ہیں تمام جرمانی ادب میں لہجہ اور مضمون کے لحاظ سے قدیم‌ترین ہیں - جرمانی قوم کی قدامت کی یہہ انمول دستاویزیں ہیں - اگرچہ قدیم اینگلوسیکسن اور ہائی جرمن کے مقابلے میں Eddas کی زبان جدید ہی ہے تاہم صوتی اور قواعدی شکل کے لحاظ سے قدامت میں دونوں کی ہم‌پلہ ہے - Eddas کی تدوین کو چھہ سات صدیاں گذریں مگر ان کی زبان اور موجودہ آیسلینڈی میں کوئی بہت بڑا فرق نہیں ہے - تمام موجودہ جرمانی زبانوں میں آیسلینڈی وہ زبان ہے جس نے اس اصلی ساخت کو جو سب میں مشترک تھی سب سے زیادہ محفوظ رکھا اور جس میں یہہ اصلی ساخت سب سے زیادہ پائی جاتی ہے - آئسلینڈی کے علاوہ اسکنڈی‌نیوی زمرے میں ناروی، ڈچ اور سویڈی یہہ تین زبانیں اور شامل ہیں یہہ بھی ادبی تربیت سے بہرہ‌اندوز ہوئی ہیں مگر ''قدیم نارس'' زبان سے جسے بالعموم قدیم آئسلینڈی سے موسوم کرتے ہیں نہیں نکلیں - ناروی اس سے سب سے زیادہ مماثل ہے ، باقی کی اسکنڈی‌نیوی کی بولیوں کی قدیم تر تقسیم ظاہر کرتی ہیں *

ہمارے پاس نہ تو اب کوئی ذریعہ ہے اور نہ آیندہ کبھی ہونیکا امکان ہے جس سے معلوم ہوجائے کہ جرمانی زبان کی کتنی اور شاخیں تھیں جو ان تینوں کی جن کا ہم ذکر کرچکے ہیں ہم‌رتبہ و ہم‌عصر تھیں اور بعد میں معدوم ہوگئیں کیونکہ ان کے بولنے والے صفحۂ ہستی سے

مٹ گئے لیکن ان معدوم شاخوں میں سے کم سے کم ایک کی قابل‌قدر باقیات تباہی سے بچ گئیں اور جو قوم اس زبان کو بولتی تھی اس کی عام بربادی کے ساتھ ساتھ ان پر بلا نازل نہ ہوئی - عظیم‌الشان اور مشہور گاتھک قوم کا ایک مغربی حصہ دریائے ڈنیوب کے حصۂ زیرین کو کسی وقت چوتھی صدی کی ابتداء میں عبور کرکے روما کے ضلع میسیا میں جا آباد ہوا ، رومانی رعایا بن گیا اور عیسائیت اختیار کرلی - ان کی خاطر ان کے رہنما اور اسقف الفلس (Ulfilas) نے اسی صدی کے اواخر میں قریب قریب تمام انجیل کا ترجمہ انہیں کے روزمرہ میں کیا مگر جس خط میں یہہ ترجمہ لکھا تھا وہ خود اسی کی ایجاد اور یونانی حروف تہجی پر مبنی تھا - پانسو برس بعد گاتھک کا کہیں پتا نہ تھا لیکن گاتھک انجیل کا بہت بڑا حصہ یعنی پولوس کے خطوط اور عہد عتیق کے اجزاء آج تک محفوظ ہیں ، یہہ پانچویں صدی کا ایک مسودہ سویڈن کے مقام اپسالا (Upsala) میں موجود ہے - اگرچہ عہد قدیم کی یہہ یادگاریں ناکافی ہیں مگر انڈویورپین خاندان کی تمام جرمانی شاخ کی توضیح کرنے اور اس بعد و فصل کے متعانے کے لئے جو اس کے اور دیگر شاخوں کے درمیان حایل ہے ان کی قدر و قیمت کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا کیونکہ بلحاظ زمانہ اور زمانے سے بھی زیادہ بلحاظ مصالح و ساخت ان کا روز مرہ بمقابلۂ جرمانی زبان کی ہیئات مختلفہ کے روزمرہ کے سب سے قدیم ہے - یہہ باقی کی سب یا اُن میں سے کسی کی جنمداتا نہیں ہے بلکہ اُن کی سب سے بڑی بہن ہے اور ہر طرح سے اس کی مستحق کہ خاندان کی سرداری کا دعوی کرے *

سلیوانی شاخ

جرمانی کے بعد ہم سلیوانی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں کیونکہ دونوں میں فاصلہ کم ہے اور غالباً اوروں کے مقابلے میں رشتہ بھی قریب کا ، اس کے بارہ میں زیادہ بحث کی ضرورت نہیں ، اس سے ہمیں بہت ہی کم دلچسپی ہے اس لئے کہ ہماری قوم و علم سے اسے بہت

هي دور کي نسبت هے- اس کی تاریخي اهمیت اور ادبي منزلت ادنیٰ درجے کي هے اور اُسے ظهورپذیر هوئے تهوڑا هي زمانه گذرا — قریب قریب هر پهلو سے اگر قدامت شکل اور زمانے کا لحاظ کیا جائے تو قدیم بلغاریوں کي زبان اس کی بولیوں میں سب سے پرانی هے ، اب سےقریب قریب ایک هزار برس پهلے ان کے رسول سرل (Cyril) نے اس زبان میں انجیل کا ترجمه کیا تها - یهه ایک عجب حسن اتفاق هے که جرماني اور سلیواني دونوں زبانوں کا علم همیں پهلے پهل ترجمۂ انجیل کے ذریعه اور قریب قریب ایک هي جغرافیوي مقام سے هوتا هے کیوں که جب گاتهه (Goths) زیرین حصۂ ڈنیوب کے جنوبي ساحل پر مت گئے تو بلغاری ان کي سلطنت کے مالک هوئے — لیکن اس قدیم زبان اور موجودہ بلغاري میں بهت فرق پڑگیا جس کا باعث یهه هے که اس عرصے میں یهه بےحد تیزي سے بدلتی رهي - سلیواني اقوام کے پرانی زبان کو اپني مقدس زبان بنالینے اور کلیسائے یونان کے مذهبي حلقوں میں اس حیثیت سے اس کا آج تک رواج هونے کي وجهه سے اسے عام طور سے قدیم سلیوانی یا کلیسائي سلیواني کهتے هیں - یهه سلیواني شاخ کے اس حصے سےتعلق رکهتي هے جسے جنوبي شرقي حصه کهتے هیں- اسی حصے میں روسي، اوروں سے کهیں زیادہ اهمیت رکهتی هے ، روسي کے دو حصے هیں ، اصل روسي اور اسکی چهوٹي بهن (Little Rusian) جسے روتهاني کهتےهیں- آج کل روسي ایک ادبي زبان هے اور بهت کچهه اهمیت رکهتي هے ، جو چند دستاویزیں ملتی هیں ان سے اس کي گیارهویں صدي تک کی شکلوں کا پتا لگتا هے - اس کے تربیت‌یافته ارتقاء پر کلیسائي سلیواني کے اثر کا گهرا نقش مرتسم هے ، علاوہ اس کے جنوبي‌شرقي حصے میں استائیریا (Styria) اور کارنتهیا (Carinthia) کي سلیوانی اور سربي مع اپنے سے قریبي تعلق رکهنےوالی بولی کروتي کے شامل هیں ان زبانوں کے دسویں بلکه نویں صدي تک کے پرانے نمونے ملتے هیں ، سربي کا موجودہ ادب دل‌چسپ مقبول عام گیتوں کا مخزن هے *

دوسرے حصے یعني مغربی میں پولي ، بهیمي داخل هیں - بهیمی

سے موراوي سلووائي اور بُلائي اور زيرين سوربي اور پولابي تعلق رکھتي هيں جو دريائے ايلب کے کنارہ بولي جاتي هيں - ان ميں بهيمي سب سے قديم هے جس کي غالبًا دسوين صدي تک کي يادگاريں دستياب هوتي هيں - پولي کا علم ادب چودهوين صدي سے شروع هوتا هے اس سے پهلے اس کے تعليم يافتہ اصحاب محض لاطيني ميں خامہ فرسائي کرتے تهے - اوروں کے پاس کوئي چيز نهيں جو سولهويں صدي سے پيشتر کي هو اور کسي لحاظ سے بهي يهہ کسي قابل نهيں *

لتهوانيي زمرہ

لتهوانی يا ليتک بوليوں کا زمرہ کبهي تو سلبواني کا جزو مانا جاتا هے اور کبهي ايک جداگانہ شاخ - جو اس کو ايک جداگانہ شاخ مانتے هيں وہ بهي اسے اور شاخوں کا هم مرتبہ سمجهتے هيں اور اس کے قائل هيں کہ سلبواني سے اس کا گهرا تعلق هے ، هماري رائے ميں بهي يهي مسلک زيادہ معقول هے - اس ميں تاريخي يا ادبي اهميت برائے نام هي هے اس کي دلچسپي کا دار و مدار محض اس امر پر هے کہ اپنے تاريخي اسباب کے زيز عمل ، جس کي آج تک کوئي تاويل نہ کي جاسکي اور نہ غالبا آيندہ کي جاسکے ، اس نے انڈويورپين زبان کي بهت سي شکلوں کو اصلي حالت ميں محفوظ رکها يهہ کام اس تمام خاندان کي کوئي بولي بهي جسے هم جانتے هيں اور جو اس سے دو هزار سال عمر ميں زيادہ نهيں هے نہ کرسکي - يهہ زمرہ تين بوليوں سے بنا هے ، ان ميں ايک قديم پروشي جو باشندگان شمالي شرقي پروشيا کي اصلي زبان هے دو سو برس هوئے فنا هوچکي ، لوجرمن نے اسکي هستي متادي اور اس کي يادگار محض ايک چهوٹا سا مذهبي اصول کا رسالہ بصورت سوال و جواب رہ گيا هے باقي دو يعني لتهواني اور ليتش يا ليواني کو لاکهہ دو لاکهہ روسي اور ان پروشي اضلاع کے باشندے بولتے هيں جو بهيرہ بالتک کے ساحل پر واقع هيں ليکن ايک نہ ايک دن ان کو بهي يهہ روز بد ديکهنا پڑے گا کہ جرمني اور روسي کے مقابلے ميں هتهيار ڈالديں اور اپني

بھی قدیم پروشی کی طرح معدوم ہوجائیں — لتھوانی کی جو پرانی سے پرانی دستاویز ملتی ہے وہ سولھویں صدی کی ہے - جنوبی یا ہائی لتھوانی کی شکل سب سے قدیم ہے - لو لتھوانی اور بالخصوص شمالی لیٹک سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے قدیم مصالح کو اتنا محفوظ نہیں رکھا *

سیلٹی شاخ کے افراد

پچھلے لیکچر میں بتایا جا چکا ہے کہ رومانی اور جرمانی زبانوں نے سیلٹی زبانوں کی شمع حیات قریب قریب گل کردی اور وہ یورپ کے جس وسیع خطے کی کسی زمانے میں مالک تھیں اس کے دور دراز کونوں میں منہ چھپائے پڑی ہیں - بالائی اسکاٹ‌لینڈ ، ایرستان کے نہایت ہی غیرآباد حصے ، جزیرہ مان ، ویلز کے پہاڑ ، کارنوال کی پرخار وادیاں ، وہ قطعۂ زمین جو آبنائے برطانیہ کے پار کار نوال کے بہت ہی قریب واقع ہے اور راس برتانی (Brittany) صرف وہ اقطاع ہیں جہاں کئی صدیوں سے سیلٹی کی صدائیں گونج رہی ہیں — کارنی کا معدوم ہونا تو ابھی کل کی بات ہے ، موجودہ پشت کے دیکھتے ہی دیکھتے مٹ گئی ، ایرستانی کا بھی یہی حشر ہونےوا ہے — گیلک ہائی‌لینڈ کی کامل تربیت وتہذیب کے سامنے نہ جی سکےگی ، اغلب ہے کہ بریٹن (Breton) کے کسانوں کی گنواری بولی کو فرانسیسی پیس ڈالے اور اگرچہ باشندگان ویلز اپنی نرالی طرز گفتگو کو بہت ذوق و شوق سے سینے سے لگائے ہوئے ہیں لیکن ہمیں تو شک ہی ہے کہ وہ ہمیشہ ان مفاد سے بہرہ‌اندوز ہونے سے انکار کرتے رہیں‌گے جو اس کے چھوڑنے اور اپنے سے بڑی جماعت میں جس کا وہ جزو ہیں مدغم ہونے سے حاصل ہوں‌گے — آج تک تو کوئی ایسی متجانس‌الاجزاء خودمختار سیلٹی حکومت ہوئی نہیں جو اپنی زبان کو اور زبانوں کی دست‌برد سے پناہ دے سکی ہو - اور اب ایسی پناہ اول تو ممکن نہیں اور ممکن بھی ہو تو اس کی ہستی فقط قایم رکھہ سکتی ہے *

جن دستاویزوں سے سیلٹی زبان کی توضیح ہو سکتی ہے ان سے قابل اطمینان طریقے سے بحث کرنا بہت دشوار ہے کیوں کہ ایک انوکھا اور نمایاں لسانی مرض پھیلا ہوا ہے – اسے ماہران لسانیات " سیلٹیا روگ " (Celto-mania) کہتے ہیں اور اس میں لسانیات کا مطالعہ کرنےوالوں میں سے سیلٹی اصل والے تو خاصکر اور کسی حد تک اجنبی بھی گرفتار ہوگئے ، نتیجہ یہہ ہوا کہ سیلٹی تہذیب ، زبان اور ادب کی تعریف کے پل باندہ دئے گئے، کوئی کہتا ہے کہ سیلٹی ہی سب سے پرانی اور کم بگڑی ہوئی زبان ہے ، اسی کو وہ قومیں بولتی تھیں جو ان لوگوں سے بھی پہلے گذری ہیں جن کا ذکر زمانے کی مقدس اور غیرمقدس تاریخ میں آیا ہے اور صرف یہی دنیا بھر کی اشتقاقیات کی اصل ہے – کسی نے قدیم کتبے اور مشکل عبارتیں جن کا ماخذ بالکل الگ ہے اور جو دور دراز ملکوں میں ملے ہیں یہہ کہہکر سیلٹی کے ذریعہ پڑھے ہیں کہ ان میں اصلی اوسیانی کی جھلک پائی جاتی ہے – کسی نے مختلف زبانوں کے مہمل لفظوں کی اصلیت تلاش کرتے کرتے انہیں سیلٹی مادوں سے جا ملایا اور کہہ دیا کہ ایری اور ویلزی کے توسل سے ان کا سلسلہ نسب وہاں تک پہنچتا ہے ، مختصر یہہ کہ اسی قسم کی بہت سی باتیں ہیں – معقول و بےلوث تحقیقات ان بلندآہنگ دعووں کی قطع و برید کرکے انہیں اس سطح پر لے آتی ہے جس کے یہہ مستحق ہیں *

لاطینی نے ہسپانیہ، فرانس اور شمالی ایطالیہ کی گالی بولیوں کو ایسا کامل طور سے مٹایا کہ لاطینی کے آخری زمانے کے روزمرہ یا بچی بچائی تحریروں ، کتبوں اور سکوں میں ان کے اس قدر قلیل آثار باقی ہیں کہ ماہران سیلٹی کا یہہ متنازعہ فیہ مسئلہ ہے کہ گدھیلک اور کمریائی میں سے جو سیلٹی کے معروف و معلوم حصے ہیں کسی سے تعلق رکھتی ہیں یا بذات خود ایک تیسری شاخ ہیں ، جو گدھیلک اور کمریائی کی ہمپلہ ہے – اس سے قطع نظر کہ گالی کے کتبے بہت ہی کم اور مبہم ہیں اور مستند استاذہ کے کلام میں جو مفرد لفظ ملتے ہیں ان کی تعداد

بھی تھوڑی ھے ایرستانی اور ویلزی دونوں کی قدیم زمانے کی تحریریں محض فرھنگیں ھیں یا بین السطور ترجمے ، حاشئے اور تفسیریں جنھیں ماھران سیلٹی نے ان مسودات پر جن کا مطالعہ کر رھے تھے اس زمانہ قدیم میں لکھہ دیا جب ویلز اور ایرستان اور بالخصوص ثانی الذکر عیسائیت اور ادب کے پرجوش مرکز بنے ھوئے تھے ۔ ان میں ایرستانی فرھنگوں کی کثرت ھے اور ان سے بخوبی اندازہ ھوتا ھے کہ آٹھویں صدی کے آخر میں زبان کا کیا حال تھا — ایک تصنیف یعنی سینٹ پیٹرک (Saint Patrick) کی سوانح عمری بھی ملتی ھے — اس کی نسبت خیال ھے کہ نویں صدی کے شروع کی ھے — دوسری خاص گڈھیلک بولی یعنی اسکاٹ لینڈ کی گیلک کے تھوڑے سے گیت ملتے ھیں جو سولھویں صدی کے ھیں — اوسیانی نظموں نے سو برس پہلے لوگوں کو زور و شور سے اپنی طرف متوجہ کیا تھا اور ان کی اصلیت اور قدر و قیمت پر خوب مزے مزے کی بحثیں ھوتی تھیں مگر معلوم ھوتا ھے کہ اُن کی عمارت اصلی گیلک روایت کی کمزور بنیاد پر رکھی گئی تھی *

کمریائی حصے میں ویلزی فرھنگیں جن کا ابھی ذکر ھوچکا ھے سب سے قدیم یادگاریں ھیں جن کی صحیح صحیح تاریخیں معلوم ھیں ۔ قدامت میں تو یہہ ایرستانی فرھنگوں سے کم نہیں اور اگر ھوں گی بھی تو برائے نام کیونکہ آٹھویں اور دسویں صدی کے درمیان کسی زمانے کی تحریریں ھیں مگر ان کی تعداد ایرستانی فرھنگوں سے بہت کم ھے ، بس وہ اتنی ھی ھے جس سے یہہ ثابت کیا جاسکے کہ اس زبان کی بہت ھی قدیم زمانے کی جو یادگاریں واقعی ادبی اوصاف سے متصف ھیں ان کی قدامت محض فرضی ھے — گذشتہ زمانے میں صدیوں تک ویلزی بھات اپنی قوم کی عظمت و زوال کے افسانے جوش دلانےوالی لے میں سناتے رھے اور لوگوں کا دعوی ھے کہ ھزار سال سے بھی کہیں زیادہ عرصہ یا چھٹی صدی یعنی سیکسنز کے حملے اور فتح کے زمانے سے ان کے

گیت باحتیاط اور مسلسل روایت کے ذریعہ پشت در پشت منتقل ہوتے رہے — یہہ دعوی غالباً معقول ہے لیکن اس کے ساتھہ ہی یہہ بھی یقینی ہے کہ جیسے جیسے وہ منتقل ہوتے رہے اُن کی عبارت بھی بدلتی رہی اس لئے آج وہ جس شکل اور ہیئت میں ملتے ہیں وہ قدیم سے قدیم تحریر یا بارھویں سے چودھویں صدی تک کے زمانے سے بہت پہلے کی نہیں ہے — بعد کے ویلزی ادب اور ایرستانی ادب کی بھی کوئی کمی نہیں- کارنی کے ادب کی بھی اچھی خاصی تعداد ہے اور اس کی عمر بھی قریب قریب اتنی ہی ہے جتنی ویلزی وغیرہ کی- اس کی قدیم یادگار ایک لاطینی کارنی لغت ہے ؛ یہہ شاید بارھویں صدی کی تصنیف ہے — برتانی کی زبان یعنی ارموریکی، ویلزی اور کارنی سے اس قدر ملتی جلتی ہے کہ اس کو گالوں (Gauls) کی سیلتی بولیوں کی قایم مقام اور بلافیات نہیں کہا جاسکتا بلکہ اس کا تعلق اُن نوآبادوں اور پناہگزینوں سے سمجھنا چاھئے جو برطانیہ سے بھاگ کر آئے تھے- یہہ ایک یا دو مختصر سی تصنیفات میں ملتی ہے *

ایطالی یا رومانی شاخ کے افراد

اس کے بعد ہم رومانی شاخ کو لیتے ہیں- بحث کی کسی ابتدائی منزل میں، جب کہ اس کی مختصر تاریخ پر نظر ڈالی جارہی تھی، ہم نے اس کے لئے یہہ نام تجویز کیا تھا - جن زبانوں سے یہہ بنی ہے اور جن کی الگ الگ روایات انسانی کی موجوں کا ہم یہاں تک پتا لگالیتے ہیں کہ وہ آکر ایک ہی مرکز پر جمع اور لاطینی میں مدغم ہوجاتی ہیں ان میں سے دو یعنی ایک تو ریٹورومانی جو جنوبی سوئٹزرلینڈ اور اڈریاٹک کے سرے پر رائج تھی اور دوسری ویلیکین جس کا گھر شمالی ترکی کے اضلاع تھے ، کوئی ایسا ادب نہیں رکھتیں جس کی کچھہ قدر و قیمت ہو یا جس کو ان کا ذاتی ادب کہہ سکیں - باقی پانچ یعنی فرانسیسی، پرووِنسال ، ہسپانی ، پرتگالی اور ایطالی سب کی سب دھقانی بولیوں سے ترقی کرکے اس مرتبے پر پہنچیں اور اسی وقت کے قریب یا

گیارھویں یارھویں اور تیرھویں صدي سے پر پرزے نکال کر قومي تربیت یافتہ زبانون کا رنگ اختیار کرنےلگیں- فرانسیسي کي بعض بعض تحریریں دسویں صدي کي بھي دستیاب ھوتي ھین لیکن ابتدائي زمانے کا فرانسیسی ادب بارھویں اور تیرھوین صدی کا ھے ، یہہ کثیر اور مختلف مباحث پر محتوي ھے اور اس کا وہ حصہ جسے رومان (Romance)سے تعبیر کرتے ھیں عجیب و غریب سرعت سے تربیت‌یافتہ یورپ مین بالعموم مرغوب و مطبوع ھوگیا- پرووںسال کی شاعري صنف غزل سے تعلق رکھتي ھے - یہہ رسیا شاعروں (troubadours) کے ترانے ھیں- دربار طولوس میں ان کا بہت دور دورہ تھا - اس کے مضامین یا تو عشقیہ ھین یا ھجویہ - اس کی مختصر مگر با شان و شوکت زندگي کا تین سو سال بعد چودھوین صدي میں خاتمہ ھوگیا - ایطالی کی تہذیب و تربیت کا دور بارھویں صدي کے قریب فریڈرک دوم کے دربار سے شروع ھوتا ھے مگر کل ڈیڑہ سو برس میں اس نے تین جید شاعر پیدا کئے جن کا کلام لوگوں کو وجد مین لاتا اور بیان تڑپا دیتا ھے ، ان کے نام دانتے (Dante) (وفات سنہ ۱۳۲۱ ع) پیترارک (Petrarch) (وفات سنہ ۱۳۷۴ ع) اور بوکاچو (Boccaccio) (وفات سنہ۱۳۷۵ع) ھیں - ھسپاني کی رزمیہ شاعري بارھویں صدي سے شروع ھوتي ھے اور پرتگالي کي بھي اسی وقت کي یادگاریں ملتي ھیں - ان زبانون میں فرانسیسي وہ زبان ھے جو تاریخي زمانے میں بہت بدلی - قدیم فرانسیسی اور پرووںسال گویا موجودہ زبان اور قدیم لاطیني کي درمیاني منزلین ھیں جن سے معلوم ھوتا ھے کہ لاطینی بدل کر موجودہ فرانسیسی کیسے بن گئي *

اگر ھم نے اس شاخ کو رومانی سے تعبیر کیا جس سے ان زبانوں کا تعلق ھے تو اس کي وجہہ یہہ ھے کہ ھم نے اس کے آخري زمانے کی تاریخ اور موجودہ ساخت کو مد نظر رکھا ، لیکن ھمارا یہہ فعل اعتراض سے لرفع نہیں ھے - انڈویورپین کے طالب علم لسانیات کے نزدیک یہہ

ایک واحد و معروف اصل یعنی لاطینی کی زمانہ حال کی فروع ہیں۔ ان کی تدریجی ترقی کا منزل بمنزل پتا لگانا نہایت دلچسپ کام ہے بلکہ یوں کہئے کہ یہہ کام ایک مذہب و مسلک کا رتبہ رکھتا ہے ، ان سے ہر قسم کے اعمال نموئے لسانی کی بکثرت مثالیں ملتی ہیں ، لیکن انڈویورپین زبان سے یہہ کوئی براہ راست تعلق نہیں رکھتیں اس لحاظ سے اگر کوئی قدر و قیمت ہے تو وہ لاطینی کے توسل سے ہے جو ان سب کی مشترک صورت ہے۔ خود لاطینی کے بعیدی تعلق کا حال اور ذرائع سے معلوم ہوتا ہے ۔ لاطینی کی کلاسک ہیئت تو حضرت عیسیٰ سے سو دو سو سال پہلے کے عالم اور خواندہ رومانیوں کی زبان ہے ۔ ادبی تربیت کے اثر سے بمقابلہ قدیم ترین مصنفوں (Plautus, Terence, Andronicus) Livius) کی عبارت کے جن کا پورا یا ادھورا کلام ہم تک پہنچا ہے اس میں کسیقدر زیادہ شستگی پائی جاتی ہے اور ابتدائی رومانی زبان سے بہت بدلی ہوئی ہے ۔ یہہ بات ان یادگاروں سے بخوبی ثابت ہوتی ہے جو ابھی تک ملتی ہیں مثلاً دیولی اس (Duillius) کے ستون پر کی تحریر جو حضرت عیسیٰ سے قریب دوسو ساٹھہ سال پہلے کی ہے ، سپیو (Scipio) کے ایک بانی کے تابوت پر کی تحریر جو اس سے کچھہ ہی مدت پہلے کی ہے اور بالخصوص سلائی (Salian) مناجات اور ارواس بھائیوں (fratres arvales) کے گیت جو اس سے بھی پرانے ہیں مگر جن کی صحیح صحیح تاریخیں نہیں معلوم اور جن کا مفہوم اچھے سے اچھا لاطینی کا عالم بھی نہیں سمجھہ سکتا جب تک وہ معانی و مطالب نہ معلوم ہوں ، جو اُن کے ساتھہ پشت در پشت بذریعہ روایت چلے آرہے ہیں۔ ان یادگاروں میں بہت سی قدیم شکلیں محفوظ ہیں جن سے زبان کی صوتی و قواعدی ارتقاء کے بیش بہا اشارات و کنایات ملتے ہیں ۔ ان تحریروں کی شہادت کو اور ایطالی بولیوں کی شہادت بہت ہی اہم طریقے سے تقویت دیتی ہے ـــ سانی (Samnites) اور اُن کے حلیف جنوبی ایطالیہ کی آسکن یا اُمبیکن بولتے تھے ۔ رومانیوں نے انہیں سے اس جزیرہ نما کی حکومت بہت سخت اور مشقہ جد و جہد کے بعد چھینی،

حضرت مسیح سے سو سال پہلے تک جنوبی اضلاع کی عدالتوں میں یہی زبان رائج تھی اور حضرت عیسیٰ سے دو یا تین صدی پہلے کے سکے اور کتبے ہمیں اس زبان کی نوعیت اور ساخت کا تھوڑا بہت حال بتاتے ہیں — شمالی ایطالیہ کی امبری کا حال گبیا کی لوحوں سے معلوم ہوتا ہے، ان پر پادریوں کے ایک فرقے کی دعائیں اور ارکان شریعت کندہ ہیں ، خیال ہے کہ یہہ سن عیسوی سے تین یا چار صدی پہلے کی ہیں- والشائی اور سبائی کی بہت ہی کم یادگاریں ملی ہیں، ان میں سے پہلی امبری سے زیادہ ملتی جلتی ہے اور پچھلی لاطینی سے - چونکہ ان سب کے پڑھنے اور معنی تک پہنچنے کا دارومدار محض لاطینی اور دیگر زیادہ صریح طور سے تعلق رکھنے والی زبانوں پر ہے اس لئے نہ تو اب یہہ اچھی طرح سمجھ میں آتی ہیں اور نہ شاید آئندہ کبھی آئیں گی - ہاں اس لحاظ سے یہہ بہت ہی اہمیت رکھتی ہیں کہ ایک تو ان سے لاطینی کی خصوصیات معلوم ہو جاتی ہیں دوسرے آپس میں ملتی ہوئی بولیوں کے زمرے میں، جو جزیرہ نمائے ایطالیہ کے بڑے حصے کو گھیرے ہوئے ہیں ، اس کا جو رتبہ ہے وہ معین کیا جا سکتا ہے ، اسی لئے اس زمرے کا بہت ہی موزوں نام ایطالی رکھا جا سکتا ہے - یہہ نظریہ کہ لاطینی کسی قدر مختلف اجزاء یعنی روماني ، سبائی اور آسکن کی یا ان تینوں اور اتروری کی آمیزش سے بنی ہے جو تاریخی اسباب کی بناء پر ایک ہی جگہہ جمع ہوگئیں اور آخر میں ایک دوسرے میں مدغم ہوکر ایک شئے واحد بن گئیں ، اس زمانے کی بات ہے جب لسانیات نے اس قدر ترقی نہ کی تھی ، اب لوگ اسے مہمل اور بےبنیاد تصور کرتے ہیں - اس سے بھی زیادہ غیرمعقول اور بےحقیقت یہہ بات ہے کہ لاطینی یونانی سے نکلی ہے ، چند ہی روز کی بات ہے کہ یہہ عقیدہ زوروں پر تھا لیکن آج ہر وہ ماہر تقابل لسانیات جسکی رائے ذرا بھی وقعت کی نظر سے دیکھی جاتی ہے اس کو نہیں مانتا *

یونانی شاخ

یونانی کی بدولت ہم اندوئیورپین زبان کی تحریر کردہ تاریخ کے

اس قدیم زمانے میں پہنچ جاتے ھیں کہ آج تک کسی زبان کی بدولت نہ پہنچے تھے – یہہ سچ ھے کہ اس کی سب سے ابتدائی یادگاروں یعنی ھومر (Homer) کی زبردست تصنیفات "الیڈ" اور "اوڈسی" کی جن کا مثل نہیں صحیح تاریخ معین نہیں کی جا سکتی لیکن اسمیں شک نہیں کہ وہ حضرت عیسیٰ سے ھزار برس پہلے کی ھیں – ایطالیہ کی طرح یونان کے بھی مختلف حصوں سے ان بولیوں کی تحریریں ملتی ھیں جو اس ملک کی تاریخ کے ازمنہ اولیٰ میں ساتھہ ساتھہ موجود تھیں حتیٰ کہ (قریب تین سو برس قبل مسیح) ایتھنز کی سیاسی اھمیت اور اعلیٰ ادب نے اپنے روزمرہ یعنی آخری زمانے کی ایٹک کو ھر جگہہ کے تربیت یافتہ یونانیوں کی عام زبان بنا دیا – ابتدائی زمانے کی ایٹک پہلے پہل ان بڑے ناٹک نویسوں کی تحریر میں ملتی ھے جن کا دور حضرت عیسیٰ سے پانسو برس پہلے شروع ھوتا ھے، یہہ الکمن (Alcman) پنڈار (Pindar) اور تھیوکرٹس (Theocritus) (سنہ ۲۵۰–۶۰۰ ق – م) کی ڈورک یا السی اس (Alcaeus) اور سافو (Sappho) کی ایولک کے مقابلے میں ھومر اور ھیسیڈ (Hesiod) (سنہ ۷۰۰ ق – م) کی آیونک اور ھردو طوس (Herodotus) (قریب سنہ ۴۰۰ ق – م) کی بعد کی آیونک سے بہت کچھہ ملتی جلتی ھے – یونانی بولیوں میں جو فرق پایا جاتا ھے وہ اس فرق کے مقابلے میں ھیچ ھے جو ایطالی بولیوں میں ھے، باوجود اس کے وہ اس طالب علم کے لئے کچھہ کم اھم نہیں جو یونانی کا تاریخی مطالعہ کرنا چاھتا ھے کیونکہ ھر ایک کے مطالعہ سے اس کے علم میں کچھہ عناصر آتے ھیں جو اگلے نہیں بگڑے یا دور جدید کے سانچے میں نہیں ڈھلے جتنے کہ اوروں کے یا بعد کی عام زبان کے عناصر بگڑے اور دور جدید کے سانچے میں ڈھلے *

جدید یونانی کی بھی بولیاں ھیں مگر ان کا حال بہت کم معلوم ھے، علاوہ اس کے اس کی ایک مشترک زبان رومائی بھی ھے جسے زمانہ حال کے تمام تعلیم یافتہ یونانی بولتے اور لکھتے ھیں افلاطون اور ڈیماس تھینس (Demosthenes) جو زبان بولتے تھے اس سے یہہ رومانی کچھہ زیادہ

بدلی ہوئی نہیں ہے بمقابلہ اس کے موجودہ زمانے کی رومانی زبانوں اور ورجل اور سسرو کی زبان میں بہت فرق ہے- جدید و قدیم رومانی میں اتنا کم فرق ہے کہ آجکل ایک گروہ اس عالمانہ اور شیخ چلی کی سی کوشش میں مصروف ہے کہ جدید رومائی بالکل مٹ جائے اور اس زمانے کی ذرا سی اور ہیچ سلطنت کی سرکش آبادی وہ زبان بولے اور لکھے جو اس کے بہادر آباؤ اجداد اس وقت بولتے تھے جب کہ گو ان کی تعداد کم تھی مگر وہ دنیا میں سب سے آگے بڑھے ہوئے تھے- اس تجربہ سے کسی معقدبہ فائدے کی امید نہیں ، اگر یہہ کوشش کامیاب ہوگئی تو یہہ سمجھنا کہ تاریخ لسانیات میں یہہ پہلا موقع ہوگا کہ ایسی بات وقوع پذیر ہوئی *

ایرانی شاخ کے افراد

ہمارے خاندان کی ایشیائی شاخوں میں جو سب سے قریب ہے وہ ایرانی یا فارسی ہے اور یہی اپنی جانب ہمیں سب سے پہلے متوجہ کرتی ہے - اس کی سب سے قدیم یادگاریں جن کی تاریخیں بہت اچھی طرح معین کی جا چکی ہیں وہ کتبے ہیں جن کے ذریعہ شاہنشاہان ہخامنشی ، دارا (Darius) کیخسرو (Xerxes) اور ان کے جانشینوں نے اپنے نام اور کام کی وہ تحریرین چھوڑیں جو قایم و دایم ہیں ، یہہ کتبے سالم چٹانوں کی بڑی بڑی دیواروں پر میخی (cunieform) حرفوں میں کندہ ہیں - پچاس برس کی بات ہے کہ جب تک انہیں کوئی حل نہ کر سکا تھا اور یہہ بظاہر ایک معمائے لاینحل بنے ہوئے تھے مگر اب انسانی جودت و استقلال کے معجزے کی بدولت جس کی دستگیری مساعدت زمانہ نے بھی کی اس کا قریب قریب ہر لفظ اور ہر حرف ہمارے ادراک و فہم کے دایرے میں ہے اور ان سے بڑے بڑے نتیجے نکالے گئے ہیں جو لسانیات اور قومیات دونوں کی تاریخ کے لئے بہت ہی کارآمد ہیں- ان میں جو بہت ہی پرانے ہیں وہ حضرت عیسیٰ سے پانسو برس پہلے کے ہیں اور ان کی اتنی تعداد ہے جس سے بخوبی سمجھہ سکتے ہیں کہ ان فارسیوں کی کیا زبان تھی جن سے یونانی آزادی حاصل کرنے اور بعد میں سلطنت چھیننے کے لئے برسوں لڑتے رہے

قریب قریب اسی زمانے کے ، بلکہ اس کے بعض حصے تو اس سے بھی بہت ہی قدیم زمانے کے ہیں ، اُس مذہب کے مقدس صحائف ہیں جس کی بناء زردشت نے رکھی تھی - یہہ صحائف زردشت کی زبان زردشتی میں ہیں ، انہیں اوستا یا ژند اوستا کہتے ہیں - جس بولی میں یہہ صحائف لکھے ہوئے ہیں وہ بالعموم ژند کہلاتی ہے ، اسے اوستان بھی کہتے ہیں اور کبھی کبھی ملک باختر (Bacteria) سے مناسبت کی بناء پر قدیم باختری - باختر عظیم الشان سلطنت ایران کے شمال شرق میں انتہائی گوشے پر واقع تھا ، باختری کا گہوارہ اسی کو مانا گیا ہے - جنوبی ہندوستان کے پارسیوں نے ان صحائف کو محفوظ رکھا - ساتویں صدی عیسوی میں مسلمانوں نے جب ایران کو فتح کر کے ایک صوبہ بنا لیا تو یہہ لوگ وہاں سے نکل بھاگے اور اسوقت سے ہندؤں اور انگریزوں کی پناہ میں انہوں نے مذہب مغانی (Magian) کی رسموں یعنی آگ کو محض ایک علامت مان کر اہرمزد (اہرمزد = زبردست روح) کی خالص پرستش کو نہایت دیانت داری سے قائم رکھا - اوستا سے دو زبانیں معلوم ہوتی ہیں ایک قدیم اور ایک جدید - بعض مناجاتیں تو غالبا اتنی پرانی ہیں کہ خود زردشت کے زمانے کی معلوم ہوتی ہیں اگرچہ یہہ تحقیق نہیں کہ وہ زمانہ کب تھا مگر اس میں شک نہیں کہ جب حضرت عیسیٰ کا ظہور ہوا تو اسے ہزار سال سے زیادہ ہو چکے تھے ، باقی حصہ اُس کے بہت عرصہ بعد کا ہے - اوستا کے ساتھہ ساتھہ ایک ترجمہ بھی دستوروں کے استعمال کے لئے لکھا ہوا ہے - اس کی زبان ایک اور ایرانی بولی ہے - اسے پہلوی یا ہزوریش کہتے ہیں اور یہہ مقابلۃً بہت ہی جدید زمانے کی ہے - خیال ہے کہ ظہور حضرت عیسیٰ کے چند صدیوں بعد ایران کے انتہائی مغربی اضلاع میں یہی رائج تھی ، اس میں سامی زبانوں کا بہت کچھہ مصالح ملا ہوا ہے جو مغرب میں سرحد کے پار اس سے ملی ہوئی تھیں - ان کے علاوہ ابتدائی زمانے کے ساسانی بادشاہوں (سنہ ۲۲۶ع) کے چند کتبے اور سکوں کے حاشئے

(legends) اسي قسم کے یا اس سے قریب قریب ملتي هوئی بولي کے مزید نمونے هیں *

هندوستاني پارسیوں کے عام سرمایۂ ادب مذهبی میں اچھي خاصي تعداد ایسي تحریروں کی ملتي هے جو کسی قدر بعد کی اور بہت هي زیادہ صاف بولي میں هیں ، ان کي زبان کو بالعموم پارسي کہتے هیں (اور اکثر پازند بھي) - اس میں شک نہیں که بمقابله پہلوي کے پارسی کا مسکن زیادہ شرق میں واقع تھا اور فتح اسلام کے زمانے سے کچھہ هی روز پہلے رائج تھی - سب سے آخر میں مسلمانوں کی فتح اور ایران کے کامل طور سے سلطنت اسلامیه هو جانے کے بعد جدید فارسي پیدا هوئی اور کئی صدیوں کي مدت اور همارے زمانے میں بھی ایک کثیر اور قابل تعریف ادب کا ذریعۂ اظہار خیال بن گئی - اس کا هر شعبه علم یعني نظم، فسانه ، تاریخ ، فلسفه اور سائینس خوب بھرپور هے - اس کی پہلی بڑي تصنیف یا سب سے بڑی تصنیف جو یہه همارے سامنے پیش کرسکتی هے فردوسی (وفات سنه ۱۰۲۰ ع) کا شاهنامه هے - یہه اصلي قومي رزم هے ، اسکی ضخامت بڑي ، اسلوب بیان بہت هي اچھا اور مضامین مختلف هیں - اس میں اس ملک کي مفصل تاریخ جمع اور بیان کي گئی هے، روایات، حکایات، خرافیات (mythology) ویسے کےویسے هی اسمیں جمع هین جیسے ان لوگون کے دماغ میں بھرے تھے جنھوں نے فارسي قوم کي قدیم عظمت و آزادي مین دوباره جان ڈالي - قدیم شکلوں کے معدوم هوجانے سے اس کي قواعد بہت هي بےمایه هوگئي اور اس خصوص میں انگریزي سے اس کا مقابله کیا جا سکتا هے - اوستا کي زبان کی به نسبت یہه هخامنشي کتبوں کي زبان سے زیادہ ملتي جلتي هے ، اگرچه اس کا ماخذ نه تو اوستا کي زبان هے اور نه هخامنشي - زمانۂ ما بعد کی تصانیف میں عربي لغات کي بےانتہا بھرمار نے اس کا حسن خاک میں ملادیا *

اور بھي کئی بولیاں هیں جو اُن اقطاع میں رائج هیں جو ایراني قلمرو کی سرحد پر واقع یا اس میں شامل هیں - جن بولیوں کا هم ذکر

کر آئے ہیں ان سے ان کا ایسا گہرا تعلق ہے کہ وہ اسی قسم میں شمار کی جاتی ہیں اگرچہ اپنی اصل سے جدا ہونے کے بعد ان میں اتنے انقلاب آئے کہ ان کی ایرانی اوصاف پر گہرا پردہ پڑ گیا — ان میں ارمنی سب سے زیادہ ممتاز ہے — اس کا ادب کثیر ہے اور پانچویں صدی تک پہنچتا ہے— اسی صدی میں ارمنی قوم عیسائی ہوئی تھی — اس کے علاوہ کوہ قاف کی اوسیتک ، ایران ترکی اور روس کی سرحدوں کے درمیان رہنے والے پہاڑیوں کی کُردی ، اور افغانی یا پشتو ہیں — پشتو کو ادبی تربیت سے تھوڑا بہت بہرہ ور ہوئے بہت زمانہ نہیں گذرا *

ہندوستانی شاخ کے افراد

سب سے آخر میں ہم اپنے خاندان کی اس شاخ پر پہنچتے ہیں جس نے اپنی ساری عمر ہندوستان کی چار دیواری میں تیر کی — وہ بےشمار بولیاں جو اس بےحد بڑے جزیرہ نما کو گھیرے ہوئے ہیں ناگذار کوہ ہمالیہ اور بحر ہند کے درمیان واقع ہیں — سب کی سب تو انڈو یورپین سے رشتہ داری کا دعوی نہیں کر سکتیں مگر وہ بولیاں اس کی مدعی ضرور ہیں جو اسکے شمالی حصے یعنی ہندوستان خاص میں سندہ سے گنگا کے دھانوں تک پھیلتی چلی گئی ہیں اور جنہوں نے ساحل بحر کا بھی کچھ حصہ دبا لیا اور اس کے پڑوس میں جانب جنوب دونوں طرف قبضہ کر رکھا ہے— وسطی پہاڑی اضلاع اور حدب دکن ابھی تک اصلی باشندوں کی ملک ہیں جنہیں انڈویورپین قوموں نے شمال سے نکالا یا اپنا مطیع و منقاد بنایا تھا — یہہ اسوقت کی بات ہے جب وہ ہندوستان میں شمال و مغرب کے دروں سے آگھسے : ہر زمانے کے فاتح اس ملک میں انہیں دروں سے داخل ہوئے ہیں — تاریخ مرقومہ نہیں بتاسکتی کہ وہ لوگ وہاں کب گئے — اس کے خاص حصے ہندی بنگالی اور مرہٹی ہیں — ان میں سے ہرایک کا ادب ہے جس کی عمر چند صدیوں سے زیادہ نہیں ہے — ہندوستانی یا اردو ہندی ہی کی ایک شکل ہے جو گیارھویں صدی میں مسلمان فاتحین ہند کے لشکروں میں

پیدا ہوئی اور وسطی ہندوستان کی رعایا اور اُن کے درمیان ذریعہ مکالمت تھی - شکل و ہیئت میں زیادہ بگڑی ہوئی ہے اور عربی و فارسی کے لفظ بھرے ہوئے ہیں ، گویا یہہ ہندوستان کی انگریزی ہے - حال کی بولیوں میں یہہ سب سے زیادہ ادبی تربیت سے بہرہ ور ہوئی ہے اور قریب قریب تمام جزیرہ نما کی سرکاری زبان اور علم گفتگو کا ذریعہ یعنی lingua franca ہے - وہ خانہ بدوش جو یورپ بھر میں مارے مارے پھر رہے ہین انکی زبان اپنی خاص ساخت اور مصالح کے لحاظ سے ہندؤں کی گنواری بولی ہے اگرچہ اس پر ان مقامات کا گہرا رنگ چڑھا ہوا ہے جہاں جہاں وہ چکر لگاتے رہے ہیں - یہہ خانہ بدوش ہندوستان کے نکالے ہوئے ہین *

جن زبانوں کا ابھی ذکر کیا گیا ان سے قدیم تر پراکرت اور پالی ہین - ان کا ادب اور کتبوں کا ایک حصہ حضرت عیسیٰ سے بھی پہلے کا ہے - پالی بودھوں کے مذہب کی ان ملکوں میں مقدس زبان ہے جو ہندوستان کے مشرق اور جنوب مشرق میں واقع ہیں - پراکرت بولیاں تو اب خاص طور سے سنسکرت کے ناٹکوں ہی میں باقی ہین - ان ناٹکوں کے ناخواندہ ایکٹر مرد ، عورت اور خدمتگار وغیرہ پراکرت بولتے ہیں ، بالکل وہی حال ہے جو آج کل جرمنی کے تھیٹروں میں نظر آتا ہے ، ادنیٰ درجے کی پلیبان تو اپنے اپنے ضلع کی بولی میں باتیں کرتی ہیں مگر اعلیٰ درجے کے لوگ ادبی جرمن میں جو سارے ملک کے تعلیم یافتہ لوگوں کی زبان ہے *

سنسکرت

ان سب بولیوں کی صفاتی ماں سنسکرت ہے - کم سے کم پچیس صدیاں گذریں جب سے اسے کوئی نہیں بولتا لیکن برہمنوں کے مذہب کی مقدس بولی اور ادب و علوم کی زبان ہونے کے خیال سے اس میں ایک مصنوعی روح پھونک کر اسے حیات مستعار بخش رکھی ہے - اسکی وہی حالت ہے جو یورپ میں مغربی سلطنت کے زوال کے بعد سے لاطینی

کي هوئي جو صرف مذهب رومن کيتهولک کي زبان هے اور يورپ کے تمام علماء اسي کے ذريعه مبادله خيال کرتے هيں - برهمن پجاريون کے پاٹهشالاؤں مين اب بهي پڑهائي جاتي هے ، مذهبي رسمون کے ادا کرنے ميں کام آتي هے اور ان کے بڑے بڑے عالم لکهتے اور بولتے هيں - کچهه دنوں پهلے لاطيني پر جو گذري تهي وهي اس پر گذري ؛ موجوده زمانے کي تربيت‌يافته زبانيں اٹهه کهڑي هوئيں اور اس کا غاشيهٔ حکومت کندهوں پر سے پهينک ديا ، مذهبی جوش‌کا اور اس کا چولی دامن کا ساتهه تها مگر وه بهی ٹهنڈا پڑگيا اور اس نے ان زبانوں کا هاتهه بٹايا - اس کي همين دو صورتيں ملتي هيں : کلاسکل سنسکرت اور ويدوں کا ، جنهيں هندو مذهب کي انجيل کهنا چاهئے ، قديم روزمره - قواعد و ادب عرصے تک کلاسکل سنسکرت کي مشاطگي کرتے رهے نتيجه يهه هوا که يهه بهت بدل گئی اور مروج زبان نه رهي - اس خصوص ميں دنيا کی معلوم و معروف ادبي زبانوں ميں کوئی اسکی همسري نهيں کرسکتی - کچهه تو اس سبب سے اور کچهه اس وجهه سے که جب يهه تمام آريه‌ورت کی علمي زبان بني اور مقرر کي گئی تو اسوقت جو آريائی زبان کے بهت سے ايسے اختلاف تهے جو مقامی رنگ ميں ڈوبے هوئے تهے اور جن‌سے بعد ميں بهت‌سي بوليان نکليں ان مين سے ايک يهه بهي تهی ، مين نےاسے سطور بالا مين بجائے ان کي اصلی مان کهنےکے صفاتي مان کها - يهه بهت بڑی حد تک اس قديم اصل کو بتاتي هے جس سے يهه سب بوليان مختلف درجے کي داخلي نمو اور مختلف درجے کي غير زبانوں کی آميزش و اثر کے باعث پيدا هوئين - اس کا تعين و تشخص همارے امکان سے باهر هے که يهه کب اور کهاں پهلے پهل ايک بولي کي حيثيت سے رائج تهی ليکن اس کو بهت هي ابتدائي زمانے کی يونانی سے کم‌عمر سمجهنا نامناسب هوگا ؛ اغلب هے که يونانی سے کئي سو برس بڑي هو - تاريخ کے سوا ادب کے هر شعبے ميں بکثرت تصانيف موجود هيں - اس کي مذهبي اور صوفيانه شاعري ، اس کے رزميه ، اس کي غزل کي پرواز ، اس کے ناٹک اور فلسفيون ، اور

صرفیوں اور نحویوں کے مسلکوں کی بہت تعریف کی جاتی ہے اور مغربی علماء انہیں قابل مطالعہ تصور کرتے ہیں - اگرچہ یہہ خیال بےجا ہے لیکن بعض کے نزدیک تو یہہ یونانی اور لاطینی ادب کے شہ پاروں سے بھی بڑھے چڑھے ہوئے ہیں - اسکی مختلف تصنیفوں کی تاریخین معین کرنا بہت ہی مشکل کام ہے لیکن ان میں سے بعض کی موجودہ ہیئت اور اکثر کے مباحث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ سے بہت پہلے کی ہیں *

ویدوں کی بولی اس سے بھی پرانی ہے- سب سے قدیم مجموعہ یعنی رگوید کے بہت ہی ابتدائی زمانے کے حصے تو خیال کیا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ سے پورے دو ہزار نہیں تو قریب دو ہزار سال پہلے کے ہیں - جن وجوہ کی بناء پر ان کی عمر اتنی مانی جاتی ہے وہ معمولی اور ناقص ہیں باوجود اس کے ان سے جو نتیجہ نکلنا چاہئے اُسے وہ اچھی خاص طرح بتاتی ہیں — مثلاً ویدوں کی مناجاتیں بالخصوص اُس وقت دریائے سندہ اور اُس کی معاون ندیوں کے کنارہ بنائی گئی تھیں جبکہ آریائی مہاجرین دریائے گنگا کی لق و دق وادیوں سے بےخبر تھے ' ہاتھی کا نام کم سنا تھا اور یہہ اُن کے لئے باعث حیرت و استعجاب تھا حالانکہ غیروں نے ہمیں بہت ہی ابتدائی زمانے میں جو ہندوستان کے فسانے سنائے ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ گنگا کے کنارہ عظیم الشان سلطنتیں قایم تھیں اور انسان نے جنگ و آشتی کے زمانے میں ہاتھی سے خدمت لینی شروع کردی تھی — بودھوں کا مذہب بھی جسے سب جانتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ سے کئی سو برس پہلے دنیا میں آیا برھمنی مذہب شاہی کے جور و جفا سے بغاوت و سرکشی کا مترادف ہے - ویدوں میں برھمنیت کے محض جراثیم نظر آتے ہیں ، جنھوں نے ان کی تدوین کے زمانے تک ترقی نہ کی تھی ' نہ مذہب شاہی کا پتا چلتا ہے نہ ورنوں کی تقسیم کا ، عقیدۂ تناسخ کے آثار بھی نہیں پائے جاتے- جو نتائج کہ تاریخ داخلی اور مختلف اقسام کی تصانیف کے جن سے ہندوستان کا مقدس ادب بنا ہے ، تعلق کے مطالعہ سے نکلتے ہیں اُن سے بھی ان کی یہی عمر معلوم ہوتی ہے- یہہ

تصانیف بہت جلد یکے بعد دیگرے لکھی گئی ہیں۔ اُن کے مضامین تشریح، قاعدوں اور تفسیروں پر مشتمل ہیں۔ اُن کا زمانہ آخری زمانے کی مناجاتوں سے شروع ہوکر اُس وقت تک چلا آتا ہے جب تاریخ کا لکھنا شروع ہوا ہے — پس انڈویورپین زبان کی تاریخ کے واسطے جو مواد و مصالح ملتا ہے اُس سے وید کسی طرح بھی ایک ہزار برس کم پہلے کے نہیں ہیں — علاوہ اس کے انڈویورپین قوم کے حالات و انظمہ کی تاریخ کے واسطے بھی کارآمد ہیں — معاشری و مدنی نظام، مذہبی مراسم، خرافیاتی خیال آرائیوں، اور آداب و رواج میں، جن کا ان میں نقشہ کھینچا گیا ہے، ایک خاص طرح کا اصلی و قدیم رنگ جھلکتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جتنی یہہ باتیں سارے انڈویورپین خاندان کی اسی قسم کی زمانہ قدیم کی باتوں سے ملتی ہیں کسی اور شاخ کی اسی قسم کی باتیں اتنی نہیں ملتیں — وید ہندوستانی سے زیادہ انڈویورپین حالات و کوائف کے دفتر معلوم ہوتے ہیں، اور کسی واحد شاخ کی ملک سے زیادہ سارے خاندان کی ملک ہیں *

اسی قسم کا بہت کچھہ وصف کلاسکل سنسکرت میں بھی پایا جاتا ہے — تمام خاندان کی ہر شاخ سے پہلے اس کی مسلسل تاریخوں کا دور شروع ہوتا ہے اور اوصاف باطنی اوروں سے قدیم‌تر ہیں — اس کی خاص قدر و قیمت کا راز اس میں مضمر ہے کہ اس نے اپنی قدیم شکلیں اور مواد و مصالح کو خاص طور سے محفوظ رکھا — اس کی ساخت آئینہ‌وار صاف صاف نظر آتی ہے — اس نے تغیر صوتی کے خراب کرنے اور چھپانے‌والے اثروں سے اپنا دامن بہت بچائے رکھا اور اصلی معنی و استعمال کو محو نہ ہونے دیا — ہم کو ہوشیار رہنا اور یہہ نہ فرض کرلینا چاہئے کہ ہر معاملے اور ساخت کے ہر شعبے میں یہہ اور انڈویورپین زبانوں سے افضل ہے یا یہہ وہ سچا معیار ہے جس کے ذریعہ ان کے مواد و مصالح کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے — اس کے برعکس ہر زبان کوئی کسی اور کوئی کسی بات میں اس سے افضل ہے اور اس میں ابتدائی زمانے کی انڈویورپین زبان کی وہ بات ملتی ہے جو کلاسکل

سنسکرت میں نہیں پائی جاتی - ہاں اس کا فخر اسے ضرور حاصل ہے کہ اس نے مشترک خزانہ میں سے اتنا محفوظ رکھا کہ ان میں سے کسی نے نہیں رکھا بلکہ قریب قریب اُس سے بھی زیادہ جتنا ان سبھوں کا سرمایہ ملاکر ہوتا ہے - جو اس کی اصلی قدر و قیمت کو نہیں سمجھتے وہ بعض اوقات اس کے بارہ میں مبالغہ‌آمیز اور بےبنیاد دعوے پیش کردیتے ہیں — اگرچہ اس کے حروف تہجی کی تعداد اچھی خاصی ہے اور ان کی ترقی و نمو میں باہم توافق و تناسب پایا جاتا ہے لیکن انگریزی میں جتنی آوازیں ہیں اُن کے دو تہائی حصے ہی اس سے ظاہر کئے جاسکتے ہیں — آلۂ اظہا خیال ہونے کی حیثیت سے کلاسکل سنسکرت میں بہت ہی سخت اور نمایاں عیوب ہیں خاص کر افعال کے استعمال (جو فقرے کی جان ہیں) ، ترتیب الفاظ کی سستی اور مرکب الفاظ کے بارے میں ؛ اور یہہ یونانی ہی سے کیا کسی ترتیب‌یافتہ انڈوپورپین زبان سے آنکھہ نہیں ملا سکتی اور (جیسا کہ اس سے پہلے بیان کیا جاچکا ہے) کسی کلاسکل زبان کے مقابلے میں ایک لمحہ بھی نہیں ٹھیر سکتی - اس کی قدر و منزلت خاص کر اس خیال سے کرنی چاہئے کہ یہہ ایک تاریخی تحریر ہے اور انڈوپورپین خاندان کی سب سے پرانے زمانے کی مشترک زبان اور اس کے افراد کے تعلق کا حال بتاتی ہے - اگر اس کا تمام ادب تباہ ہو جاتا اور صرف ایک قواعد اور الفاظ کی لغات باقی رہ جاتیں‌تو بھی اس‌میں یہہ صفت بہت کچھہ باقی رہتی - اگر میسوگانھک کی طرح اس کی تحریر کا ایک آدہ ٹکڑا کہیں بچا بچایا رہ جاتا تو بھی وہ اس کے اس دعوے کو ثابت کرتا کہ اس خاندان میں اس کا رتبہ سب سے اعلیٰ ہے- اس بیان سے یہہ بات بخوبی سمجھی جا سکتی ہے کہ مطالعۂ لسان کو جو اسوقت یورپ کی زبانوں کا آپس میں تقابل کرنے کے بل پر عرصۂ وجود میں آنے کی سعی کر رہا تھا اس نئی بولی کے انکشاف و تحقیقات نے کسی قدر چمکایا جس کی ساخت کہہ رہی تھی کہ آؤ میرا تاریخی تجزیہ کرو ، میں سہولتیں بہم پہنچاتا ہوں اور اپنے مادے ، سالمے اور اضافے پیش کرتی ہوں ،

ملکی فن قواعد نے نہایت احتیاط سے ان کا تار تار کھول کر دکھایا ہے ، انہیں مدوں میں الگ الگ تقسیم کیا اور ان کے معنی و محل استعمال کی تصریح و تشریح کی ہے - انڈویورپین زبان کے آغاز کی تمام تحقیقاتوں میں جس سے مادوں اور شکلوں کی پیدائش کی تحقیقات مراد ہے اسکی مدد کے بغیر چارہ نہیں اور اسکی سند سب سے زیادہ معتبر ہے - ایسے محققین نے جو حزم و احتیاط سے کام نہ لیتے تھے یا جن کی تربیت ناقص تھی اس سے کام لینے میں غلطی کی ہے - کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اسے انڈویورپین بولیوں کی ام الالسنہ اسی طرح تسلیم کر لیا جاتا ہے جسطرح لاطینی موجودہ رومانی زبانوں کی مان مانی جاتی ہے حالانکہ اس کو صرف ان کی بڑی بہن تصور کرنا چاہئے جیسے کہ میسوگاتھک جرمانی بولیوں کی بڑی بہن سمجھی جاتی ہے — لوگ خواہ مخواہ جو بولیاں ایک واحد شاخ میں داخل ہیں اس کی مدد سے ان کا تقابل کرتے ہیں ، اسکے نغمے اور ساخت کا زبردستی ان پر انطباق کیا جاتا ہے ، جو واقعات کہ یہہ پیش کرتی ہے غلطی سے ان کی نسبت خیال کیاجاتا ہے کہ ان پر تحقیقات کی انتہا ہوتی ہے ان سے آگے کچھہ نہیں ملنے کا اور یہیں تحقیقات ختم کردینی چاہئے — اس کے موجودہ مواد و مصالح کے حصے ، جو دور جدید میں پیدا ہوئے یا ھندؤن کے علم و تبحر کے مصنوعی نتائج ہیں ، انڈویورپین اشتقاقیات کے لئے زبردستی کام میں لائے جاتے ہیں - اس قسم کے استعمال بےجا کا طبعاً یہہ نتیجہ ہوا کہ بعض عالم اس کے حقیقی دعووں کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھنے لگے ، لیکن ہر قسم کے مبالغے سے قطع نظر اور جن باتوں کا خیال رکھنا چاہئے اُن کی رعایت کرنے کے بعد بھی انڈویورپین لسانیات کا دارومدار بالخصوص اسی پر ہے - اس کے طفیل میں اس فن نے جو ترقی کی ہے وہ اور کسی چیز کی بدولت نہ کرسکتا تھا - اس کی وجہ سے نتائج جس تکمیل و تحقیق کو پہنچ گئے بغیر اس کے ہرگز نہ پہنچ سکتے تھے

یہہ ھے ساخت نطق انسان کے اُس عظیم‌الشان حصے کی جس سے ھماري زبان کا تعلق ھے – اس کا دعوی نہیں کیا جاتا کہ اس کی حدود کا ھرجگہ بالکل صحیح صحیح پتا لگالیا گیا ھے ، ممکن ھے کہ آیندہ اور بولیاں‌اس میں شریک ھونےکا حق ثابت کردیں؛ اور اس مین تو شک و شبہ کی گنجائش ھی نہیں کہ جس طرح اس کی بہت سی زیر شاخیں‌معدوم ھوگئیں اور آج اُن کا کوئی نشان باقی نہیں اسی طرح اس کی اور بہت سی شاخیں بھی جلباب خفا میں روپوش ھوگئی‌ھوں جو اُن شاخوں کي ھم‌پلہ تھیں جن کا ھم ابھی تبصرہ کرچکے ھیں – آؤ اب ایک سرسری نظر ان وجوہ پر ڈال‌لیں جن کے باعث اسے سب سے بڑھکر اھمیت حاصل ھے *

انڈویورپین زبان کي اھمیت اور اس کي قوموں‌کی تاریخ

انڈویورپین زبان کے مطالعہ سےھمیں جو خاص طور سے دلچسپی ھے اُس کی ایک وجہ تو یہہ ھے کہ خود ھماري زبان اس کي ایک شاخ ھے – اخلاقی اور خیالی‌دنیا اور نیز مادي دنیا میں جو چیز جتنی زیادہ ھمارے قریب ھے وہ اتنی ھی زیادہ بڑی نظر آتی ھے — ھر قوم اس وجہ کو موجہ مانےگی کیونکہ ھر ایک کے نزدیک خود اُسی کا ذریعۂ مبادلۂ خیالات اور آلۂ اظہار خیال ھی اُس کی گذشتہ تاریخ کا دفتر ھے اور اسی کی مدد سے وہ آیندہ منازل ارتقاء طے کرےگي پس ضروري ھے کہ یہ نسبت اور زبانوں کے خواہ وہ کیسی ھی اعلی درجے کی قدر و قیمت کیوں نہ رکھتي‌ھوں وہ اسی کا زیادہ مطالعہ کرے تا کہ اس کو زیادہ اچھی طرح سمجھے ، اس کے ارتقاء و ارتفاع کو بخوبي جانے لیکن علاوہ اس کے ھماري یہہ دل‌چسپي ایک اور وجہ سے بھی موزون ھے ، وہ وجہہ اس کا اور جو قومیں اسے بولتي ھیں ان‌کا وہ مقام و رتبہ ھے جو اسے دیگر زبانوں اور قوموں کے مقابلے میں حاصل ھے – ھم نے ان لیکچروں کے شروع میں دعوی کیا تھا اور بجا دعوی کیا تھا کہ لسانیات بحیثیت تاریخ انسان‌کی ایک شاخ ھونے کے عمومیت کا جویا ھے اور جیسےوہ بہت ھی

تربیت‌یافتہ و ذکی قوم کی زبان کو اپنے مکمل ہونے کے لئے ضروری سمجھتا ہے ویسے ہی بہت ہی ناتربیت‌یافتہ قبیلوں کی زبان کو بھی ، لیکن یہہ بھی سچ ہے کہ تناسب کو مد نظر رکھکر قبیلوں کی زبان سے سرسری بحث کرکے تربیت‌یافتہ و ذکی قوموں کی زبان سے زیادہ عرصے تک اور زیادہ توجہہ کے ساتھہ بحث کرتا ہے - اگرچہ ہر اس شخص کے جو کبھی عدم سے وجود میں آیا ہے رنج و راحت ان باتوں کا ایک جزو ہیں جن سے انسان کو ایک دلچسپی ہے اور طبع انسان کا اس رنج و راحت سے ہمدردی رکھنا بجا اور حسب تقاضائے فطرت ہے لیکن اسے ان لوگوں کے واقعات سے سب سے زیادہ دلبستگی ہونا اور اس کا ان سے بہت ہی حظ اٹھانا بھی ناگزیر سی بات ہے جنھوں نے اپنے ہمجنسوں میں بڑے بڑے کار نمایاں کئے ہیں اور جن کے افعال و اقوال کا وسیع و دیرپا اثر ہوا ہے - انڈویورپین قوم کی تو یہہ بہت ہی نمایاں خصوصیت ہے - جسے ہم تاریخ عالم یا فعل و اثر کا وہ ڈراما کہا کرتے ہیں جس کا نتیجہ موجودہ یورپین قوموں کی ترقی و تہذیب ہے اس میں جہاں یہہ پہلے پہل ایکتر بنکر آئی وہ مقام دور دراز مشرق میں ہے یعنی سائرس (Cyrus) اور اس کے جانشینوں کی ایرانی سلطنت میں - اس نے خود کو اور قوموں کی خود سے زیادہ پرانی سلطنتوں اور تہذیبوں کی باقیات اور یادگاروں پر قایم کیا ، ان میں سے کچھہ قومیں تو سامی تھیں اور کچھہ کا حال تو نہیں معلوم مگر سامی سے تعلق ضرور رکھتی تھیں ، کیونکہ دنیا کی بڑی حکمراں اور مہذب بنانےوالی قوموں میں انڈویورپین کا دور سب کے آخر میں شروع ہوا - شمع علم صرف عراق ہی میں نہیں بلکہ مصر و چین میں بھی ضیاپاش تھی ، لوگ ایسے بڑے بڑے کام کر رہے تھے جن کا نقش دوام جریدۂ عالم پر ثبت ہے مگر ہمارے اعزا و اقربا کے قبائل محض خانہ‌بدوش ، وحشی یا کمزور اور بےحقیقت جماعتیں تھیں‌جو بقائے حیات کی جد و جہدمیں مصروف تھیں ، ایران فتح و ظفرکا پرچم اڑاتا مغرب کی طرف بڑھتا چلا جا رہا تھا کہ پہلےپہل ان ہیچ و حقیر جماعتوں میں سے ایک اٹھی اور اسنے

اس کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکا - یہہ جماعت یونان کی چھوٹی چھوٹی حکومتوں اور شہروں پر مشتمل تھی جو خود آپس میں مصروف پیکار رہا کرتی تھیں ، ان کی تعداد بہت تھوڑی تھی مگر کاتب تقدیر نے ان کی قسمت میں لکھہ دیا تھا کہ انڈویورپین عظمت کی اصلی بانی ہونگی - یونان سے قدیم‌تر اقوام تعرپستی میں گرفتہ تھیں، اس نے انکی انجمنوں سے خوشہ چینی کرکے ان کے آئین و آداب کو اپنے رنگ میں رنگ لیا ، ان میں جان ڈالدی اور اوروں میں روح پھوکنے کی قوت ایسی ذکاوت و فراست کے ساتھہ پیدا کر دی کہ تاریخ عالم میں اس کی مثال کہیں نہیں ملتی - ہم تاریخ کا جتنا زیادہ مطالعہ کرتے ہیں اتنا ہی یونان کی فہم و ادراک سے بالاتر قابلیت کے قائل ہوتے جاتے ہیں ، فن و ادب و سائنس میں اس کا وہی رتبہ ہے جو عبرانی کا مذہب میں ہے اور زمان و مکان کے لحاظ سے بھی اس کا اثر عبرانی سے شاید ہی کچھہ کم ہو *

ایک وقت تھا کہ نظر آتا تھا کہ یونان ایران کے سریر سلطنت پر متمکن ہوگا اور مہذب دنیا اس کے سامنے سر اطاعت خم کئے ہوگی ، لیکن یہہ چار ہی دن کی چاندنی تھی عصائے جہاں بانئے عالم جانشینان سکندر کے ہاتھہ میں آکر نکل گیا اور بہت جلد ایک اور شاخ کے قبضے میں پہنچا جو یونان سے چھوٹی تھی - روما یونانی تہذیب کے ثمرات سے حسب ضرورت و تقاضائے حالات مستفیض ہوکر اور ان میں ایک انتظامی اور ہمرنگ بنانےوالی قوت کا اضافہ کرکے دیگر اقوام کو درس ہدایت دینے اور ان کی تہذیب اور سیاسی و عمرانی انجمنوں پر وحدت و یکسانی کا رنگ چڑھانے نکلا ؛ اور گو عیسائیت نے سامیوں میں جنم لیا لیکن یونانیوں اور رومانیوں نے اسے عالمگیر مذہب بنا دیا - ان لوگوں کی بارگاہ سے نکالے جانے پر جنہیں اس بچے کی بالخصوص پرورش کرنی چاہئے تھی ، انڈویورپین اقوام نے اسے سینے سے لگا لیا اور پروان چڑھایا اور اسطرح ایک نئی وحدت یعنی وحدت مذہبی کو بھی ان قوتوں کا مدد و معاون بنادیا جن کی مدد سے روما بنی نوع کے مفاد و مضار کو ایک ہی سلک میں منسلک رکھتا تھا

اس کے بعد ایک تیسری قوم جرمانی کی باری آئی - اسے درحقیقت صرف یہہ ادنیٰ درجے کا کام کرنا پڑا کہ اس نے قدیم گرتی ہوئی عمارت کو ایک اور دھکا دیکر گرا دیا اور نئی اور زیادہ طاقتور نمو کے لئے راستہ صاف کردیا - اس کی قوموں نے یورپ کو مشرق سے مغرب تک پامال کردیا اور جنوب کے انتہائی گوشے بھی اس کی دست‌برد سے مامون و مصؤن نہ رہے - اس براعظم کا کوئی شان و نادر ہی ملک ہوگا جس کے حکمران طبقے اور شہنشاہ کو اس سے نسبت کا فخر نہو لیکن اس انقلاب کا یہہ نتیجہ ہوا کہ کئی صدیاں اختلال و انتشار میں گذر گئیں اور کچھہ عرصے تک تو یہہ نظر آتا تھا کہ شاید مشیت ایزدی عنان حکومت عالم ایک چوتھی قوم کے حوالے کرنے والی ہے - سامی ایک نئے مذہب اسلام کے جوش سے بھرے ہوئے اپنے صحرا سے نکلے اور ایشیا و افریقہ کے عمدہ عمدہ مقامات پر اپنا تسلط جمالیا — ان کے لشکر ظفر پیکر یورپ کے دونوں سروں پر جا اترے اور قدم جمانے کے بعد باقی حصے پر قبضہ کرنے کے لئے بڑھے — آخر کار اُنہیں اُس اعلیٰ‌تر قوم کی قوت کے مقابلے میں پس‌پا ہونا پڑا جس میں پھر جان پڑنے لگی تھی اور انڈویورپین قوم کا وہ آخری اور بہت ہی با شان و شوکت دور شروع ہوگیا جس میں اب ہم رہتے ہیں — گذشتہ چند صدیوں میں یورپین قومیں تاریخ عالم میں سب سے سبقت لے گئیں اور ان کا کوئی حریف نہیں ، خود زیور شائستگی و تہذیب سے آراستہ ہیں اوربنی‌نوع کو آراستہ کر رہی ہیں - صرف یہی علوم انسان کی حدود میں وسعت پیدا کر رہی ہیں ، خیالی اور مادی عالم کی ماہیت کی تحقیقات میں لگی ہوئی ہیں اور زمین اور زمین کے رہنےوالوں کی گذشتہ تاریخ اور موجودہ حالت میں دماغ اور مادہ نے جو گل‌کاریاں کی ہیں اُن کا پتا لگا رہی ہیں - قدرت نے صرف انہیں کو ضرورت سے زیادہ فہم و فراست سے بہرہ‌ور کیا ہے - اُن کی ذہانت و ذکاوت نے سلاسل حدود قدیم کو توڑ ڈالا اور میدان‌عمل کی تعیین و تحدید کو اپنے لئے باعث ننگ سمجھا — کرۂ ارض‌ان کے دام شغف میں ایک صید زبون ہے ؛ ان کے

جہاز قطبین کے درمیان کے ہر سمندر میں موجود ہیں ، کہیں بھرخار سے خزانہ اُگلوا رہے ہیں ، کہیں ایک ملک کی صناعیاں دوسرے ملک میں پہنچا رہے ہیں اور کہیں فتح ونصرت کا دروازہ کھول رہے ہیں — کمزور قومیں حلقہ بگوش ہوکر ان کے سامنے زانوئے ادب تہ کئے تہذیب و شائستگی کا سبق پڑھ رہی ہیں یا تاب مقاومت نہ لاکر صفحۂ ہستی سے مٹ رہی ہیں — جنوبی شرقی سمندروں کا بر اعظم جو جزیرہ کی طرح ہر طرف سے پانی سے گھرا ہوا ہے اُسے اور مغربی دنیا کی جوزلی بہن کو اُنہوں نے اپنا بنا لیا اور اپنی قوم کے دور و دراز مراکز میں بدل دیا — کرۂ ارض کے قابل آبادی حصے میں ان کی چھوٹی چھوٹی نوآبادیاں جگہ جگہ اس طرح نظر آتی ہیں جیسے مصحف عارض پر خال - جن کے پاس اگلے وقتوں سے عصائے سلطنت عالم چلا آتا تھا اُن سے اُنہوں نے اسے ورثے میں پایا مگر اب اس سلطنت کی وسعت اس وسعت سے کہیں زیادہ ہے جس میں ازمنۂ ماضیہ کا علم و اقتدار محصور و مقصور تھا — یہہ اس عصائے حکومت پر قابض رہنے کے مستحق بھی ہیں کیوں کہ ان کا تابع فرمان ہونا محکومین کے حق میں بحیثیت مجموعی ایک رحمت ہے وہ ان کے سبب سے مادی رفاہ و فلاح ، علم ، اخلاق اور مذہب کی نعمتوں سے مالامال ہوجاتے ہیں

انڈویورپین زبان کے مطالعہ کی اہمیت

انڈویورپین قوم ثابت کرچکی ہے کہ وہ سب سے زیادہ ودیعت ربانی سے بہرہ مند ہوئی ہے - طلوع صبح ازل سے جتنی قومیں روئے زمین پر گذریں اس کے اوصاف اُن سب سے اعلیٰ تر ہیں اور یہہ افضل ترین مقصد تخلیق پورا کر رہی ہے - پھر پھلا اس کی اصل، بہت ہی ابتدائی زمانے کے حالات ، مہاجرت ، باہمی میل جول اور اثر ، اور غیر ملکوں کی قوموں سے اختلاط وغیرہ کی تاریخی تحقیقات میں جو مخصوص دلچسپی ہے وہ بروئے حق اور لابدی طور سے انڈویورپین لسانیات کا حصہ کیوں نہو *

بے شک یہہ کہا جاسکتا ہے کہ یہہ اس قسم کی دلچسپی ہے جو کسی قدر لسانیات سے تعلق نہیں رکھتی ، لسانیات کا مقدم تعلق نفس زبان سے ہے نہ کہ زبان کے بولنے والوں کے عادات و افعال سے ؛ لیکن یہہ پہلے ہی لیکچر میں کہا جا چکا ہے کہ مطالعہ لسانیات کے معنی محض نفس زبان ہی پر نظر ڈالنے کے نہیں ہیں ، جو لوگ یہہ کہتے ہیں کہ محض انہیں واقعات وحقایق سے بحث کرنی چاہئے جو لسانیات سے متعلق ہیں وہ بوجہ اس مطالعہ کی وسعت میدان تنگ اور حدود عمل کو محصور و مقصور کرتے ہیں – لسانیاتی واقعات و حقایق تاریخی واقعات و حقایق میں اس قدر ملے اور گتھے ہوئے ہیں اور ثانی الذکر پر اُن کا اس قدر حصر ہے اور ان سے وہ اس طرح پیدا ہوئے ہیں کہ بوقت بحث و فکر ایک کا دوسرے سے جدا کرنا غیرممکن ہے – اس علم کے فایدوں میں سے ایک خاص فایدہ تو یہی ہے کہ اس سے تاریخ بنی نوع پر روشنی پڑتی ہے – پس انڈویورپین قوموں کی اہمیت بجا طور سے اس کی مستحق ہے کہ اسے اُن حقوق کی فہرست میں داخل کرلیا جائے جن کی بناء پر انڈویورپین لسانیات دعوی کرتا ہے کہ سب سے پہلے طالب علم لسانیات اس کا مطالعہ کرے – علاوہ اس کے کسی قوم کی قابلیت اور اُس زبان کی نوعیت و ماہیت میں جسے اُس نے پیدا اور وسیع کیا بلاواسطہ اور لابدی تعلق ہے پس اُس کے تسلیم کرنے کے سوا چارہ نہیں کہ بنی نوع کے اُس حصے کی زبان سب سے اعلی قسم کی اور اُس کا ارتقاء سب سے زیادہ متوازن ہے جو سب سے زیادہ مورد اکرام ایزدی ہے اور جس کو ابر کرم نے سیراب کرتے وقت تناسب و توازن مدنظر رکھا ہے ، اور اس لئے انڈویورپین کی ساخت اور طبیعت و خیال سے اس کا تعلق سب سے بڑھکر قابل مطالعہ ہیں ، یہہ بات انڈویورپین کا مخصوص حصہ ہے دنیا کی زبانوں کے دربار میں یہہ کرسی صدارت پر جلوہ گر ہے اور کسی کی مجال نہیں کہ اس کے حق کی نسبت چون و چرا کرسکے *

انڈویورپین زبان کی قدامت و اختلافات

اگرچہ یہہ باتیں اہم ہیں مگر عام لسانیات اور انڈویورپین زبان کے

مطالعہ میں جوگہرا تعلق ہے اسے اچھی طرح نہیں نباتیں اور ظاہر کرتیں۔ صرف یہی نہیں کہ اس خاندان کی وحدت کا ثابت کردینا اور اس کے افراد کے تعلقات باہم کے مراتب کا تعین اس نئے علم کا سب سے ممتاز کارنامہ ہے بلکہ یہی اثبات وحدت و تعین مراتب تعلقات اس کی اساس وبنیاد بھی ہے۔ اس کی وجہ دریافت کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہے کہ اس علم کی ابتدا انہیں سے ہوئی اور اس کا ارتقاء و نمو انہیں کے ارتقاء و نمو کے ساتھ ساتھ ہوا — فقط انڈویورپین زبان ہی نے وہ عظیم الشان دفتر واقعات مسلسل پیش کیا جو اس علم کی استوار و مستحکم بنیاد کے لئے چاہئے تھا، بلحاظ اختلاف اشکال اورطوالت زمان ارتقاء اس کی بولیوں کو جو وسعت نصیب ہے اسے کسی اور زبان میں تلاش کرنا عبث ہے — جس پیمانے پر کہ وہ اعمال نموئے لسانی کی تشریح و توضیح کرتی ہے کسی خاندان کی بولیاں نہیں کرتیں اور یہہ تشریح وتوضیح ازمنہ ماضیہ میں اس وقت سے شروع ہوتی ہے جس کے اور زبانیں قریب ہی تک پہنچ کر رہ جاتی ہیں — یہہ سچ ہے کہ چینی ادبیات کے بعض بعض حصے قریب قریب یا بالکل اتنے ہی پرانے ہیں جتنے کہ انڈویورپین کے حصے ؛ اور ، جیسا کہ بعد میں دکھایا جائیگا ، اگر بعض باتوں کو مد نظر رکھا جائے تو دنیا کی کوئی زبان قدامت ساخت کے بارہ میں چینی کی حریف نہیں ہوسکتی مگر جو حالت اسکی روز اول تھی وہی آج بھی ہے ، یہی صرف ایک ایسی زبان ہے جو کوئی تاریخ نہیں رکھتی — مصر ایسی تحریروں کا مالک ہے جن کی عمر دنیا کی اور زبانوں کی معلومہ یادگاروں سے زیادہ ہے لیکن ان کے مضامین اور عبارتیں ذرا ذرا سی ہیں، نہ پڑھنے میں آتی ہیں نہ مطلب سمجھ میں آتا ہے ، اس پر بیک بینی و دو گوش کی مثل صادق آتی ہے، آپ بہ نفس نفیس ہی ہیں ، نہ ناتا نہ کنبہ نہ رشتہ دار — اسکے بعد بھی سامی زبانیں ایک قابل لحاظ حریف پیش کرتی ہیں لیکن یہہ بھی دورئی منزل دیکھہ تھک کر راستہ ہی میں بیٹھہ جاتا ہے — عبرانی کی بہت ہی ابتدائی زمانے کی یادگاریں اوروں سے قدامت میں بہت زیادہ

بڑھی ہوئی نہیں ہیں ، علاوہ اس کے عبرانی مع اپنی ہمرشتہ قدیم و جدید بولیوں کے خود ہی ایک بہت ہی باثروت خاندان ہے ، تاہم سامی مال انڈویورپین کے مقابلے میں نکما اور تھوڑا ہے – سامی کی ساخت میں ایک سختی و کرختگی پائی جاتی ہے کہ جس کے باعث اس کی تاریخ میں سودمند تغیر بہت ہی کم ملتا ہے ، اور اس کا آغاز وہ شاہد مستور ہے جس کے حجلے میں نظر تحقیق نہیں داخل ہوسکتی ، یوں کہنا چاہئے کہ سامی آپس میں بہت ہی ملتی جلتی بولیوں کا ایک زمرہ ، ہے کوئی بہت ہی اختلاف رکھنےوالی شاخوں کا خاندان نہیں ہے – لسانیات کو یہ مشکل ان سب سے اتنا فایدہ پہنچتا ہے جتنا کہ انڈویورپین زبان کی شاخوں میں سے کسی ایک شاخ مثلاً جرمانی یا رومانی سے پہنچتا ہے – بنی نوع کے اور جو بڑے بڑے حصے ہیں ان میں سے کسی حصے کی زبان نہ تو اتنا رقبہ گھیرے ہوئے ہے اور نہ اسے اتنا زمانہ ہوا ہے کہ قابلِ اعتناء ہو – اگر تو یہہ حال ہے کہ جتنا ان کی موجودہ شکلوں سے معلوم ہوتا ہے اس کے سوا اور کچھہ پتا ہی نہیں چلتا – اب یہہ بات اس قدر صاف ہے کہ اس کے بتانے کی بھی ضرورت نہیں کہ وہ علم جس کے اکثر طریقے تاریخی ہیں اور جو زبان کی ماہیت، خدمت اور منبع کو زبان کی تدریجی نشو و نما کا مطالعہ کر کے اور جو تبدیلیاں کہ اس میں ایک پشت سے دوسری پشت اور ایک قوم سے دوسری قوم میں منتقل ہونے سے پیدا ہوئیں ان کا پتا لگا کر سمجھنا چاہتا ہے ، اپنے طریقوں کے صحیح اور نتائج کے یقینی ہونے کے لئے ان تاریخی تغیرات کی کثرت توضیحات کا کس قدر محتاج ہے جنہیں اُس کے معمول تحقیقات بہم پہنچاتے ہیں – ہر زبان کی ساخت میں اس کی نشو و نما سے متعلق کچھہ نہ کچھہ باتیں ضرور ایسی ملتی ہیں کہ جنہیں مطالعۂ تحلیلی اچھی خاصی طرح صاف صاف پڑھ لیتا ہے اس لئے اس میں تو شک نہیں کہ طالب علم کو اگر قدیم بولیاں نہ ملیں اور وہ ان کی شکلوں کا جدید شکلوں سے مقابلہ نہ کر سکے تو اس کی تاریخی تحقیقاتیں محض بےسود تو نہیں ہوتیں پھر بھی ہمرشتہ اور ہمعصر بولیوں کے

مقابلے سے بہت زیادہ باتوں کا پتا لگ جاتا ہے کیوں کہ یہہ قوین قیاس نہیں کہ اپنے ماخذ مشترک سے جدا ہونے کے بعد سے ہرایک نے قدیم مواد و مصالح کا کچھہ نہ کچھہ ایسا حصہ محفوظ نہیں رکھا جو اوروں نے تباہ کر دیا مثلاً (یہاں ہم اپنی پچھلی دو ایک مثالوں کی طرف پھر رجوع کرکے اسکی مختصراً صراحت کرتے ہیں) ہمارے لاحقہ ly کا جو godly اور truly جیسے الفاظ میں پایا جاتا ہے اور اسم صفت like کا ایک ہوتا تو فقط انگریزی ہی سے قیاس کرلیا گیا ہوگا اورموجودہ جرمنی (treulich) اور نیدرلینڈی (göttlich, waarlijk, goddelijk) سےمقابلہ کرنے سے یہہ درجۂ یقین تک پہنچ گیا ہے، اس کے ثابت کرنے کے لئے اینگلوسیکسن یا گاتھک جیسی قدیم بولیوں میں سے کسی کی ضرورت نہیں۔ علاوہ اس کے سنسکرت اور دیگر قدیم زبانیں ہی (अस्मि) asmi کی، جس سے ہمارا I am نکلا ہے، پوری ہیئت نہیں ظاہر کرتیں بلکہ یہی شکل بہت ہی خفیف ردوبدل کے ساتھہ موجودہ لتھوانی میں بھی ملتی ہے ؛ اسکے یہاں یہہ esmi ہے۔ لیکن اگر لسانیاتی مہارت و جودت طالب‌علم جرمانی کو اس خیال کی جانب مائل بھی کردیتی کہ I loved کی اصل I love did ہے تو بھی یہہ ہمیشہ ایک قیاسی معاملہ اور محض ایک نظرفریب مفروضہ ہی رہتا اگر وہ واقعہ نہ پیش آجاتا جس کی وجہ سے آج تک اسقف Ulfilas کی گاتھک انجیل کے مسودے کا ایک حصہ محفوظ ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ اگر ہمارے پاس جرمانی شاخ کی زبانوں کے بہت سے نکات متعلق ساخت کی اُس زمانے کی یادگاریں ہوتیں جب کہ اُنہوں نے الگ ہوکر نمو کرنا شروع کیا تھا تو یہہ کبھی کے حل ہوگئے ہوتے اور آج تک معما نہ بنے رہتے۔ محض ہم عصر بولیوں کا مقابلہ کرکے مجموعۂ السنہ کی تاریخ کا کس حد تک پتا لگایا جاسکتا ہے اس کے مدارج صورت واقعات کے لحاظ سے مختلف ہوں گے۔ سب سے پہلے تو ان مدارج کا مدار بولیوں کے مدارج تعلقات ، اختلاف اور تعداد پر ہوگا ، اس کے بعد اس پر کہ ان سبھوں نے ملکر اور ہر ایک نے الگ الگ قدیم شکلوں کو کس حدتک محفوظ رکھا ؛ لیکن یہہ ظاہر و باہر ہے کہ موجودہ زبانوں کے بارہ میں اس طرح جو

نقائج اخذ کئے جائیں گے وہ بحیثیت مجموعی اُن نقائج کے سامنے مشتبہ ہونگے اور تعداد میں بھی کم جو کہ اُسی اصل کی قدیم بولیوں کا مقابلہ کرنے سے اخذ کئے جائیں گے ، گوکبھی کبھی کسی ایک شاخ یا زمرے کی تنگ چاردیواری میں بھی طالب علم کو اُس ام الالسنہ کی بارگاہ تک رسائی کا فخر بھی حاصل ہوجاتا ہے جس سے کہ موجودہ محاورات نکلے ہیں — مثلاً جب ہم رومانی زبانوں کا تاریخی مطالعہ کرتے اور سوچتے ہیں کہ وہ قانون کیا تھے جن کے ماتحت ان زبانوں نے ترقی کی تو لاطینی کے موجود ہونے کے باعث ہمیں اس مطالعہ اوران قانونوں کے صحیح اور سچے ہونے کا اُس سے کہیں زیادہ یقین ہوتا ہے جتنا اُس صورت میں ہوتا جب ہمیں یہہ خیال ہوتا کہ فلاں فلاں قسم کی ایک ام الالسنہ ضرور ہوگی اور ہم اُس کی شکلوں کو باحتیاط بذریعہ تقابل و استقراء ڈھونڈہ نکالتے — اہمیت میں دوسرے درجے پر یہہ فائدہ ہے کہ ایک ہی خاندان کی قدیم و جدید بولیوں کا ایک مجموعہ نظر کے سامنے ہوتا ہے جس میں مشترک زبان اپنے منبع سے اپنے قریب و دور کے مناظر پیش کرتی ہے ، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ کدھرکدھر نکل گئی اور اس کے سلسلے کی وہ کڑیاں بہت ہی کم شک و شبہ کے ساتھہ پوری کی جاسکتی ہیں جن کا اب کوئی تحریری ثبوت باقی نہیں — یہہ دوسرے درجے کا فائدہ ہمیں جرمانی ، ایرانی اور انڈویورپین زبان کی ہندوستانی شاخوں کے بارہ میں حاصل ہے ، اور نطق انسان کے بڑے حصوں میں انڈویورپین میں جتنا حاصل ہے کہیں اور نہیں — انڈویورپین ہی لسان کی ملتی جلتی شکلوں کا وہ وسیع و بوقلمون مجموعہ ہے جس کی تاریخ نمو کے خط بہت ہی قدیم زمانے میں ایک نقطہ پر ملنے سے پہلے ہی تین چار ہزار برس کا عرصہ طے کرجاتے ہیں *

انڈویورپین لسانیات اور لسانیات

انڈو یورپین لسانیات اور عام لسانیات میں جو گہرا تعلق بلکہ قریبی مطابقت پائی جاتی ہے ، جس کا ذکر کیا جاچکا ہے ، اس کا سبب

یہی ہے - نطق انسان کے ہر حصے کو سمجھنے کے لئے طالب علم چاہتا تو یہہ تھا کہ اُس کی تمام و کمال نمو کی ، جس کا تعلق اُس کے تمام حصوں ، شاخوں اور مختلف ہیئتوں سے ہے ، تشریح ایسے مسودات سے کی جائے جن میں شک و شبہ کی گنجائش نہ ہو لیکن یہہ بات ناممکن تھی اس لئے جو کچھہ امکان میں تھا کر گذرا - وہ زبان کے اُس حصے میں جا داخل ہوا جس کی تاریخ کے سب سے زیادہ حصے میں یہہ باتیں موجود تھیں اور اس کا مطالعہ کرکے اُس نے کوشش کی کہ اور حصوں کا مطالعہ کرنا سیکھے جن کا مواد و مصالح کم اور غیرمربوط ہے — یہیں وہ سنگ بنیاد رکھا جاسکتا تھا جس کی تلاش تھی ، یہیں حیات لسانی کے عام قانون ہاتھہ آسکتے تھے اور یہیں وہ طریقے اور عمل اخذ کئے جاسکتے تھے جنہیں مختلف تقاضائے کوائف و حالات کے مطابق ترمیم کرکے اور قسم کی زبانوں کی تحقیقات کے لئے کام میں لاسکتے تھے، یہی نیو اتنی چوڑی تھی کہ اس پر ایک خوبصورت اور کثیرالاضلاع عمارت کھڑی کی جاسکے - باوجود اس کے انڈویورپین زبان کے مطالعہ کو مطالعۂ لسانیات نہ سمجھنا، نطق انسان کی وحدت میں وہ وہ اختلاف جلوہ گر ہیں کہ محض ایک ہی اختلاف پر جھک پڑنے سے نطق انسان کی تاریخ و ماہیت کا جزوی اور فریبدہ نظارہ ہی دکھائی دیگا - ہمارے خاندان کی بولیوں کے اختلاف کی گو کوئی انتہا نظر نہیں آتی مگر اُن میں صاف صاف ایک وصف مشترک موجود ہے جو اُسی وقت سمجھہ میں آتا ہے جب اُن کا مقابلہ اور خاندانوں کی بولیوں سے کیا جائے - بھلا یہہ کب ہوسکتا ہے کہ اُن گوناگوں اسالیب بیان کا انہیں پر خاتمہ ہوجائے جو دماغ انسان اظہار خیال کے لئے ایجاد کرتا ہے - وہ ماہر لسانیات جو صرف انہیں میں دستگاہ کامل پیدا کرتا ہے اغلب ہے کہ تنگ نظر ہو اور جب اور میدانوں میں قدم رکھے تو ٹھوکریں کھائے - ہمارا دعوی تو فقط اتنا ہی ہے کہ ان کے باطنی اوصاف اور خارجی اسباب و کیفیات متفقہ طور سے طالب علم لسانیات کی جناب میں سفارش کرتے ہیں کہ یہہ بلندترین مقام کی مستحق ہیں - گذشتہ کی طرح آیندہ بھی ان کی

تحقیقات اس کے مطالعہ کا جزو اعظم رہے گی - انکی حقیقت کا کامل انکشاف سب سے زیادہ ممکن اور سب سے زیادہ قابل توجہ ہے ' اور لسانیات جس سے سب سے زیادہ مستفیض ہونا چاہتا ہے وہ یہی ہیں *

تاریخی طریقہ

تحقیقات لسانیاتی کے عام طریقے جیسے جیسے مختلف موقعوں پر آتے گئے بیان ہوتے رہے اور ان کی توضیح کی جاتی رہی ، لیکن اگر ہم ان وجوہ کا حوالہ دیکر جن پر یہہ مبنی ہیں ان اصول کا مختصراً اعادہ کردیں تو شاید بےجا نہوگا - یاد ہوگا کہ سائنٹفک محقق لسان جس بات کو ڈھونڈھتا ہے وہ فقط یہی نہیں ہے کہ محض مظاہر زبان یا نطق انسان یعنی اس کے الفاظ ، اس کی اشکال ، اس کے قواعد اور اس کے مستعملات کو سمجھ لے اور بتادے ، یہہ کام تو قواعددانوں اور لغت نویسوں کا ہے ، وہ تو ہر بات کی وجہ دریافت کرتا ہے - کیوں ان لفظوں اور ان اضافوں کے یہی معنی ہیں کچھہ اور کیوں نہیں' ان کا محل استعمال کیوں یہی ہے کچھہ اور کیوں نہیں' کیوں فقط اتنے لفظ اور ایسے ہی لفظ اور شکلیں فلاں زبان میں ملتی ہیں ؛ مختصر یہہ کہ اسی طرح کے دوررس سوال کرتے کرتے وہ یہاں تک جا پہنچتا ہے کہ ہم جس طرح بات چیت کرتے ہیں اسی طرح کیوں کرتے ہیں کسی اور طرح کیوں نہیں کرتے - چون کہ یہہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر موجودہ بولی یا وہ بولی جو ضبط تحریر میں آچکی ہے اور ہر وہ لفظ جس سے یہہ بولی بنی ہے کسی اور اپنے سے قدیم تر بولی کی مسخ شدہ جانشین ہے جس کی شکل و معنی دونوں بدل گئے ،اور چونکہ تمام لسان معلومہ جو کچھہ آج نظر آتی ہے وہ کسی اور اصلی زبان سے ان لوگوں کے دماغ کے اعمال کی بدولت نکلی ہے جو اسے بولتے تھے اس لئے اسکی جانچ پرتال کا طور و طریق ویسا ہی تاریخانہ ہونا چاہئے جیسا کہ اور نظاموں اور انجمنوں کی جانچ پرتال کا ہے جنہیں تاریخی ترقی و نشو و نما نصیب ہوئی ہے - انسانی قابلیت نے انسانی ضروریات اور انسانی حالات کے تقاضے کے مطابق مرور ایام کے ساتھہ ساتھہ جز و کل لسان انسان میں

مرمیم کی ہے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ ابتدا میں اسے پیدا کیا ہے ، ان اثروں نے اپنے تدریجی فعل سے اسے جو کچھہ بنا دیا ہے وہی یہہ بن گئی۔ ایک طرف تو اسے ان ضروریات و کیفیات کا پیدا کیا ہوا نتیجہ سمجھنا چاہئے دوسری طرف جو نتائج کہ ان ضروریات و کیفیات نے پیدا کئے انہیں کو ان ضروریات و کیفیات کا آئینہ دار تصور کرنا چاہئے - زبان کی کایا پلٹ کا پتا لگانا یعنی اسکی گذشتہ منازل کا یکے بعد دیگرے مطالعہ کرنا حتیٰ کہ رجعت قہقری کرتے کرتے اس کے آغاز تک پہنچ جانا ، بشرطیکہ اس منزل تک رسائی ممکن ہو ؛ جو تبدیلیاں اس میں ہوچکی ہیں یا ہو رہی ہیں ان سے ان قوتوں کی جن کی یہہ معمول ہے ماہیت اور طریق عمل کا قیاس کرنا ؛ اور مذکورہ باتوں سے اور جو کچھہ حال اس کے آغاز کی نوعیت کے باب میں دریافت ہوا ہے اس سے اس کو سمجھنا ؛ یہی باتیں ہیں جو طالب‌علم لسانیات کے واسطے جاذب توجہہ ہیں اور یہی آخرش ان نتائج کے لئے شمع ہدایت بنیں‌گی جن کا تعلق ماہیت زبان سے زبان کی اس حیثیت کو مد نظر رکھہ کر مانا گیا ہے کہ وہ ذریعۂ اختلاط و آلۂ اظہار خیالات ہے اور ترقی انسان کا ایک مفید ذریعہ *

اشتقاقیات

عمل تحقیقات چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی ویسا ہی تاریخ کا محتاج ہے جیسا کہ عام باتوں میں ، ہم اس سے پہلے ہی (دیکھو صفحہ ۶۸) کہہ چکے ہیں کہ ہمارے سائنس کی تمام و کمال عمارت کی بنیاد ایک ایک لفظ کے جداگانہ مطالعہ پر اٹھائی گئی ہے ؛ پہلے اشتقاقیات دان محنت کرلے اور سڑک تیار کر دے تو کچھہ اور ہوسکتا ہے - لیکن ہر اشتقاقی سوال کلیۃً تاریخی سوال ہے ، اس کا تعلق تاریخی عمل کی منزلوں سے ہے جیسا کہ انہیں تاریخی شواہد بتائیں - اس علم سے شہادت کی قدر و قیمت کے اندازہ لگانے کی قابلیت ظاہر ہوتی ہے اور اس صداقت کے قبول کرنے کی اہلیت جو اس شہادت سے

منتج هوتي هے — هر مخصوص لفظ کي اصل و تغير کے بارہ ميں اس شہادت سے کيا ثابت هوتا هے جو ملتي هے ايک سوال هے جو ماهر اشتقاقيات کے دماغ ميں هر وقت چکر لگاتا رهتا هے — اس سوال کا ٹهيک ٹهيک جواب دينے کے قابل هونے کے واسطے اُس کا بهت سي صفات کا مجموعه هونا لازمي هے - ايک حامي و معين کي سي ذکاوت و جودت اور استقلال و همت اس ميں ضرور هوني چاهئے - اسے هر شہادت کا ذره ذره ، هر مشابهت ، هر فيصله جس کا نفس معاملۂ زير تحقيقات سے تعلق هے اکٹها کرنا پڑے گا — پهر اُسے ايک مخالف مشير کا روپ بهي بهرنا هوگا کيوں که جو شہادت فراهم کي هے اس کي بغور چهان بين اور گواهوں کي نوعيت اور بےغرضي کي جانچ پرتال اور اُن پر جرح کرني پڑے گي تاکه اُن کي غلطيوں اور بيان کي بےربطيوں کا بهانڈا پهوٹ جائے — ان سب سے زياده اس کي ضرورت هے که وه ايک منصف کا سا عالم اور آزاد خيال هو تاکه سب کا خلاصه کرکے بےلاگ فيصله صادر کرسکے - نه تو جو کچهه حق ثابت هوگيا هے اُس سے کسي کو محروم رکهے اور نه کسي کو کوئي ايسا حق عطا کرے جس کي بنياد محض غيرمحقق دعووں اور ناکافي ثبوت پر رکهي گئي هو — مختصر يهه که وهي اوصاف و عادات جو ايک کامياب مورخ واقعات کا طغرائے امتياز هيں ايک کامياب مورخ الفاظ کا بهي هيں *

عام لوگ جس بري نظر سے اشتقاقيات اور طلبائے اشتقاقيات کو ديکهتے هيں اس سے عيان هے که اُس کے مطالعه ميں کيا کيا دقتيں هيں - اس کے مروجه طريقوں کے من مانے اور غيرمتيقن هونے اور جو نتائج اُن سے اخذ کئے گئے هيں ان کي غيرمعقوليت کي وجه سے لوگوں نے بهت سي چبهتي هوئي اور بجا پهبتياں اُڑائي هيں - اس کي کافرماجرا اداؤں نے هميشه حقيقت‌جو دماغوں کا دامن دل اپني طرف کهينچا هے مگر اُس نے هميشه جل هي ديا - جودت انساني کا بےقياس حصه اِس کے تجسس باطل کي نذر هوگيا - وه لوگ جو

دماغی مساعی کے دیگر میدانوں میں اپنی جودت و اصابت رائے کا ڈنکا بجا چکے ہیں اس میدان میں اُن سے وہ وہ لغزشیں ہوئی ہیں کہ توبہ ۔ یہہ مقولہ اکثر سننے میں آیا ہے کہ جب کبھی یونانی اور رومانی اشتقاقی تحقیقات کی طرف متوجہ ہوئے ہیں تو اُنہوں نے عقل و شعور کو بالائے طاق رکھدیا — اس میں کلام نہیں کہ ہندوستانی محققین سنسکرت کو بہت ہی زیادہ موقع حاصل تھے کیوں کہ زبان کی ساخت میں التزام و انتظام موجود ہے اور ایسے لفظ تھوڑے ہیں جن کا حال نہ معلوم ہو مگر اُنہوں نے بھی جہاں معمولی اور صاف صاف مشتقات کی سیدھی سادی شاہ راہ سے باہر قدم نکالا فوراً ٹھوکریں کھانی شروع کیں، اور ان کی مذہبی ، فلسفیانہ اور قواعدی تصنیفات ویسے ہی خیالی اور بے سر و پا نسب‌نامہائے الفاظ سے بھری پڑی ہیں جیسی کہ کلاسک مصنفین کی ۔ زمانۂ جدید کا لسانی سائنس کسی بات میں بھی زمانۂ قدیم کےلسانیات سے اپنی‌فوقیت اتنی صاف صاف ثابت نہیں کرتا جتنی کہ اشتقاقیات کے طرز و طریق کے باب مین۔ بےشک محض انہیں پر اس کی فضیلت کا دار و مدار ہے *

طریق تقابل کا مرتبہ لسانیات میں

جدید اشتقاقی تحقیقات کا ایک بہت بڑا ذریعہ یہہ ہے کہ بہت سی ملتی جلتی شکلوں کا آپس میں مقابلہ کیا جائے ۔ اس سے پہلے جو کچھہ بولیوں کی نمو اور زبانوں کے پیدایشی تعلقات کے بارہ میں بتایا جاچکا ہے اُس سے صاف صاف عیاں ہے کہ مذکورہ تقابل کیون‌کر اس کا ذریعہ ہے ۔ جو زبانیں بولی جاتی ہیں اگر اُن میں آپس میں کوئی تعلق نہ ہوتا یعنی ہر ایک دوسرے سے جدا اور تنہا شے واحد ہوتی تو طریق تقابل کی گنجائش ہی نہوتی — قدیم لسانیات ہر زبان کو ایک ایسی ہی جدا اور واحد شے سمجھتا تھا یا اگر بعض بعض صورتوں میں بعض بعض زبانوں میں تعلق مانتا تھا تو اسے غلط سمجھے ہوئے تھا اور اس کا استعمال غلط طریقے سے کرتا تھا ، مثلاً لاطینی کو

یونانی سے نکلا ہوا مانا جاتا تھا اور اس کے لفظوں کے اشتقاق کی تلاش میں یونانی لغات کی ورق گردانی اس مفلے کی بناء پر کی جاتی تھی کہ یہہ یونانی کے بگڑے ہوئے لفظ ہیں - جدید سائنس ہر موجودہ بولی کو ایک قدیم زبان سے نکلا ہوا تو مانتا ہے مگر موجودہ بولیوں میں سے اور بہتوں کو بھی اسی قدیم زبان سے نکلا ہوا سمجھتا ہے - ارث مشترک مین سے ہر ایک نے بہت کچھہ کھو دیا اور بہت کچھہ بچا لیا اور پھر ہر ایک نے اس کے کچھہ حصے تو جیسے کے تیسے رکھے اور کچھہ ایسے بدل دئے کہ پہچانے نہیں جاتے ، سب کی نسبت یہہ کہنا کہ ان میں تغیر ہوا اور اس اس طریقے سے ہوا درست ہے مگر یہہ کہنا درست نہیں کہ فلان فلان تغیر جو ایک میں ہوئے وہ سب میں ہوئے - ہر ایک نے کوئی نہ کوئی بات ایسی بچا لی جو اوروں نے کھودی یا ایک میں ایک بات بالکل ویسی کی ویسی ہی موجود ہے جیسی کہ زمانۂ قدیم میں تھی مگر اوروں نے اسے ایسا بدل دیا کہ اب اصلیت کا پتا نہیں لگتا یا بدلا نہیں تو کچھہ پر نقاشی ہی کر دی ورنہ ان کی مختلف درجے کی بدلی ہوئی شکلوں سے وثوق کے ساتھہ اس اصل کا پتا لگایا جا سکتا تھا جس سے نکل کر ہر ایک نے ایک نئی سمت کا رخ کیا - اسلئے طالب علم لسانیات جب کسی لفظ کی جانچ پرتال کرنے چلے تو پہلے اسے اسکے ان مطابقوں اور مشابہوں کے پہلو میں رکھنا چاہئے جو اور زبانوں میں پائے جاتے ہیں تاکہ اس کی تاریخ کا صحیح صحیح مطالعہ کیا جا سکے ، اس طرح وہ کمی جو ہمرشتہ بولیوں کے زمرے کے ہر فرد میں اپنی پیدائش و نمو کے باب میں موجود ہے تھوڑی بہت باقی کے افراد پوری کردیں گے اور جو تاریخی نتائج اخذ کئے جائیں گے ان مین زیادہ وسعت و تیقن ہوگا - ہمرشتہ زبانوں کے ایسے جید خاندان کے قایم ہونے سے جیسا کہ انڈویورپین ہے اور افراد کو دیر سویر اوروں کی حالت بتانے میں مدد کرنی ہی پڑتی ہے *

جدید لسانیات میں طریق تقابل کو بہت ہی اہمیت حاصل ہونے کے باعث ہی اس کا نام " تقابل لسانیات " پڑگیا - یہہ وہ لقب ہے جو

عوام میں اب بھی رائج ہے اگرچہ اب دقیانوسی اور غیر موزوں ہوگیا — ابتدائی زمانے میں جب لسانیات ترقی کررہا تھا اُس وقت تو یہہ نام موزوں تھا کیونکہ مواد و مصالح جمع کیا جارہاتھا اور اُس کی چھان بین ہورہی تھی ، طریقوں میں وسعت پیدا کی جارہی تھی اور قاعدے بنائے اور ابتدائی عام نتیجے نکالے جارہے تھے ، اور اب بھی یہہ اس عمل پر صادق آتا ہے جس سے مطالعہ کو وسعت دی اور اس کی تکمیل کی جاتی ہے ، لیکن کل سائنس کو " تقابل لسانیات " کہنا ایسا ہی نامناسب ہے جیسا کہ حیوانیات کو " تقابل تشریحات " یا " نباتیات " کو " تقابل اشجار " *

لیکن ہمیں یہہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ طریق تقابل اس کا ضامن نہیں ہوسکتا کہ بوقت جادہ پیمائی اشتقاقیات قدم لغزش نہ کرے گا — جتنی اور اچھی چیزیں بےجا استعمال کی جاسکتی ہیں اتنا ہی یہہ بھی کیا جاسکتا ہے — اگر یہہ مقصود ہے کہ یہہ ترقی علم کے واسطے مفید نتائج بہم پہنچائے تو پھر خودرائی اور بیہودہ سری کو رخصت کردینا چاہئے، اس کے اطلاق اور انطباق کے لئے مسلم و معین قاعدے لازمی ہیں — بعض کا خیال ہے کہ " ماہر تقابل لسانیات " کا خطاب حاصل کرنے کے لئے بس یہی کافی ہے کہ کسی ایک زبان کو لے لیں اور اسے لئے ہوئے ربع مسکون کا چکر لگا کر اس کے مواد و مصالح اور شکلوں کو جن زبانوں کو چاہیں پسند کرکے ان کے مواد و مصالح اور شکلوں سے مقابلہ کر ڈالیں — مگر یاد رکھنا چاہئے کہ جو چیز اس تقابل کی قدر و قیمت کی اساس و بنیاد ہے یعنی پیدایشی تعلق وہی اس طوروطریق کو معین و مقرر بھی کرتی ہے جس سے کہ تقابل قابل اعتناء ہوسکتا ہے — ہمارے مقابلے کی غرض یہہ ہوتی ہے کہ ان مشابہات کے رخ پر سے پردہ اٹھا جائے جن کی بنیاد اور توجیہ کا دار و مدار ماخذ کی حقیقی اور تاریخی شباہت پر ہے ، پس جسطرح اور شجروں کی تحقیقات کے وقت ہم عمل پیرا ہوتے ہیں اسیطرح یہاں بھی ہونا چاہئے— رجعت قہقری شروع کر کے مختلف شاخوں کی ایک پشت سے دوسری

پشت میں ہوتے ہوئے اُن مقامات تک پہنچ جانا چاہئے جہاں وہ مجتمع ہوتي ہیں ۔ مقابلہ کا کام اُن زبانوں سے شروع ہوتا ہے جو بہت ہي قریب کا رشتہ رکھتي ہیں اور رفتہ رفتہ انہیں بھي اپنے دامن میں لپیٹ لیتا ہے جن کا بعید سے بعید تعلق ہے ۔ مثلاً سب سے پہلے ہم جرماني کا سا ایک زمرہ قایم کرتے ہیں اور اسکے باطني تعلقات کے مطالعہ سے اس کي تاریخ اس طرح معلوم کرتے ہیں کہ اس کي بولیوں کی تمام وہ باتیں جو از خود پیدا ہوئے تغیر و نمو کا نتیجہ ہیں پہچان پہچان کر الگ کرتے جاتے ہیں یعنی جو چیزیں اس کي ذاتي ہیں اور بدیں وجہہ اس قابل کہ ان کا مقابلہ ان نتائج سے کیا جاسکے جو اسي خاندان کي اور شاخوں پر اسي قسم کے عمل نے پیدا کی ہیں جس نے کہ جرماني میں پیدا کی تھیں انہیں شناخت کرتے جاتے ہیں ۔ اس کي اصلا ضرورت نہیں کہ آگے قدم بڑھانے سے پہلے قدیم جرمانی زبان کو کامل طور سے دوبارہ زندہ کرلیا جائے ۔ انڈویورپین زبان کي تمام ہیات مختلفہ میں ایسي نمایاں اور محسوس مطابقات موجود ہیں کہ ایک دفعہ خاندان کی وحدت قایم ہوجانے کے بعد نظر اُٹھاتے ہی دکھائي دیتی ہیں اور جو کچھہ اُن کي اصلي قدر و قیمت ہے وہ مانني پڑتی ہے ، لیکن دو بعیدي تعلق رکھنے والي زبانوں کی مشابہات کے تھوڑے ہی سے حصے میں یہہ وصف پایا جاتا ہے ، اس لئے پہلے ان میں سے ہر ایک کے قریب‌تر تعلق رکھنےوالے ہمجنس حصوں کا جس قدر زیادہ مطالعہ کیا جائےگا اُسي قدر زیادہ بعیدي تعلق رکھنےوالي زبانوں کي شناخت مکمل و معتبر ہوگي — اگر جرماني زمرے میں آج صرف انگریزي ہی زندہ ہوتي تو بھی ہم اس کا ایتک یونانی سے مقابلہ کرسکتے اور بہت سي مشابہات بتا سکتے تھے جو اُن دونوں کے اشتراک ماخذ کو ثابت کرتي ہیں لیکن بصورت موجودہ جرمانی اوریونانی دونوں زمروں میں سے ہر ایک کی بہت سی آپس میں تعلق رکھنے والی بولیوں سے چشم‌پوشی کرکے یہہ روش تحقیقات اختیار کرنا نامناسب اور اصول لسانیات کے خلاف ہوگا — اس

ہمیں انگریزي کے اُن حصوں پر بھی بہت کچھہ فضول محنت کرني پڑے گی جو مخصوص قسم کے ہیں ، زمانۂ مابعد میں پیدا ہوئے اور جن کا یونانی کے کسی حصے سے بلحاظ پیدائش کوئي تعلق نہیں — اس طرز عمل کي وجہ سے ایک طرف تو ہم شناخت ہیات میں غلطی کریں گے [جیسے انگریزی کے whole اور یونانی کے holos (پورا) میں] اور دوسري طرف ہمیں اُن ہیات میں اختلاف نظر آئے گا جو اگر دونوں کی بولیوں کي قدیم‌تر شکلوں سے مدد لي جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپس میں بہت ملتي ہیں — مثلاً کیا یونانی کے pherousi اور ہمارے bear میں ، جو they bear میں ہے کوئي ، مشابہت نظر آتي ہے مگر اور جرماني بولیوں کے مقابلے سے ہم پتا لگالیتے ہیں کہ bear ایک جرمانی لفظ berand سے بلاواسطہ نکلا ہے اور قدرک یوناني میں pheronti ملتا ہے جس سے زبان کے ایک معین اور مقرر اُصول الحانیات کے مطابق pherousi بنا ہے — جرمانی زبانوں کا قانون ''مبادلہ،، حروف وقفیہ بتاتا ہے کہ اصلي ہائي ph لُو جرمن کي بولیوں میں جاکر ہمیشہ b ہوجاتا ہے — پس بلحاظ مادّے اور لاحقے کے جن دولفظوں کا مقابلہ کیا گیا ان کي تاریخی شباہت میں اب چون و چرا کي گنجائش نہیں رہی *

اس سے بھی زیادہ طریق صحیح کے خلاف یہہ ہوگا کہ انگریزي ، پرتگالی، فارسی اور بنگالي کا باہم براہ راست مقابلہ کیا جائے جو انڈویورپین زبان کي چار بڑي شاخوں سے تعلق رکھتي اور اُن کي نمایندگی کرتي ہیں — انہیں پیدا ہوئے بہت دن نہیں ہوئے اور صورت بہت بدلی ہوئي ہے — سنسکرت سے مقابلہ کرنے پر بنگالي میں یا قدیم اوستی اور ہخامنشی سے مقابلہ کرنے پر فارسي میں یا لاطینی سے مقابلہ کرنے پر پرتگالی میں جو خصوصیات پائی جاتي ہیں وہ سب یا قریب قریب سب ایسی ہیں کہ جن کا ہم انگریزي یا اور کسي جرمانی زبان کی خصوصیات سے کوئي تعلق بروئے تاریخ ثابت نہیں کرسکتے — ان کا

باهمی تعلق تو ان شاخوں یعنی سنسکرت وغیرہ کے قدیم تر نمایندوں کے توسط سے ہے اور اس کی تلاش وہیں کی جانی چاہئے *

لیکن سب سے بڑی بیہودگی تو یہہ ہے کہ ایسی زبانوں کے درمیان فرضی مطابقتیں پیدا کردی جائیں اور مشترک ماخذ گھڑ لئے جائیں جیسے کہ انگریزی ، اور انگریزی ہی پر کیا موقوف ہے کوئی انڈویورپین بولی ہو ، اور عبرانی یا فنی یا چینی کے درمیان - عبرانی ، فنی اور چینی میں سے ہر ایک زبانوں کے مسلمہ خاندانوں کے مسلمہ فرد ہیں اور ان میں سے کوئی خاندان انڈویورپین سے قطعی واسطہ ہی نہیں رکھتا - ان میں سے اگر کوئی انڈویورپین زبان سے کسی طرح کا پیدایشی واسطہ رکھتا بھی ہوگا تو اس پر دونوں کے تمام و کمال قواعدی ارتقاء کا پردہ پڑا ہوا ہے ، ان کا یہہ تعلق جبھی ظاہر ہو سکتا ہے کہ دونوں کا تجزیہ و تحلیل اس طرح کیا جائے کہ ان کی ان بولیوں کا جو ہمرشتہ مانی گئی ہیں بہت ہی غایر اور وسیع مطالعہ کیا جائے حتی کہ ان کی اس قدیم شکل تک پہنچ جائیں جس پر کوئی نشان و اثر اس نمو و تغیر کا باقی نہیں رہتا جو صدیوں کی جدائی سے پیدا ہوگیا ہے - چاہے ان میں سیکڑوں ہزاروں ظاہری مشابہات کیوں نہوں لیکن یہہ اسوقت تک بہ حیثیت علامات تعلق بیکار ہیں جب تک اتنی غایر تحقیقات جتنی کہ ہم نے بتائی ہے یہہ ثابت نہ کردے کہ یہہ مشابہتیں محض سطحی اور نظر کو دھوکا دینے والی نہیں ہیں *

یہہ نہ فرض کرلینا چاہئے کہ ہم جو یہہ قید لگاتے ہیں کہ دو زبانوں کی مطابقتوں کو ، جن سے ان کا تعلق باہم ظاہر کیا جائیگا ، حقیقی تسلیم کرنے سے پہلے یہہ ثابت کرنا ضروری ہے کہ دونوں زبانوں میں تعلق ہے ، یہہ تو مغالطۂ دوری ہے - ہم تو صرف یہہ دکھاتے ہیں کہ تعلق لسانی کی شہادتوں میں ہمیشہ یہہ بات پائی جائیگی کہ ایک شہادت دوسری شہادت کی تائید و تاسیس کرتی ہے - تقابل کے ابتدائی اعمال تو، جن کی مدد سے کسی نئی زبان کا مرتبہ و تعلقات قایم کئے جانے کی

نوشش کی جاتي ہے، محض تجربہ اور امتحان کا رتبہ رکھتے ہیں – فہمیدہ و سنجیدہ ماہر لسانیات اس کو کبھی نہیں بھولتا کہ اس کے اخذ کردہ نتائج کے یقیني اور متحقق ہونے میں دو باتیں رخنہ‌انداز ہیں جو ایک دوسرے کی نقیض ہیں، یعنی یہہ بھی ممکن ہے کہ دو چیزوں میں جو ظاہري مماثلت پائی جاتي ہے وہ محض اتفاقی اور موہوم ہو اور یہہ بھي کہ ظاہري اختلاف کي تہ میں کوئی بات پوشیدہ ہو جو بتاتی ہو کہ دونوں ایک ہی اصل کی فرع ہیں – ہر نئی مشابہت کے ساتھہ ساتھہ جس کا انکشاف اس کی تحقیقاتوں سے ہوتا ہے اس کے اس اعتماد میں ترقی ہوتی جاتی ہے کہ جن مشابہتوں کا وہ اس سے پہلے پتا لگا چکا ہے وہ حقیقی ہیں اور تاریخی قدر و قیمت رکھتي ہیں – اور ہر حقیقت نفس‌الامري کی تمام امکانی ذریعوں سے جانچ پرتال کرنے کے بعد جب آخرش اسے یقین کامل ہو جاتا ہے کہ دو زبانوں کے تعلق و رشتے کا سنگ بنیاد ایک ہي اساس پر رکھا گیا ہے اور اس کی ظاہری مغائرت و مجانبت کا پردہ اس کي آنکھوں کے سامنے سے اٹھہ جاتا ہے تو اسے بات بات میں ان کے تعلق کی علامات ملنے کی امید ہوتي ہے اور وہ انہیں ان مظاہر میں بھی ڈھونڈھنے لگتا ہے جن کی طرف شاید وہ ایک لمحے کے لئے بھی توجہہ نہ کرتا اگر اس کی امید کا یہہ عالم نہ ہوتا – برخلاف اس کے جب وہ قریب‌تر مدارج تعلقات سے چل کر بعیدتر مدارج تعلقات تک باقاعدہ اور کامل جانچ پرتال کرتا ہوا پہنچتا ہے اور یہہ منکشف ہوتا ہے کہ دو زبانوں کے ماخذ دو الگ الگ خاندان ہیں تو پھر تاریخي شہادتوں کی بناء پر گمان غالب یہہ ہوتا ہے کہ اب دوسرا پلہ گراں ہے اور سطحی مشابہات کے اگر کچھہ معنی لئے جا سکتے ہیں تو فقط یہی کہ وہ اتفاقي ہیں یا عاریت کا نتیجہ

اشتقاقیات جدید

اشتقاقیات جدید اور اشتقاقیات قدیم میں فرق ہے – اشتقاقیات قدیم جس قسم کے نتائج کو جس قسم کی شہادت کي بناء پر مان لیا کرتا تھا

اشتقاقیات جدید اسی قسم کے نتائج کو اسی قسم کی شہادت پر نہیں مانتا۔ اس کا یہہ حال ہے کہ یہہ lucus (grove کنج) کا ماخذ non lucendo (its not shining there – اس کا وہاں نہ چمکنا) تسلیم کرنے کو تیار ہے بشرطیکہ اس سے اُس کے مشتق ہونے کا تاریخی ثبوت بہم پہنچادیا جائے — اسے اس کے تسلیم کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی کہ ایسے دو لفظ جیسے کہ فرانسیسی کے évêque اور انگریزی کے bishop ہیں ایک ہی ہیں اگرچہ دونوں میں سے کسی کا کوئی حرف یا آواز آپس میں نہیں ملتی، وجہ یہہ ہے کہ یہہ باسانی پتا لگالیتا ہے کہ دونوں یونانی لفظ episkopos سے نکلے ہیں — لیکن اس واقعہ سے ہرگز یہہ نتیجہ نہیں نکالتا کہ دونوں زبانوں کے یا یہہ نہ سہی تو دوئی سی اور دو زبانوں کے دو ہم معنی الفاظ کو دیکھکر خواہ ان میں کیسا ہی ظاہری اختلاف کیوں نہ ہو یہہ سمجھہ لینا چاہئے کہ یہہ ایک ہی اصل کی فرع ہیں یا ممکن ہے کہ انہیں ایک ہی اصل کی فرع ثابت کیا جاسکے — یہہ ہر صورت میں اس کا منتظر رہتا ہے کہ دیکھو تحقیقات سے کیا نتیجہ نکلتا ہے — ہم نے تیسرے لیکچر میں دعوی کیا تھا کہ تاریخ تغیرات صوتی شاہد ہے کہ ہر آواز کا رفتہ رفتہ چاہے جوسی آواز بن جانا اور مفاہیم الفاظ کا ترمیم ہوتے ہوتے اس قدر بدل جانا کہ بالکل الٹے ہوجائیں یا پہلے مفاہیم سے بالکل کوئی واسطہ ہی نہ رہے حیطۂ امکان میں ہے — اس سے اشتقاقیات کی جڑ کٹتی جاتی اور اعتبار اُٹھا جاتا ہے ، مگر یہہ خیال غلط ہے کیونکہ وہی تحقیقاتیں جو ہمارے اس دعوی کو ثابت کرتی ہیں یہہ بھی بتاتی ہیں کہ کون کون سے تغیر تو وہ ہیں جن کا باسانی ہرجگہ پتا لگ جائیگا اور کون کون سے وہ خاص تغیر ہیں کہ جن کا کسی زبان میں واقعی وقوع پذیر ہونا جب ہی مانا جائیگا جب بلاواسطہ اور یقیں دلانے والی شہادت ہمیں اُن کے ماننے کے لئے مجبور کرے — یہہ تحقیقاتیں سکھاتی ہیں کہ جب کسی زبان کی خصوصیات کا مطالعہ کرو تو اس کے قوانین تغیر

حالت کو ان کا جزو سمجھو اور مشکل سوالات کو مشتبہ اور زبردستی کی مشابہات کی مدد سے حل کرنے سے پرھیز کرو *

مختصر یہہ ھے کہ لسانیات جدید اپنے مطالعہ کرنے والوں پر یہہ فرض عائد کرتا ھے کہ جو کچھہ کریں اچھی طرح کریں اور احتیاط سے کام لیں ، اس کا تقاضا ھوتا ھے کہ ھر معاملے کے تمام پہلوؤں کی جانچ پرتال کی جائے ، وہ ایسے نتیجوں کو رد کردیتا ھے جو اس طرح حاصل ھوئے ھیں کہ جو شہادت ملتی تھی اس کو تاحد امکان جانچا پرکھا نہ گیا ، یہہ کوئی ایسا ذریعہ تحقیقات بہم نہیں پہنچاتا جو ناتجربہ‌کار اور بےپرواہ لوگوں کے ھاتھوں میں پڑکر بےجا استعمال نہ کیا جاسکے اور اس سے غلط نتیجے نہ نکالے جاسکیں ، یہہ کوئی ایسی چیز نہیں دیتا جو علم صحیح اور طبع نقاد کا نعم‌البدل ھو ، اور تو اور وہ لوگ بھی جو اس کے طریقوں سے بہت ھی اچھی طرح آگاہ ھیں ان طریقوں کے اطلاق و انطباق میں اکثر اس وقت افسوس‌ناک غلطیاں کرجایا کرتے ھیں جب انہیں کسی زبان کا سطحی علم ھوتا ھے یا اس کا بلاواسطہ کسی دور کی زبان سے مقابلہ کرتے اور یہہ بھول جاتے ھیں کہ اپنے خاندان سے اس کے کیا تعلقات ھیں اور ان تعلقات کے مقابلے سے اس کی تاریخ کیا ثابت کرتی ھے — وہ عالم بھی جو زبانوں کے خاص زمرے کے مقابلے میں ید طولیٰ رکھتا ھے اور جسے ھم بخوشی اجازت دے سکتے ھیں کہ ھمیں اُن زبانوں کے ارتقاء کا حال بتائے ، جب وہ اور زمروں کے ، جن کا اسے برائے نام یا کچھہ بھی حال معلوم نہیں ، اپنے زمرے سے بعیدی تعلقات کا پتا لگانے چلے تو ممکن ھے کہ ایسی ایسی باتیں کہے جن کا سننا بھی گوارا نہو — اگرچہ گذشتہ چند سالوں میں لسانیات نے بہت ترقی کی ھے ، لیکن دنیا اب بھی ایسے جلدبازوں سے بھری پڑی ھے جو جہت سے عام اُصول گھڑ لیتے ھیں اور بجائے اس کے کہ آھستہ آھستہ اور عرق ریزی سے تحقیقات کرکے وسیع‌الاثر اور مشکل نتائج کے موتی رولیں واقعات کی یونہی سی جانچ پرتال کرکے دامن مقصود بھر لیتے ھیں — ھمارے علم کی راہ میں جو تودۂ خس و خاشاک حائل ھے اور اُس

کي ترقي کی تیز رفتاري کو مانع ، اس کا بہت بڑا حصہ جن سیدھے سادے اصول سے غفلت برتنے سے پیدا ہوا ھے وہ یہہ ھیں :—
(۱) جو شخص دو زبانوں یا زمروں کا جید عالم نہیں اگر وہ ان کا مقابلہ کرے گا تو اس سے کوئی مفید نتیجہ نہ نکلے گا (۲) کسی زبان کا اور زبانوں سے مقابلہ کرنے سے کچھہ فائدہ نہیں ہوسکتا اگر یہہ زبانیں اس زبان سے حقیقی یا خیالی بعیدي تعلق رکھتی ھیں تاوقتیکہ اس کا مقابلہ اُن زبانوں سے نہ کرلیا جائے جو اس سے بہت ھی قریبی تعلق رکھتي ھیں *

اس کے علاوہ یہہ کہنا بھی ضروري ھے کہ وہ ماھر تقابل لسانیات اپني عمارت بہت ھی تنگ اور ناقص بنیاد پر اٹھاتے ھیں جو محض ایسے الفاظ کو پہلو بہ پہلو رکھنے پر قناعت کرتے ھیں جن سے بحث کرنا آسان ھے، جن کے معقول تحقیقات سیدھے سادے لفظوں کي بڑي بڑي یا چھوٹي چھوٹی فہرستیں ھیں جن میں عام خیالوں کی ظاھر کرنےوالي اصطلاحیں درج ھیں — تاریخ لسانیات کا وہ زمانہ گذر گیا جب یہہ طریق تحقیقات حقیقي اور واقعی تصور کیا جاتا تھا ، اب تو یہہ صرف چند ھي شعبوں میں ساقطالاعتبار نہیں ھے — تجربے اور امتحان کے لئے جب قدم اٹھاتے ھیں تو پہلے اسي سے سابقہ پڑتا ھے ، اس کی مدد سے ھم سب سے قریب اور نہایت ظاھري تعلق رکھنےوالے زمروں کا تعین کرسکتے ھیں ، یہہ زیادہ غائر مطالعہ کے لئے شاہراہ تیار کردیتا ھے — ایسے ممالک میں سیاحت کرنےوالے اور اکتشافات کی دھن میں پھرنےوالے جن کے روزمرہ میں بعدالمشرقین ھے اور ادبی تحریریں معدوم ھیں مثلاً امریکہ کے مغربي بیابان یا وسطي افریقہ کے لق و دق میدان اس قسم کا مواد اور مصالح ھی اکٹھا کرکے بہت بڑی خدمت انجام دے رہے ھیں کیونکہ اس سے بہتر چیز تک رسائي کے لئے نہ تو انہیں فرصت ھے نہ موقع نہ مہارت ، لیکن اسے محض تمہید و آغاز اور بدل عارضي سمجھنا چاھئے ، اسے صرف یوں قبول کرلیا جاتا ھے کہ اس سے بہتر چیز نہیں ملتی — کیسي ھي ھوشیاري سے لفظ کیوں نہ چنے جائیں مگر ان کي محدود فہرستیں تو اسي صورت میں پیدایشي مطابقتوں کو نمایاں طور سے ظاھر کرسکتی

ھیں کہ جن زبانوں کی مظہر ھیں ان میں قریبی رشتہ ھو ، اس کے باوجود بھی ممکن ھے کہ ان مطابقتوں پر اختلاف پردہ ڈالدے یا ایسا توازن پیدا کردے کہ کوئی رائے نہ قایم کی جاسکے - پس ان کے رشتہ کی حقیقت و مدارج کو قابل اطمینان طور سے عیاں کرنے کے لئے گہرے مطالعہ کی ضرورت ھے — لسانی ساخت و نمو کے راز ھائے سربستہ تک پہنچنا ، ان مطابقتوں کو دریافت کرنا جن تک بےپروا و ناتربیت یافتہ اشخاص کی نظر نہیں پہنچتی ، اور ان مشابہات کے دام فریب میں نہ پھنسنا جو تاریخ پر مبنی نہیں ھیں، یہی باتیں طالب علم لسانیات کے کام کا بہت ھی ضروری جزو ھیں - پیدایشی تعلقات کا جہاں تک شہادت کی مدد سے تحلیل و تجزیہ کیا جاسکتا ھے ، بغیر تجزیہ کئے ھوئے محض لفظوں کا پہلو بہ پہلو رکھہ کر مقابلہ کرلینا طریقہائے تقابل لسانیات کا مضحکہ اُڑانا ھے *

مطالعہ اشتقاقی کے بارہ میں اکثر ایک اورغلطی یہہ کی جاتی ھے کہ لوگ یہہ سمجھتے ھیں کہ اس کا کام تو صرف اتنا ھی ھے کہ لفظوں کی مطابقت ڈھونڈہ نکالے - بے شک ، جیسا کہ ھم پہلے کہہ چکے ھیں ؛ یہہ ابتدائی منزل ھے اور اسی کے استحکام و استواری پر تمام عمارت کی مضبوطی و پائداری موقوف و محصور ھے ، مگر یہہ یاد رکھنا چاھئے کہ یہہ محض ابتدائی منزل ھی ھے ؛ اس سے زیادہ اس کی وقعت نہیں - علم الکیمیا کی طرح تقابل اشتقاقیات کی تفصیلات کی بھی کوئی انتہا نہیں جن میں اکثر طالب علم پھنس جاتا اور پڑا ھوا ھاتھہ پاؤں مارا کرتا ھے - اس کے اپنے خاص خاص قاعدے اور طریقے ھیں اور جو ان کے اصلی معنی و مطالب سے ناواقف ھے وہ ان سے کسی حد تک اندھوں کی طرح کام لے سکتا ھے — بہت سے آدمی ھیں جنہیں لفظوں کی تلاش میں دستگاہ کامل ھے اور اُنہوں نے بہت سے لفظوں کا باھمی تعلق دریافت بھی کیا ھے لیکن لسانیات کی نسبت بہت ھی ناقص و بیہودہ خیالات رکھتے ھیں - اس کا نتیجہ یہہ ھے کہ وہ اس اچھے سے اچھے انعام ھی سے محروم نہیں رھتے جو ان کا حق ھے یعنی اُن وسیع

تعلقات اور عظیم الشان صداقتوں کا پہچاننا جن کا علم لفظوں کے مطالعہ سے ہوتا ہے بلکہ ان کے تمام کام کی بنیاد کسی مناسب و موزوں چیز پر نہیں رکھی جاتی اور اندیشہ رہتا ہے کہ یہہ کہیں کمزور نہو اورگر نہ جائے ، تاریخ الفاظ اور تاریخ خیال و حیات و افعال انسان ایک دوسرےسے ایسی ملی ہوئی ہیں کہ جدا نہیں کی جاسکتیں اور نہ ایک کا مطالعہ بغیر دوسرے کے مطالعہ کے ہوسکتا ہے — ہم کوئی لفظ اچھی طرح سمجھہ ہی نہیں سکتے جب تک یہہ نہ سمجھہ لیں کہ کیوں اور کس صورت میں تو وہ بنا اور اُس کی شکل معین کی گئی مثلاً اس کو لفظ money کی توجیہ و تشریح نہ کہنا چاہئے اگر صرف اس کے جتنے " مطابق " یورپی زبانوں میں ملتے ہیں ان کو اکٹھا کرلیا اور یہہ پتا لگالیا جائے کہ یہہ لاطینی کے لفظ moneta سے نکلا ہے — تاکہ اس لفظ کی حقیقت بخوبی سمجھہ میں آجائے ضروری ہے کہ طالب علم لسانیات دریافت کرے کہ وہ تاریخی اسباب کیا تھے جن کے باعث ایک ایسی اصطلاح جس کا مدلول محض ایک گمنام شہر تھا ایسی عظیم الشان جماعتوں میں کیونکر رائج ہوگئی ، تہذیب و تجارت کی وہ کیا ضرورتیں اور تدبیریں تھیں کہ جنہوں نے وہ شے پیدا کردی جو اس سے موسوم ہے اور اس سے وہ کام لیا جو لیا جاتا ہے ، وہ ظاہری حالات و دماغی ایتلافات کیا تھے جنہوں نے اسے بدل بدل کر ایک ایسے مادہ سے جس کے معنی ہیں "سوچنا" ایک نام تراش لیا ، اور وہ ساخت اعضاء اور عادات تلفظ بلحاظ اصل اور بلحاظ تعلق باہم کیا تھیں جنہوں نے moneta کی کایا پلٹ کرکے اسے money کے رنگ میں نمودار کیا — اتنے ہی پر قناعت نہ کرنی ہوگی بلکہ اس سے بھی کچھہ زیادہ کرنا ہوگا — اس کی کوئی انتہا ہی نہیں ہے کہ اس طرح ہر لفظ کے عرصہ وجود میں آنے کے اسباب، اُس زبان کی جس سے اُس کا تعلق ہے یا دیگر زبانوں کی ساخت میں کہاں کہاں پنہاں ہوں گے اور اُن لوگوں کی تاریخ میں کہاں کہاں ملیں گے جو اسے بولتے ہیں — اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بہت سے لفظوں کا جتنا حال ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں اتنا معلوم نہیں ہوسکتا اس کے

عشر عشیر ہی تک ہماری رسائی ہوتی ہے - مگر اس بناء پر ہمیں ان کے حال کی تحقیقات سے قطعی دست بردار نہونا چاہئے اور نہ جس حدتک اُن کا حال معلوم ہوسکتا ہے اس حدتک معلوم کرنے سے گریز کرنا

ہم تقابل لسانیات پر اس حیثیت سے غور کرتے رہے ہیں کہ اس کی اصل وحقیقت کیا ہے یعنی اس کے پیدایشی تعلق کی تعیین اور زبانوں کے ارتقائے تاریخی کی تحقیق کا ایک ذریعہ ہونے کی حیثیت زیر بحث رہی ہے — مگر اس سے کہیں اس غلطی میں نہ پڑجانا کہ تقابل لسانیات کا محض یہی ایک کام ہے ، اس سے اور کچھہ فائدہ ہی نہیں— جب ہم اُن ہمہ گیر اصول کے استنباط کی منزل پر پہنچتے ہیں جہاں نطق ایک قوت تصور کیاجاتا ہے جو انسان میں ودیعت کی گئی ہے اور اس قوت کے مظاہر کے یہہ معنی لئے جاتے ہیں کہ ان سے ماہیت دماغ، اعمال خیال اور ترقی تربیت و تہذیب ہویدا ہوتی ہے تو اُن الفاظ کا پہلو بہ پہلو رکھکر مقابلہ کرناجو تقریری زبان میں بلحاظ استعمال مشابہ مگر بلحاظ ماخذ جدا ہیں اتناہی سودمند اور اہم ہے جتناکہ اُن الفاظ کا جن کے استعمال اور ماخذمیں کوئی فرق نہیں ہے - اسالیب بیان انسانی کی کوئی انتہا نہیں اور طالب علم لسانیات کو اس کا کوئی حصہ نہ چھوڑنا چاہئے — اگر طریق تقابل کے شروع کرنے اور اس سے کام لینے میں غلطی نہ کی جائے ، اگر تقابل پیدائش اور تقابل مشابہات کے مقاصد جداگانہ ہروقت نظر کے سامنے رہیں اور اُن سے حاصل شدہ نتائج کو خلط ملط نہ کردیا جائے تو پھر کسی نقطے سے چل کر اُس وقت تک کہیں رکنے کی ضرورت نہیں جب تک کہ نطق انسانی کا تمام دائرہ ختم نہوجائے *

براہ کرم حسب ذیل غلطیاں درست کرلی جائیں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵	۲۲	ذکر بھی ضرورہے	ذکر بھی ضروری ہے
۶	۱۲	مد نظر	مد نظر
۸	۸	بھی پر نہیں	بھی نہیں
۱۱	۱۲	مجمعہ	مجملاً
۱۱	۱۴	ھیئیات	ھیآت
۱۶	۱۰	بھی منسوب	بھی ان سے منسوب
۲۳	۹	اور اروں	اوزاروں
۲۸	۱۹	کرسمتے	کرسکتے
۳۳	۲۵	اعتباو	اعتبار
۳۵	۳	لفظاظ	لفظ
۳۷	۱۹	معلم	معلوم
۴۱	۱۹	اگلے	پچھلے
۴۴	۵	"استعال"	" استعمال"
۴۴	۹	ھونے کے	ھونے سے
۵۱	۱۱	اُکل	اُگل
۵۴	۱۴	موجودہ	موجود
۶۰	۸	پر جو - چیز	پر-جو چیز
۶۱	۱۵	اصول	حصول
۶۱	۱۶	کیمیاوی، الف	کیمیاوي الف
۶۴	۳	ارلی	ارادي

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۶۵	۵	معمرر	معمور
۷۰	۱۴	take dinnered	takedinnered
۸۱	۲۷	تجزیہ سے کیا	تجزیہ کیا
۸۵	۲	لفظ کا تقاضا	کا تقاضا
۸۵	۶	مکانیہ مین سے ایک	میکانیہ کا ایک
۸۹	۴	موضوء	موضوع
۹۳	۱۷	زمین پکڑنے	زمین پر مکڑنے
۱۰۶	۱۶	بس گئی	بس گئی
۱۳۵	۱۵	رکتي	رکھتي
۱۳۷	۹	مزکر	مرکز
۱۳۷	۲۳	اندازے	اندازہ
۱۳۹	۲۷	دالت	دلالت
۱۴۲	۱	اصطالع	اصطلاح
۱۴۲	۳	*pono* 'post	*pono)* post
۱۴۲	۴	I place	(I place
۱۴۴	۱	نہیں معنی اگرچہ دونوں معین	نہیں اگرچہ دونوں معني
۱۴۹	۵	substantial	*substantial*
۱۴۹	۱۵	قصبہ	ان پر قبضہ
۱۵۰	۲۸	مھن	مین
۱۵۱	۶	اُن کی کے	اُن کے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۵۹	۸	کا مترادف ہے،	...
۱۵۹	۹	going ان	going کا مترادف ہے، ان
۱۶۴	۱۴	استعمال	استعمال
۱۷۰	۹	منسرب	منسوب
۱۷۱	۱۱	بفظ	لفظ
۱۷۴	۱۷	نصائح	نصائح
۱۷۵	۵	استعمال	استعمال
۱۸۳	۱۵	پشون	پشتون
۱۸۴	۶	نیشلہ	نیشیا
۱۸۵	۱۸	دلنا	بدلنا
۱۹۱	۱۲	اور ابھي	اور
۲۰۳	۱۹	علام	غلام
۲۰۴	۲۴	رمان	زمان
۲۱۰	۲۵	اس کو	ان کو
۲۱۵	۲۴	متانا	متاتا
۲۱۹	۱۵	کا وھي یہی	کا یہی وھي
۲۲۲	۱۰	ایربون	ایربون
۲۲۹	۲۱	پھلي	پھلی
۲۲۰	۶	اچی	اچھي
۲۳۰	۱۱	برفرار	برقرار
۲۳۱	۱۸	زبان	زمان

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۳۶	۱۲	زبہ نین	زبانیں
۲۴۰	۱۲-۱۳	علمائے لسانیات تقابل	علمائے تقابل لسانیات
۲۴۰	۲۴	کیونکہ کہ یہہ **प्रत्बय**	کیونکہ یہہ **प्रत्यय**
۲۴۱	۱۷	اختار	اختیار
۲۴۳	۲	پڑھ چکے	پڑچکے
۲۴۶	۱۰	لوگ اور	لوگ (اور
۲۶۸	۸	چاھتا کہ ہے اسے چاھئے بوپ	چاھتا ھے اسے چاھئے کہ بوپ
۲۹۵	۱۵	ھونے وا ھے	ھونے والا ہے
۲۹۶	۲۶	استاذہ	اساتذہ
۳۰۲	۱۱	د ور	دور
۳۰۲	۱۷	یوناي	یونانی
۳۰۲	۲۱	عناصر آنے	عناصر آتے
۳۰۲	۲۴	یوتانی	یونانی
۳۰۲	۲۷	رومانی	رومائی
۳۰۹	۱۲	خاص	خاصی
۳۰۹	۲۴	ورژون	ورژون
۳۱۱	۲۵	کسی	کس
۳۱۱	۲۷	پھنچاتہ	پہنچاتی
۳۲۷	۲	بچا	بچا
۳۳۶	۱۱	معقول	معمول

فرهنگ الفاظ

نوت :—جن لفظوں کے مقابل نشان * ہے وہ زبانوں کے نام ہیں اور جن کے سامنے † نشان ہے وہ زبان اور اس زبان کے بولنے والی قوم دونوں کو ظاہر کرتے ہیں *

لفظ	معني	لفظ	معني
	A	Armorican*	آرموریکي - زمانۂ قدیم میں فرانس کے شمالي مشرقي حصے کو آرموریکا کہتے تھے اس حصے کی بولی کا نام-
Accent	توکید — جزو لفظ پر زور دینا		
Accented	موکد		
Acoustic	سماعتي — سماعت سے تعلق رکھنے والا	Aspirate	ہائی - وہ حرف جن کے تلفظ میں ہائے ہوز کی آواز صاف صاف ادا کي جائے
Æolic†	ایولک — عہد قدیم میں یونان کي قوموں میں سے ایک نام تھا - اس کي زبان بھي اسي نام سے مشہور تھي	Assimilation, processes of	اعمال مجانست
		Attic*	ایٹک - وہ بولی جو عہد قدیم میں ایٹکا یا ایتھنز میں بولی جاتی تھي
Affix	اضافہ (جمع اضافات)		
Air, column of	صرصر باد		
Alemannic*	المانی		
Americanism	امریکائیت	Austerian†	آسٹري
Analogue	مشابہ (جمع مشابہوں) دو چیزیں جو ایک دوسرے سے ملتي جلتي ہوں ان میں سے ایک کو دوسرے کا "مشابہ" کہتے ہیں		**B**
		Bactrian*	باختری
		Basque*	باسک
		Bavarian*	بویري
Analytic Analytical	تفصیلي - تحلیلی - مجزا	Bohemian†	بھیمی
		Brahmanism	برہمنیت
Anglo-Saxon†	اینگلوسیکسن	Breath, simple	مفرد سانس
Articulate	ملفوظ - موضوع	Breathing, inarticulate	مہمل سانس
Articulation	تلفظ - (جمع تلفظات) صدائے موضوع	Bulgarian†	بلغاری

لفظ	معني
C	
Case	حالت (قواعد)
Case-ending	لاحقۂ حالتی
Case, genetive	حالت اضافي
Case, oblique	حالت غيرفاعلي
Celtic†	سیلٹی
Celto-mania	سیلٹیا روگ
Choctaw*	چاکٹا
Collocation	توتیب الفاظ
Column of air	صرصر باد
Combination, law of	قانون اجتماع - اجسام ومقادیر کا کسی مجموعہ یا مرکب میں یک جا ہونا
Conglomerate	کتلہ — چٹانیں جو کنکر پتھر کے ٹکڑوں کے باہم ملکر جمنے سے بنتي ھیں
Congo*	کانگو
Congruency, historical	تاریخي مناسبت و موافقت
Connective	حرف عطف - وہ لفظ جو لفظوں یا جملوں کو ملائیں
Convention	اجماع
Conventional	اجماعی
Cords, vocal	تار ھائے صوت
Cornish*	کارني
Correspondent	مطابق (جمع مطابقون)

لفظ	معني
Cunieform	حروف میخی یا مسند - بابل یا ایران میں سنگي کتبوں پر جو تحریریں ھیں ان کے حرفوں کي شکل میخ یا تیر کے سروں کي سي ھے اس مشابہت کے باعث ان حرفوں کو میخي حرف کہتے ھیں
Cymric*	کمریائي-باشندگان ویلز کي زبان کا ایک نام
D	
Danish*	ڈینئي
Dative	مفعول لہ- متعلق فعلي
Declension	تصرف بالخصوص تصریف اسما
Derivation	اشتقاق
Diagraph	دوحرفا (جمع دوحرفے) دو حرف صحیح یا علت کا پہلو بہ پہلو آنا مگر دونوں کا تلفظ صرف ایک آواز سے کیا جانا
Discovery	اکتشاف - انکشاف
Dissyllable	دوجزا - دو جزوں سے بنا ھوا لفظ
Dissyllabic	دوجزا
Documents, contemporary	تحریرات معاصر
Doric†	ڈورک - یونان قدیم کي ایک قوم کي زبان
Dutch†	ڈچ

لفظ	معني	لفظ	معني
E		**F**	
Element	عنصر	Facts	حقايق
Elliptical	محذوف - وہ عبارت جس میں ایک لفظ یا کئی لفظ حذف کردئے گئے ہوں	Family	خاندان
		Fiction	افسانہ
		Finnish*	فني
		Flemish*	فليمي
Emission, intonated	الحاني-ہوا کا خروج	Force, molecular	سالمي قوت
		Formative	ترکيبي
Emphasis	تاکيد - ایک لفظ یا کئي لفظوں پر زور دینا	Forms, quasi-modal	ملتبس اجزائے ترکيبي
		Frankish*	افرنجي
Emphasised	موکد	Frisian*	فريزی
Ethnography	نسليات - عام کا وہ شعبہ جو بني نوع ني مختلف نسلوں یا ان کے مخصوص اداب مراسم و مذاہب سے بحث کرتا ہے	**G**	
		Gadhelic*	گڈھيلک
		Gaelic*	گيلک
		Galvanism	گالوانيت
		Gaulish*	گالي
Ethnology *or* ethnological science	قوميات - علم کا وہ شعبہ جو بني نوع کے دماغي اور عضوے اختلاف اور ان قوانيں عامہ سے جن پر ان کا حصر ہے بحث کرتا ہے	Genesis	پيدايش
		Genetic	پيدائشي
		German, Low	لوجرمن
		German, High	ہائی جرمن
		Germanic	جرماني
		Grammar	قواعد
		Grammatical	قواعدي
Etruscan*	اٹروري	Gutteral	حلقيہ
Etymological	اشتقاقي	**H**	
Etymologist	عالم اشتقاقيات - اشتقاقيات داں	Hierarchy	مذہب شاہي - وہ حکومت جس میں مقتدایان دین مختار ہوں
Etymology	اشتقاقيات		
Euphony	الحانيات - خوش نوائي		

لفظ	معني
Hieroglyphic	خط صور
Homogenous	هم جنس-متجانس الاجزاء
Hungarian†	هنگاري
Hyphen	علامت وصل يا اتصال
Hypothesis	مفروضه
I	
Icelandic*	آئيسلينڈي
Idiom	روز مره
Illyrian*	الليري - الليرين
Inelegance	غيرشستگي عبارت
Indo-European†	انڈويورپين
Inflected	منصرف - تصريفي
Inflection	تصريف افعال
Inflective	منصرف - تصريفي
Influences, assimilating	اثرات مجانس
Integrity	سالميت
Ionic*	ايونک - يونان قديم کي ايک بولي کا نام
Irregular	سماعي (افعال يا اسماء)
Italo-Celtic*	ايطااوسيلٹي
J	
Japhetic*	يافثي
K	
Kaleidoscope	سيربين
Kamchatka*	کمچاٹکا
Kroatian	کروٹي

لفظ	معني
L	
Language-making	زبان سازي
Larynx	حنجره يا نرخره
Lettic, Lettish*	لیٹک
Lexicographer	لغات نويس
Lithuanian*	لتھوانيي
Livonion*	لواني
M	
Mannerism	خصوصيت - کسي منصف يا نقاش وغيره کي تصنيف يا تصوير ميں کسي ايسي بات کا نمايان طور سے پايا جانا جو محض اس کی ذات سے مخصوص هو -
Manuscript	مسوده
Modal	صورتي (اسم صفت mood کا)
Mœsia*	ميسيا
Mœso-Gothic*	ميسوگاتھک
Monosyllabism	يک جزئيت- يک جزاپن
Monosyllable	يک جزا- ايک جز والا لفظ
Mood	صورت
Moral Science	اخلاقيات
Morality	اداب و اصول
Moravian*	موراوي
Morphological	صورياتي
Morphology	صوريات

لفظ	معني
Mummy	ممي - انسان کي لاش جسے مصالح و خوشبو وغيرہ لگائيں تاکہ گلنے سڑنے نہ پائے
Mute	رقيہ - وہ حرف جس کي آواز اعضائے صوت کے ملنے اور آن کي حرکت دفعۃ اور قطعي رک جانے سے پيدا ہو

N

Nasal	غنہ
Netherlandish*	نيدرلينڈي
Norm	هيولائے ارل
Norman†	نارمن (جمع نارمنز - نارمنوں)
Norse†	نارس
Norwegian†	ناروي
Numerals, multiplicative	اعداد اضعافي

O

Object, direct	مفعول شے
Object, indirect	مفعول شخص
Open	واضح — جاي-رہ حرف يا جزو لفظ جس کے تلفظ ميں منہ بند نہ ہو يا جو کامل طور سے ادا کيا جائے
Opican*	اوپيکن

لفظ	معني
Optative	دعائيہ — بھلائي اور برائي دونوں ميں کسي کے لئے دعا مانگنا
Ordinal	اعداد ترتيبي
Organs, articulating	اعضائے تلفظ
Oscan*	آسکن
Ossetic*	اوسيٹک
Ossianic*	اوسيانک

P

Paraphrases	تشريحات
Participle	اسم مفعول
Past, imperfect	ماضي ناتمام
Permutation, law of	قانون مبادلہ
Personification	تخاطب
Philology, comparative	تقابل لسانيات
Phonetic	صوتي
Phonologist	عالم صوتيات
Phonology	صوتيات
Polabian*	پولابي
Polish*	پولي يا پالش
Predicative	بياني
Prefix	سابقہ
Primitive	قديم لفظ
Process	عمل (اعمال)
Processes, wearing-out	اعمال ساحق
Pronominal	ضميري يا ضمايري

لفظ	معني	لفظ	معني
Provinçal*	پرووٹسال جنوبي فرانس کي بولي	**S**	
Prussian†	پروشي	Sabian*	سبائي
Purity	خالصيت	Samnite*	سماني
		Scandinavian*	اسکنڈي نيوي
Q		Servian*	سربي
		Sexagesimal	ستوني — حساب کا ايک طريقہ جس ميں ساٹھہ ساٹھہ کي اکائي مانني جاتي ھے
Quantity	وزن — جزو لفظ کي ناپ يا وہ عرصہ جو کسي جزو لفظ کے تلفظ ميں لگے	Short	مقصورہ
		Sibilant	فحيہ — وہ لفظ جس کے تلفظ ميں سرسراھٹ پائي جائے
R		Significance	دلالت
Radical	اصلي — وہ حرف جو مادہ لفظ سے تعلق رکھتا ھو يا اس سے براہ راست مشتق ھو	Signification, unity of	وحدت دلالت
		Similarity	مطابقت
Rationale	اسباب وقوع	Slavonian* Slavonic*	سلاوانی
Reasoning, analogical	استدلال بالمشابہات	Slavoki*	سلواکي
Reasoning, in a vicious circle	مغالطۂ دوري	Slavo-Lithuanian*	سلیو لتھوانی
Record	شواھد	Sonant	جلي — وہ حرف جن کے تلفظ ميں محض سانس ھي نہيں بلکہ آواز بھي نکلتي ھے
Reduplicated	مکرر		
Reduplication	تکرار		
Regular	قياسي		
Researches	انکشافات - تحقيقاتيں	Sorbian*	سوربي
Resonance	گونج	Spanish*	ھسپانی
Rhæto-Romanic*	ريٹو روماني	Speech	نطق — کلام
Romaic	روماني	Speech, human	نطق انساني
Romance	روماں	Spirant	صادميہ
Romanic*	روماني	Stock	اصل
Ruthenian*	روتھانی	Sub-branches	زيرشاخيں

لفظ	معني
Sub-dialect	ذیلبولي
Suffix	لاحقه
Surd	خفي - وہ حرف جن کا تلفظ آواز کي مدد کے بغیر محض سانس سے ادا کیا جائے
Swabian*	سوابی
Swedish*	سویڈی
Syllable	جزولفظ
Synthesis	ترکیب
Synthetic / Synthetical	ترکیبي
System, orthographical	طریق تہجي

T

لفظ	معني
Temporal	زماني - اسم صفت ہے زمانہ (tense) کا-
Tense	زمانہ
Theme	سالمہ - اسم یا فعل کا وہ حصہ جو بوقت تصریف بحال خود قایم رہے
Theoretical	نظري
Theoriser	نظریہ باز
Tone	الحان
Tradition	روایت
Transcendentalism	مافوقیات (فوق العقلیت) فلسفہ کي ایک قسم جس میں دعوی کیا گیا ہے کہ جہاں تک پرواز دماغ کام کرسکتي ہے دنیا کي تمام مادي و غیر مادی چیزوں کا صحیح صحیح حال دریافت کرلیا گیا ہے خواہ وہ عالم ناسوت سے تعلق رکھتي ہوں یا لاہوت سے

لفظ	معني
Troubadours	رسیا شاعر - ایک گروہ شعرائے فرانس - اس کي شاعري کے مضامین عشقیہ ومزاري ہوتے ہے
Truth	صداقت

U

لفظ	معني
Umbrian*	
Utterance	

V

لفظ	معني
Verb, denominative	مصدر جعلي - وہ مصدر جو اسم ذات یا اسم صفت سے بنایا جائے
Verb, derivative	مصدر جعلي
Verbal	فعلي
Vitality	قوت حیات
Vocable	لفظ - منہ سے نکلي ہوئي آواز قطع نظر اس سے کہ معني کیا ہیں
Vocabulary	لفظیات - لغات
Volscian*	والسائي

W

لفظ	معني
Wallachian*	ویلیکین
Welsh*	ویلیزي